ہماری کتابیں

منظور سررشتہ تعلیمات سرکار عالی
ہماری کتابیں
مدیر سید علی شبر حاتمی بی ایس سی (عثمانیہ)
فی پرچہ ۳ /
چندہ سالانہ دو روپیے
جلد (۲)
نمبر (۱۵)
ماہ بہمن ۱۳۵۲ف م دسمبر سنہ ۱۹۴۲ء

اداریہ

اس مرتبہ اردو شعرا کی تاریخ تمثیلی رنگ میں ایک انوکھے طرز پر قارئین کے سامنے پیش کی جا رہی ہے، یہ مضمون دو قسطوں میں شائع ہوگا اور ہمیں توقع ہے کہ اہل نظر اس مضمون کو پسند فرمائیں گے۔

موجودہ جنگ میں اپنے تہور و شجاعت کا جو نقش چینیوں نے اقوام عالم کے قلب پر چھوڑا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر ملک میں چینیوں سے متعلق ایک عام دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔

حال ہی میں چین کے متعلق کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ دارالاشاعت سیاسیہ نے بھی مشاہیر چین کے نام سے ایک کتاب شائع کی جو کافی مقبول ہو رہی ہے اسی طرح جمہوریہ چین ادارۂ اشاعتِ اردو نے شائع کی اور یہ کتاب بھی خاصی مقبول ہوئی۔

اس مرتبہ بدر الدین صاحب کی کتاب چینی مسلمان کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے یہ کتاب چینی مسلمانوں اور چین کے حالات پر ایک جامع اور دلچسپ کتاب ہے، جس کا اندازہ آپ کو اس خلاصہ سے ہو سکیگا۔

جہاں تک رسالہ کی ظاہری و معنوی خوبیوں کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق مجھے آپ سے کچھ کہنا نہیں کیونکہ میری سعی آپ کے سامنے ہے۔ اور اس کا بہتر فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ لیکن اتنی گزارش ضرور ہے کہ رسالہ کی اشاعت کو اپنے حلقۂ احباب میں بڑھائیے۔

علی شبر حاتمی

تذکرہ

اردو شعراء بزمِ خیال میں

تخیلی رنگ میں عہد سلطان محمد قلی قطب شاہ سے لے کر دورِ مصحفی تک اردو شاعری کی دلچسپ تاریخ

ایک رات قلعہ گولکنڈہ میں بیٹھے ہوئے جبکہ چاندنی رات ڈھل رہی تھی، ہر طرف سناٹا تھا۔ سامنے قطب شاہی مقبروں کے سربفلک گنبد اپنی داستانِ حیات دہرا رہے تھے۔ تصور نے آنکھیں کھولیں، ماضی سے نقاب اٹھنے لگا۔ ساڑھے تین سو سال پہلے کی دنیا سامنے آئی۔ یکایک قلعہ گولکنڈے پر پرچم قطب شاہی لہراتا ہوا دکھائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گولکنڈے کا عہدِ کہن عود کر آیا ہے، اس کی ساری سطوتیں اور شوکتیں ایک ایک کر کے سامنے آنے لگیں، قلعہ کی آراستگی و پیراستگی بھی تصور کے آئینہ خانے میں بہت صاف اور واضح دکھائی دیتی تھی تختِ سلطنت پر میں نے قطب شاہیوں کے پانچویں فرمانروا سلطان محمد قلی قطب شاہ کو جلوہ گر دیکھا اردو کے عالمِ طفلی کی تصویر میرے سامنے آئی، شمالی ہند میں اکبر کے دربار میں فارسی اور ہندی کے ملاپ سے ہماری زبان کی جو تصویر تیار ہو رہی تھی، میں نے دیکھا کہ یہ فرمانروا اس تصویر کے نقش و نگار کو اپنی شاعری کی رنگ آمیزی سے اجاگر کر رہا ہے۔ ع

پیا باج پیالا پیا جائے نا
چھبیلی سوں لگ گیا ہے من ہمارا
کہ اس بن نہیں ٹک ہیں دل قرارا

خورشید کے اوپر سے ابرو ہلالِ عید
ان ابرواں کو سجدہ کیا ہے وصالِ عید

بادشاہ کی زبان سے یہ شیریں نغمے سن کر دل بے اختیار پکار اٹھا دیکھ دکن میں یہ تیری زبان کا پہلا شاعر ہے! یہ اردو کا پہلا محسن ہے! یہ فرمانرواؤں میں اردو کا پہلا خدمتگزار ہے میں نے اردو کے پہلے شاعر، اردو کے پہلے مربی اور دکن کے فرمانروا کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

یکایک تصور کے نقوش دھندلے پڑنے لگے تھوڑی دیر کے لئے اندھیرا سا چھا گیا، میں نے مشاہدے کی قوتوں کو جمع کیا اور پھر گردن جھکا اس مرتبہ دیکھتا ہوں وہی قلعہ ہے وہی تخت

وہی اس کی شان و شوکت مگر اب اس تخت
کی زیب و زینت سلطان محمد قطب شاہ بنے
ہوئے ہیں، اس دربار میں بھی میں نے خدمت
زبان کے جذبہ کو اجاگر پایا۔ ؎

پیا سانولا، من ہمارا بھلایا
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

ساقیا! آ شراب ناب کہاں
چندر کی پیالی میں آفتاب کہاں

بادشاہ کی زبان سے یہ شعر سن کر بے اختیار
صدائے تحسین نکلی۔

ابھی آنکھ جھپکنے بھی نہ پائی تھی کہ میں نے دیکھا کہ
اب اس تخت پر عبداللہ قطب شاہ جلوہ گستر ہیں
ان کے دربار کی رونق پہلے بادشاہوں سے
کچھ سوا نظر آئی۔ ان کے دربار میں امراء و اہلِ
دول کے علاوہ کچھ شاعر اور علماء بھی نظر آئے۔
ابن نشاطی کو دیکھا کہ وہ اپنی مثنوی "پھول بن" اس
جلیل القدر فرمانروا کی خدمت میں پیش کر رہے
ہیں، اس مجمع میں غواصی بھی دکھائی دئے جو اپنی مثنوی
سیف الملوک ہاتھ میں لئے نہایت ادب سے
کھڑے ہوئے ہیں۔ ؎

اے پری پیکر ترا مکھ آفتاب
دیکھتا ہوں نور سے نامنجھ میں تاب

تصور کی ناؤ پھر ڈانواں ڈول ہونے لگی،
میں نے پھر اپنے خیالات کو ایک مرکز پر جمع
کیا اور ایک مرتبہ پھر سر بہ گریباں ہو گیا، کیا
دیکھتا ہوں وہی قلعہ ہے وہی تخت شاہی مگر
اب اس پر ابوالحسن تانا شاہ جلوہ فگن ہیں۔
اور اپنا یہ مشہور شعر گنگنا رہے ہیں۔ ؎

کس در کہوں کاں جاؤں مجھ دل پہ بہل پھوڑا ہے
ایک بات کئے ہوں گے ساجن یاں جی پہ باٹا ہے

اس دربار میں مجھے طبعی، فائز، شاہی
دکھائی دئے لیکن ان میں سے کسی کا کوئی شعر
سننے میں نہیں آیا۔ ابھی اس دربار کو جی بھر کے بھی
دیکھنے نہ پایا تھا کہ قلعہ کے باہر سے توپوں کی
گرج اور بندوقوں کے سر ہونے کی آوازیں
آنا شروع ہوئیں جن سے سارا نظام درہم
برہم ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں ایک جلیل القدر فرمانروا
اس قلعہ میں فاتحانہ داخل ہوا، داخلے کے بعد ہی ہر
شخص کی زبان پر اورنگ زیب کا نام تھا۔
ابھی لوگ مطمئن بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ہندوستان
کے اس عظیم المرتبت بادشاہ نے فوجوں کو کوچ
کا حکم دیا، میں نے قلعہ کی شان و شوکت، اس کی
دولت و عزت و وقار کو وہاں سے منتقل ہوتے
ہوئے دیکھا، قلعہ پر ایک اداسی کا سماں تھا۔
اس کے در و دیوار سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ رو
رہے ہیں قلعہ کی رونق کیا گئی میرے تصور کی
دنیا کو بھی اپنے ساتھ لیتی گئی۔ اب میں دیکھتا
ہوں کہ قلعہ سے جانب شمال مغرب دس میل
دور ایک خوبصورت شہر ہے، یہ ہی وہ اجڑا

ہوا دیار جو آج اورنگ آباد ہے گل وگلزار
اور علم و فضل کا مرکز بن گیا ہے۔ علماء و فضلاء
ادیب و شاعر سب ہی اس شہر میں جمع ہیں،
شعر و سخن کے چرچے ہیں۔

اس شہر میں میں نے ایک مرد بزرگ
کو دیکھا کہ اس کی پیشانی سے انوار ولایت
نمایاں اور اس کو اہل علم و فضل گھیرے ہوئے
اشعار سنانے کی فرمائش کر رہے ہیں، میں نے
ایک صاحب سے پوچھا: کون ہیں انہوں نے کہا
میاں کیا تم ولی اللہ شمس الدین حضرت ولی اورنگ آبادی
کو نہیں جانتے، میں حیرت سے انھیں دیکھنے لگا
لوگوں کے بڑے اصرار پر اس مرد بزرگ نے
کہا اچھا سنو پھر یہ چند متفرق شعر سنائے:

ولی اس گوہر کانِ حیا کا واہ کیا کہنا
مرے گھر میں وہ یوں آوے ہے جوں سینے میں راز آوے

مسندِ گل منزل شبنم ہوئی
دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا

مت تصور کرو مجھ دل کو کہ ہرجائی ہے
چمنِ حسن پری رو کا تماشائی ہے
اے ولی! رہنے کو دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

زندگی جام عیش ہے لیکن
فائدہ کیا اگر مدام نہیں

ہر طرف مجمع میں سناٹا تھا، تھوڑی دیر بعد
کسی نے کہا آؤ یارو آج سراج اورنگ آبادی
کا بھی کلام سنیں ایسے موقع کہاں نصیب ہوتے
ہیں، دوسرے نے کہا ان کا کیا ٹھکانہ ہے،
تیسرے نے کہا اگر انکو تلاش کرنا چاہو تو حضرت
خواجہ برہان الدین غریبؒ کے مزار مبارک کے
پاس تلاش کرو وہ وہیں ملیں گے مجمع نے قبرستان
کا رخ کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب عالم
جذب و مستی میں حضرت خواجہ برہان الدین
غریبؒ کے مزار مبارک کے پائنتی بیٹھے ہوئے
گنگنا رہے ہیں۔

شکر اللہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و ستم فی الجملہ کم ہونے لگا

مدت سے گم ہوا دل بیگانہ اے سراج
شاید کہ جا لگا ہے کسی آشنا کے ہاتھ

نہیں تاب مجھے تیرے سامنے جاناں
کہاں سراج، کہاں آفتاب عالمتاب

پھر وہ شعر اس انداز سے پڑھے کہ سننے
والوں نے دل تھام لیا۔

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی
نظر تغافل یار کا گلہ کس زبان سے بیاں کروں
کہ شراب حسرت و آرزو خم دل میں تھی سو بھری رہی

مجمع نے اُن کے محویت خیال میں مخل ہونا مناسب نہ سمجھا اور خموشی سے واپس ہوگئے۔
میں نے شہر میں داؤد، عزلت، فقیر اللہ آزاد، عاجز، ابرو، کلیم، یکرنگ، اور حاتم کے بھی چرچے سنے مگر افسوس ہے کہ ان میں سے کسی کا کلام آویزہ گوش نہ ہو سکا۔

ابھی اس علم و فضل کے مرکز سے طبیعت پوری طرح سیر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ میں نے دیکھا اس شہر سے لوگ رخصت ہو رہے ہیں اور ہر ایک کی زبان پر دلی کا نام ہے۔ اب میرے تصور کی دنیا مجھے دلی کھینچ لائی۔ وہ دلی جو متعدد مرتبہ اجڑی اور بسی جو سیکڑوں عروج زوال کی داستانوں کی امانت دار ہے' میری چشم تصور نے دیکھا کہ ہندوستان کی اس راجدھانی پر شاہ عالم کا پھریرا لہرا رہا ہے یہاں ادب و شعر کے یوں تو بہت سے خدمت گزار نظر آئے لیکن سارے شہر میں میر، سودا، درد اور سوز کا نام ہر کس و ناکس کی زبان پر ہے۔ (باقی)

قابلِ مطالعہ کتاب

چینی مسلمان

جناب الف۔ق۔شہاب

اس موجودہ جنگ میں چینیوں نے اپنے عزم واستقلال، اپنی غیر معمولی شجاعت وبسالت سے اقوامِ عالم میں جو ناموری حاصل کی ہے اُس کی بنا پر چین اور چین کے حالات سے ہمارے ملک میں بھی غیر معمولی دلچسپی پیدا ہوئی تھوڑے ہی عرصہ میں چین کے حالات پر متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ اس کے باوجود لوگ اپنے چینی بھائیوں کے حالات سے واقف ہونے کے لئے مزید معلومات کے منتظر نظر آتے ہیں اس لحاظ سے اس مرتبہ جناب بدرالدین صاحب چینی بی اے (جامعہ) کی کتاب "چینی مسلمان" کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے۔

یہ کتاب رائل سائز کے (۲۴۲) صفحات اور ستّرہ ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب کا عنوان ہے "چین میں مسلمانوں کا داخلہ" اس باب میں سب سے پہلے فاضل مصنف نے ایشیا اور یورپ کے تعلقات پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایشیا کے تعلقات یورپ کے ساتھ اس وقت شروع ہوئے جب کہ مشرقی اور مغربی تمدن کی باہمی آمیزش ہوئی، لیکن یہ آمیزش کب شروع ہوئی کوئی محقق اس کی اب تک تاریخ متعین نہیں کرسکا اسی طرح چین اور ایشیا کے دوسرے ممالک ایشیا کے ساتھ تعلقات کے لئے بھی کوئی خاص وقت معین نہیں کیا جاسکتا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً چین اور دوسرے ایشیا کے ممالک میں تعلقات کی ابتدا تجارت سے ہوئی ان تعلقات کی بنیاد خاندان چاؤ کے آخری عہدِ حکومت میں پڑی۔ خاندان چاؤ نے چین میں (۱۱۲۲-ق م ۲۴۶ ق م) حکومت کی تھی اس خاندان کا دورِ حکومت تقریباً نو سو سال ہوتا ہے۔

لیکن چین اور ایشیا کے دوسرے ملکوں کے ساتھ تجارتی تعلقات جو تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہیں وہ خاندانِ ہان کے چھٹے بادشاہ ووتی کے زمانہ سے (۱۴۰ ق

۵۶ ق م اشروع ہونے میں؟ دوتی پندرہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اور اس نے جانگ جیان نامی ایک شخص کو اپنا سفیر بنا کر ان ممالک میں بھیجا جو چین کے مغرب میں واقع ہیں۔

——— تا کہ چین اور ایشیا کے دوسرے ملکوں کے درمیان دوستی اور اتحاد کا رشتہ قائم ہو۔ جانگ جیان گو اپنے اس سفر کے مقصد میں ناکام رہا لیکن اس کے اس سفر کی وجہ سے بعد میں ایسے اسباب پیدا ہوئے جو چین اور باہر کی تہذیب کی آمیزش سے آیز۔ ہ چل کر تجارتی تعلقات کا سبب بنے، بعض مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ چین اور عرب کے شہروں کے درمیان تعلقات پہلی صدی عیسوی میں شروع ہو چکے تھے اور آہستہ آہستہ یہ تعلقات وسیع ہوتے گئے یہاں تک کہ تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں چین میں ایرانی اور عرب تاجروں کا کافی اثر رہا۔

خاندانِ ہان نے سرزمین چین پر تقریباً پانچ سو سال حکومت کی۔ اس کے بعد خاندانِ تانگ تخت چین پر متمکن ہوا یہ وہ زمانہ تھا جس میں مغربی ایشیا کے مختلف مذاہب کا اثر چین کی زندگی پر پڑنا شروع ہوا۔ بدھمت کا داخلہ اور عیسائیت اور یہودیت کا شیوع چین میں اسی زمانہ میں ہوا۔

مذہب اسلام جو اپنی عمر کے لحاظ سے ان تمام مذاہب سے کم سن لیکن اپنی تعلیم کے لحاظ سے جامع اور اصول کے لحاظ سے بہتر ہے۔ صرف تیس سال کے اندر اس نے مشرق و مغرب کے رہنے والوں کو، ترکوں، کردوں، ایرانیوں اور قبطیوں کو اپنے دامن میں لے لیا، اسلام جب ماوراء النہر اور مشرقی ترکستان میں پہنچا تو وہاں کے باشندوں نے اس کی تعلیم کو دلکش اور اس کو اپنی جسمانی زندگی اور روحانی نشو و نما کے لئے مفید پا کر فوراً قبول کر لیا، ماوراء النہر اور مشرقی ترکستان میں جو قبائل مسلمان ہوئے ہیں انہیں ایک قبیلہ "ہوئی ہوئی" بھی تھا جس کے لوگ قطیبہ بن مسلم کے زمانے میں اسلام میں داخل ہوئے۔ آج بھی چینی زبان میں مسلمانوں کو "ہوئی ہوئی" کہتے ہیں۔

"تاریخ چین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ابتداء چین میں خود بادشاہِ چین کی طرف سے ہوئی۔ خاندانِ "تانگ" کے دسویں بادشاہ شیو چونگ نے خود مسلمانوں کو اپنے دارالسلطنت میں بلایا جس کی وجہ یہ تھی کہ شیو چونگ کے والد یوان چونگ کے ایک جنرل نو شان نامی نے یوان چونگ کے ساتھ غداری کی اور دارالسلطنت کا محاصرہ کر لیا محاصرہ کے زمانے میں بادشاہ بھاگ

گیا، امیروں وزیروں نے قلعہ لین اد میں جہاں
ولی عہد شیوچونگ رہتا تھا۔ پناہ لی سب سے پہلے
ان امراء وزراء نے اپنا بادشاہ ولی عہد
شیوچونگ بنایا اور ایک قاصد بادشاہ کے
حکم سے خراسان بھیجا اور وہاں کے مسلمان حاکموں
سے مدد مانگی تقریباً دو مہینے میں دس ہزار مسلم
فوج خراسان سے آئی اور چین کے دارالسلطنت
پہنچتے ہی وہ باغیوں پر ٹوٹ پڑے آخر ایک
فیصلہ کن لڑائی ہونے کے بعد باغیوں نے
شکست کھائی، نیا بادشاہ شیوچونگ مسلمانوں
سے بہت خوش ہوا۔ اور ان کو بڑی عزت
و احترام سے رکھا اور ان کو اجازت دی کہ
جو مسلمان چاہیں دارالسلطنت میں خوشی
رہ سکتے ہیں اور چینی عورتوں سے شادیاں
کر سکتے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں بہت سے
مسلمان وہاں رہ پڑے اور وہیں شادیاں
کر لیں جن کی نسل بعد میں بڑھ کر شمالی چین میں
پھیل گئی۔

چین میں اشاعت اسلام کے متعلق
ایک اور تاریخی روایت بھی مشہور ہے کہ
وہو چونگ کے زمانہ میں ہزاروں مسلمان
ماوراء النہر سے چین میں ہجرت کر کے آئے
اور بادشاہ چین سے اجازت چاہی۔ وہ
انہیں چین میں رہنے بسنے کی اجازت دے
دیں اور ان کو اپنی رعایا میں شامل کر لے

بادشاہ چین نے اس درخواست کو منظور
کر لیا اور کانسو اور شنسی دو صوبوں میں رہنے
کی اجازت دے دی اور اس کی بھی اجازت
دی کہ وہ وہاں شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ
یہ مسلمان جو وہاں آباد ہوتے تھے ان کی وجہ سے
آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ
گئی اس کے بعد فاضل مصنف نے ایک
عنوان قائم کیا ہے "بحری راستے سے مسلمانوں کا آنا"
اس سلسلہ میں بتایا گیا ہے کہ عہد تانگ میں جو
مسلمان مبلغ بحری راستے سے چین میں آئے
اور جن کا ذکر تاریخ چین میں ملتا ہے وہ چار ہیں
یہ چاروں مبلغ عہد خلفاء راشدین میں چین
آئے۔ جب یہ چاروں چین میں داخل ہوئے تو
ان میں سے ایک نے چین کے شہر کنٹن میں
سکونت اختیار کی، دوسرے نے شہر یانگ چاؤ
میں اور تیسرے اور چوتھے شہر چوانگ چاؤ میں
مقیم ہوئے، آج بھی شہر چوانگ چاؤ میں ایک
مسجد ہے جو وائی شن زی کے نام سے
مشہور ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ اسلام
کے پہلے مبلغ سیدنا حضرت سعد بن وقاصؓ
نے اس کی بنیاد ڈالی تھی کیونکہ انہوں نے
شہر کنٹن کو اپنی تبلیغ کا مرکز بنایا تھا اور انہوں
نے جنوبی چین کے مختلف حصوں میں اسلام کی
تبلیغ کی۔ شہر کنٹن میں ایک پرانا مقبرہ ہے
جو حضرت سعد بن وقاصؓ کا مشہور ہے۔

لیوئسی جس نے اٹھارویں
صدی میں چینی زبان میں سیرۃ نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم لکھی اپنی اس کتاب میں لیوئسی نے
لکھا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص شہر
کنتن میں ایک عرصہ تک رہنے کے بعد
پھر عرب میں واپس تشریف لے گئے۔ پھر
ان کو سیدنا حضرت عثمان رضؓ نے اپنے عہد
خلافت میں سفیر بنا کر بادشاہ چین کے پاس بھیجا۔
پہلے وہ چین کے دارالسلطنت میں تشریف
لائے۔ اور بعد میں شہر کنتن آکر انتقال
فرمایا

بحری راستے سے جو مسلمان چین آئے
ان کے متعلق تاریخی معلومات بہت کم ملتی ہیں
مگر اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی آمد
صرف بحری راستے ہی پر منحصر نہ تھی بلکہ ان
کے علاوہ بہت سے مسلمان بری راستے سے
بھی چین میں آئے۔

اس کتاب کے دوسرے باب میں
مختلف عہد میں چین اور مسلمانوں کے تعلقات
کا ذکر کیا گیا ہے کتاب کے تیسرے باب
میں چینی قوموں میں مسلمانوں کی حیثیت کو واضح
کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ چین میں جو
لوگ بستے ہیں وہ مختلف قوم و مختلف نسل
سے ہیں یہاں عام طور پر پانچ قومیں آباد
ہیں تبتی، منگولی۔ مانچو، مسلمان اور ہانی
ہانی قوم ہی اصل چینی کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ
ہی چین کی سب سے پرانی قوم ہے جس طرح
ہانی چینی قوم کا ایک جز ہیں اسی طرح وہاں
مسلمان بھی چین قوم کا ایک جز ہیں جمہوریت
چین میں انکو خاص اہمیت حاصل ہے زمانہ
حاضر میں حکومت چین اور عوام اس کوشش
میں ہیں کہ مختلف نسلوں کو اتحاد و اتفاق کے
رشتے سے جوڑ دیا جائے اور ان میں ہم آہنگی
مساوات اور اخوت پیدا کی جائے کیونکہ
چین کی ترقی اسی میں ہے اور انسانیت
کی ترقی بھی اسی میں ہے۔

اس باب کا ایک عنوان ہے کہ "مسلمان
آخر مسلمان ہی ہیں" اس عنوان کے ماتحت
بتایا گیا ہے کہ اگرچہ چین کے مسلمانوں کا ہزارہا
سال سے چینیوں سے خلط ملط اتحاد و امتزاج
ہے لیکن انہوں نے اپنی قومی خصوصیات
کو برقرار رکھا ہے۔

مثلاً ازدواج ہی کو لیجئے کہ مسلمانان چین
اسلامی دستور کے مطابق اپنی لڑکی کو کسی
غیر مسلم کے نکاح میں نہیں دیتے ان کی مناکحت
وازدواج کا دائرہ صرف مسلمانوں کی جماعت
تک محدود ہے۔

مسلمانان چین کی قومی خصوصیات کے
تحفظ کا دوسرا سبب مذہب ہے ان کے
خیالات ایک ہونے کی وجہ سے ان میں

ہم آہنگی ہے اس پر انہوں نے اپنی قومیت
کی عمارت تعمیر کی ہے۔ چین کے مسلمان ایک
علاحدہ قوم اس وجہ سے بھی سمجھے جاتے ہیں کہ
مجموعی حیثیت سے ان میں بہت اتفاق و اتحاد ہے

اس کے بعد چین میں دنیاوی امور میں
مسلمانوں کی حیثیت بتائی گئی ہے اس ضمن
میں فاضل مولف نے لکھا ہے کہ مسلمانان
چین اپنے خاص ماحول کی وجہ سے دنیاوی
امور میں غیر قوموں سے پیچھے ہیں اگرچہ تجارت
میں ان کا کافی حصہ ہے لیکن وہ چین کی دوسری
قوموں کا مقابلہ نہیں کرسکتے، البتہ وہ زراعت
میں اگر کسی سے آگے نہیں تو کسی سے پیچھے بھی
نہیں۔ لیکن اس پر بھی مسلمانان چین کی زندگی
ایسی نہیں کہ قابل حقارت و نفرت ہو ان میں
بلاشبہ مفلس بہت ہیں لیکن متوسط درجہ کے
لوگ مالدار بھی کافی ہیں اور سب سے بڑی
بات یہ ہے کہ وہ دوسری قوموں کے قرضدار
نہیں وہ غریب ہیں مگر اپنے ہاتھ سے کماتے
ہیں کسی کے دست نگر نہیں ہوتے

ان سب باتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ
چینی قوموں میں ہانتی کے بعد مسلمانوں کا سب سے
زیادہ اثر ہے اور حکومت چین بھی مسلمانوں
کے ساتھ تعاون ضروری سمجھتی ہے۔

موجودہ چین و جاپان کی جنگ میں تمام
ممالک اسلام کی ہمدردیاں چین
کے ساتھ ہے۔ اس وجہ سے کہ
چین میں چار کروڑ سے زیادہ
مسلمان آباد ہیں۔

چین کے دب جانے سے وہاں کے
مسلمان بھی دب جائنگے، مسلمانان چین بھی یہ
ضروری سمجھتے ہیں کہ جنگ آزادی میں حکومت
چین کا ساتھ دیں کیونکہ چین کی آزادی سے
ممالک اسلام کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور آزادی
کی راہ میں جو مشکلات ہیں وہ دور ہو سکتی ہیں

اسی باب میں مسلمانان چین کی تعلیم کے
سلسلہ میں فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ شمالی
و مغربی چین میں مسلمانوں کا کوئی تعلیمی مرکز نہیں
اور وہاں کے مسلمان تعلیمی حیثیت سے بالکل
پیچھے ہیں لیکن اب بتایا گیا ہے کہ پیکین میں
ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے جو شمالی
و مغربی باشندوں کے لئے مخصوص ہے
اور ما فو بیانگ جو ایک نامور مسلم جنرل اور
حکومت نانکنگ کے رکن ہیں خاص طور پر
مسلمانوں کی تعلیم میں دلچسپی لے رہے ہیں۔

لیکن اندرونی چین کے مسلمانوں کے حالات
شمال و مغربی چین کے مسلمانوں کے حالات سے
کہیں بہتر ہیں۔ مگر وہ پھر بھی ہانتی قوم سے تعلیم
صنعت و حرفت معیشت و تجارت میں بہت
پیچھے ہیں جمہوریت چین کے قائم ہونے کے
بعد قانوناً ان کو ہانتی قوم کی مساوی حیثیت

حاصل ہوگئی ہے اس لئے چین کے مسلمانوں کے حالات روز بروز بہتر ہوتے جا رہے ہیں، مگر ان کی ترقی کے لئے پانچ چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) اسلامی تعلیمات کو وہ اپنے لئے شمع ہدایت بنائیں (۲) ان میں کسی بہتر رہنما کی ضرورت ہے۔ (۳) دینی و دنیاوی تعلیم میں ہم آہنگی (۴) سیاسی میدان میں مسلمانوں کا متحدہ عمل (۵) اپنی پوزیشن سے آگاہ ہونا۔

یہ سب چیزیں ان کی ترقی کے لئے لابد وضروری ہیں۔

اس کتاب کے پانچویں باب میں چینی مسلمانوں کے عقائد سے بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اسلامی عقائد پر چینی زبان میں ایک مشہور کتاب حاجی محمد یوسف یونانی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ تصنیف بہت مختصر مگر جامع ہے۔ یہ نہ صرف چینی مسلمانوں کے لئے بلکہ چینی ادیبوں کے لئے بھی ایک نایاب تحفہ ہے یہ کتاب اکثر چینی مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر چکی ہے اور بہت سے مسلمانوں کو زبانی یاد ہے۔

اس کتاب کے چھٹے باب میں چینی مسلمانوں کے چند فرقے اور ان کی تحریکوں کو بیان کیا گیا ہے اس سلسلہ میں بتایا گیا ہے کہ شروع میں چینی مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہ تھا، یہ حالت تقریباً ایک ہزار سال تک رہی یعنے ساتویں صدی سے لے کر سترہویں صدی تک، مگر سترہویں صدی کے بعد وہاں کے مسلمانوں میں فرقہ بندی شروع ہوئی، آج کل وہاں مسلمانوں کے مختلف فرقے پائے جاتے ہیں اس کے بعد ان فرقوں کے دلچسپ حالات دئے گئے ہیں۔

اس کتاب کے ساتویں باب میں بتایا گیا ہے کہ چین میں مسلمانوں کو ہوئی ہوئی اور اسلام کو ٹسنگ چینگ کہتے ہیں اور چینی مسلمان اپنے آپ کو جیومن کہتے ہیں "ٹسنگ چینگ کے معنی ہیں پاک یا مقدس" جو بہت ہی بہتر لفظ سمجھے گئے ہیں کتاب مذکور کے آٹھویں باب میں چینی تصانیف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں بتایا گیا ہے کہ ساتویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک چینی زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جو اسلام یا عربی علوم کے متعلق ہو۔ عہد مینگ کا جب پہلا فرمانروا تائی ۱۳۶۹ء میں تخت چین پر متمکن ہوا تو اس نے عربی کی ان کتابوں کا ترجمہ کرنے کے لئے جو عہد یوان کے شاہی کتب خانہ میں پائی گئی تھیں مسلمانوں کے شیخ المشائخ کو ایک فرمان لکھا اس طرح عہد مینگ میں صرف عربوں کا علم نجوم چینی زبان میں منتقل ہوا۔

عہدِ ٹسنگ میں چینی مسلمانوں نے تالیف و تصنیف کے میدان میں خاصی ترقی کی چین کے مسلمانوں میں اٹھارویں صدی کا مشہور مسلم مصنف لیو ٹشی ہے لیو ٹی نے اپنی تصنیف و تالیف سے چینی مسلمانوں کے ذہن کو جلا بخشی حیاتِ محمدیؐ لیو ٹشی کی مشہور تصنیف ہے لیو ٹشی کی کتابیں آج بھی چین میں رائج ہیں ان میں رسوم عرب عقائدِ اسلام ارکانِ خمسہ اور حیاتِ محمدیؐ بہت مقبول ہیں۔

قرانِ مجید کے ترجمہ کے ضمن میں فاضل مولف نے تحریر کیا ہے کہ افسوس ہے کہ تیرہ صدیاں گزر چکیں مگر کسی نے قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف توجہ نہیں کی بعضوں نے ترجمہ کیا تو وہ نامکمل کیا اور بعض قدیم عربی داں مسلمان چینی عالم جو عربی جانتے تھے یہ تصوّر کرتے تھے کہ قرانِ پاک کا چینی زبان میں ترجمہ کرنا بدعت ہے۔ اسی اثناء میں ایک غیر مسلم لی ٹی چینگ نامی شخص اٹھا اور اس نے قرآن مجید کا ترجمہ چینی زبان میں سب سے پہلے کیا۔ اس کا مکمل ترجمہ دسمبر ۱۹۲۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ اس ترجمہ کے شائع ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو بھی غیرت آئی انہوں نے پیکن میں ایک انجمن قائم کی جس کا صدر وانگ چینگ زائی کو بنایا جو وہاں کے علماء میں خاص شہرت و مقبولیت رکھتے ہیں۔ وانگ چینگ زائی نے عربی زبان سے قرآن مجید کا ترجمہ چینی زبان میں کیا جو اب مکمل ہو کر شائع ہو گیا ہے۔

اب تک جو چینی زبان میں قرآن مجید کے ترجمے ہوئے یا ہو رہے ہیں فاضل مصنف نے اس کی تفصیلی فہرست اس باب میں دی ہے رسائل اور اخبارات کے ضمن میں بتایا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے جو اخبارات و رسائل چین میں نکل رہے ہیں ان کی تعداد (۲۱) ہے۔

اس کتاب کے نویں باب میں چینی مسلمانوں کے دینی و دنیوی تعلیم کے عام حالات دئیے ہیں دینی تعلیم کے سلسلہ میں بتایا ہے کہ چین کے صوبہ کانسو دینی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ آگے چل کر فاضل مولف نے بتایا ہے کہ اگرچہ دینی تعلیم چین میں جاری ہے مگر اس کی حالت زیادہ امید افزا نہیں۔ کیونکہ جو لوگ دینی تعلیم پاتے ہیں اکثر ان میں سے غریب ہیں چونکہ ان کو کوئی ذریعہ معاش نہیں ملتا اس لئے اُن کے والدین یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ ان کو کسی عربی مکتب یا مدرسہ میں داخل کر دیں تاکہ وہ وہاں اپنے اوقات گزاریں، جب کوئی لڑکا دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے کسی مکتب میں داخل ہو جاتا ہے تو خوش حال لوگ اس کی مدد

کرتے ہیں۔ چین میں ہر مسجد کے ساتھ ایک
چھوٹا سا مکتب دینی ضرور ہوتا ہے یہی طلباء
آگے چل کر اپنے محلہ کی مسجد کے امام اور دینی
پیشوا ہو جاتے ہیں۔

عموماً دینی نصاب میں چند سورتیں نماز
کے احکام وارکان اور وضو کے مسائل ہوتے
ہیں اور جن کو عربی زبان کا شوق ہے ان کو
شرح ملا جامی، مختصر معانی۔ عوامل، مصباح
اور مراح الارواح وغیرہ پڑھا دیتے ہیں۔

فقہ کے طالب علموں کو عمدۃ الرعایہ۔
ہدایہ اور در مختار۔ پڑھائی جاتی ہے حدیث
کی تعلیم شاذونادر ہی ہے۔ علم الکلام اور
عقائد کا زور کافی ہے، تفسیر میں بیضاوی
اور جلالین پڑھاتے ہیں۔ عربی ادب بہت
کم پڑھایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ چینی علماء
فقہی مسائل میں تو ماہر ہیں لیکن عربی زبان کا
ایک لفظ نہیں بول سکتے، دینی مصلحین نے
پیکن میں حال ہی میں ایک دینی درسگاہ
دارالمعلمین کے نام سے قائم کی ہے۔
جس کے حالات بہت امید افزا ہیں۔

دنیاوی تعلیم کے عنوان کے ماتحت فاضل
مولف نے بتایا ہے کہ چینی مسلمانوں میں
دنیاوی تعلیم کا رواج زیادہ ہے جو لوگ
دنیاوی تعلیم پاتے ہیں وہ خوش حال اور
مالدار لوگوں کی اولاد ہیں۔ طالب علم میں
ادبی اور ذہنی نشو ونما یونیورسٹی کی تعلیم
سے شروع ہوتا ہے۔ مسلمان طلباء بھی
یونیورسٹی میں شریک ہوتے ہیں اور نمایاں
ترقی کرتے ہیں۔

اس کتاب کے دسویں باب میں مسلمانان
پیکن کی شادی کے رسم ورواج کو بیان
کیا گیا ہے۔ کتاب کے گیارہویں باب
میں چین کے مسلمانوں کے سوشل اور معاشی
حالات سمجھانے کے لئے مختلف مقامات کے
حالات پیش کئے گئے ہیں۔

غرضکہ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے
جو چین کے مسلمانوں کے معاشی، معاشرتی
تعلیمی اور دیگر حالات سے واقف ہونا چاہتے
ہیں کافی دلچسپی کا سامان اپنے اندر رکھتی ہے
کتاب کی زبان بہت ہی عام فہم
سہل اور سلیس ہے۔ اور ساری کتاب
دلچسپ معلومات سے پُر ہے۔

تبصرہ

نسل اور سلطنت

فن تاریخ - **مولف** ر-ع-نذیر احمد صاحب
ناشر انجمن ترقی اردو ہند دہلی - سائز ڈیمی - کاغذ
سفید چکنا - **طباعت و کتابت** - متوسط
قیمت عہ/۱

کتاب کی اہمیت عنوان سے ظاہر ہے "نسل اور سلطنت" یعنی تاریخ و سیاسیات میں نسل کا تصور - حیات انسانی کے مختلف ادوار اور سیاست مدن کا ارتقا نسل انسانی مجموعی طور پر جن جن سیاسی اور معاشرتی منازل کو طے کر کے موجودہ مقام پر پہنچی ہے - اس پر شرح و بسط کے ساتھ بحث کرنے کے لئے مؤلف نے اس کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے - باب اول میں مؤلف نے نسلی امتیاز کے ابتدائی نظریہ - وحشی اقوام میں جادو کا تصور اور جادوگری و ملوکیت کے تعلق پر بحث کی ہے دوسرے باب کو

جناب ع - س - خ صاحب

فاضل مؤلف نسلوں کی تقسیم کے معیار آریائی زبانوں کا معیار نسل کے متعلق قدیم ہندوستانی نظریے - ذات پات کا معاشی اور معاشرتی نظام کے لئے وقف کیا ہے ابواب سوم اور چہارم میں شہنشاہیت کی قسمیں بابل - یونان اور رومتہ الکبریٰ کے عہد زرین پر روشنی ڈالی گئی ہے -

اردو میں اس موضوع پر اب تک کوئی کتاب نہیں تھی - "نسل اور سلطنت" شاید پہلی کتاب ہے جو اس موضوع پر شائع ہوئی ہے - کتاب شروع سے لے کر آخر تک دلچسپ ہے - واقعات کی صحت کا بہت خیال رکھا گیا ہے ہر تاریخی واقعہ کا حوالہ اور اسکے ماخذ کے حوالے بھی جا بجا دیے گئے ہیں - جن سے اس موضوع کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے لئے مختلف تصانیف کے انتخاب میں بہت مدد ملتی ہے -

زندگی کے موڑ پر

فن افسانہ **مصنف** - کرشن چندر -

جدید افسانہ نگاروں میں کرشن چندر کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ۔ وہ کسی اور کو نصیب نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ کرشن چندر اچانک افق ادب پر نمودار ہوئے اور دیکھتے دیکھتے فضائے ادب پر چھا گئے ۔ کرشن چندر افسانے کے فن سے ہی خوب واقف ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایک ناول نگار کی حیثیت سے بھی بہت کامیاب ہیں۔ جس کا بین ثبوت ان کا ناول "شکست" ہے ۔

زیر تبصرہ مجموعہ ان کے تین طویل افسانوں پر مشتمل ہے ۔ زندگی کے موڑ پر اس مجموعہ کا پہلا افسانہ ہے جس میں پنجاب کے ایک دیہات کا مُرقع پیش کیا گیا ہے ۔ اس افسانے کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے شروع سے آخر تک مقامی رنگ کو قائم رکھا ہے جو فن افسانہ نگاری کا ایک اہم جز ہے ۔

گرجن کی ایک شام

اس مجموعے کا دوسرا افسانہ ہے ۔ اس افسانے کا پس منظر ایک ایسا علاقہ ہے جو موجودہ تہذیب سے ہنوز نا آشنا ہے ۔ اس افسانے میں قبائلی زندگی کی عکاسی کی گئی ہے جہاں ہوس کار اور محبت پنپ نہیں سکتی پر خلوص اور بے لوث محبت ہی نبھ سکتی ہے اس مجموعے کا تیسرا افسانہ " بالکونی " ہے جو ہمارے نزدیک اس مجموعے کا کامیاب ترین افسانہ ہے ۔ اس افسانے میں مصنف نے کشمیر کے ایک ہوٹل کے حالات پیش کئے ہیں۔ ایسا ہوٹل جہاں مختلف درجات اور طبقات کے لوگ بستے ہیں ۔ اسی لئے اس افسانے میں ہندوستانی زندگی کا وہ حیرت انگیز تنوع پایا جاتا ہے جو ہمارے معاشرے کی خرابی کا نتیجہ ہے ۔ جہاں تک طرز بیان کا تعلق ہے مصنف نے ان افسانوں کو پُر تاثیر کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے ۔ اور یہ افسانے اُن کے کامیاب ترین اور معیاری افسانے کہے جا سکتے ہیں ۔

یقین و عمل

مترجم ۔ مولوی عبد القدوس صاحب ہاشمی ۔
فن ۔ فلسفہ **ناشر** ادارہ اشاعت اردو
مطبع ۔ اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد **سائز** ۲۰×۳۰
صفحات ۱۱۲ **کاغذ** سفید چکنا ۔ **کتابت طباعت** ۔ دیدہ زیب **قیمت** عـــہ

برطانوی جمیعتہ فلاسفہ کے صدر اور سابق برطانوی وزیر وائکونٹ سیموئل کی تالیف "سیلف اینڈ ایکشن" کو مولوی عبد القدوس صاحب ہاشمی نے "یقین عمل" کے نام سے اردو میں منتقل کیا ہے ۔ ترجمہ میں مولوی صاحب نے

پورے طور پر کتاب کی پابندی نہیں کی۔ یہ
ترجمہ کہیں ملخص ہے اور کہیں مولوی صاحب نے
حسب ضرورت کمی بیشی کی ہے۔ ایسے مقامات
پر جہاں مؤلف کے خیالات سے مترجم کو اختلاف
تھا وہاں فاضل مترجم نے طویل حواشی کا اضافہ
کیا ہے۔ کتاب کا موضوع انسانی فکر اور
انسانی عمل ہے۔ یعنے فلسفہ کو زندگی میں
کیسے کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ اس موضوع پر
یہ کتاب دنیا کی بہترین تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔ اور
اس موضوع پر پیدا ہونے والے مسائل پر اس
کتاب میں کامل طور پر چھان بین کی گئی ہے
اور فلسفیانہ طرز استدلال سے زندگی کے
عملی پہلو کو ہر نوعیت سے پیش کیا گیا ہے۔
کتاب میں اکثر جگہ یورپین مفکرین و حکماء
کے افکار پیش کئے گئے ہیں۔ کتاب کا آخری
باب جس میں عملیت پر زور دیا گیا ہے۔
اقبال کے اس شعر کا نچوڑ ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

یہ کتاب اردو ادب میں ایک بیش بہا
اضافہ ہے اور مولوی عبدالقدوس ہاشمی ہمارے
شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی نایاب
اور مقبول کتاب کو اردو میں منتقل کیا ہے۔

آبشار

فن۔ نظم۔ مصنف فیض جھنجھانوی۔

ناشر۔ اردو مجلس دہلی۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶
کاغذ سفید کتابت و طباعت۔ عمدہ
قیمت ۱؎ کلدار۔

فیض صاحب ان شعراء میں سے ہیں۔ جو
قادر الکلام اور باکمال ہونے کے باوجود قعر
گمنامی میں افتادہ ہیں۔ ہمارے ملک کی یہ ایک
بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ یہاں۔ فصیح اور بلند پایہ
فن کاروں کی قدر و قیمت نہیں۔
آج کل کے شعراء کی حالت اس گم کردہ
منزل کی سی ہے جو جادۂ راہ کے علاوہ زاد راہ
بھی کھو بیٹھا ہو۔ جدید شعراء کی دنیائے خیال
بہت ہی محدود اور تنگ ہے۔ وہ اپنی کم مائیگی
کو دور کرنے کے لئے مغربی شعراء سے خیالات
کا اکتساب کرتے ہیں۔ اگر یہ خیالات ادبی و
تعمیری ہوں تو کچھ ہرج نہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ
وہ ہر خیال کو چاہے وہ صحیح ہو یا غلط اوس کی
صحت اور عدم صحت پر غور کئے بغیر اخذ کرتے ہیں۔
خیر جب خیالات مستعار ہوں تو کم از کم طرز ادا
منفرد ہونا چاہئیے لیکن وہ اپنا دماغ طرز بیان
پر بھی صرف نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ
وہ الفاظ کے انتخاب اور صحیح استعمال کو کوئی
اہمیت نہیں دیتے۔ جس طرح کسی زیور کی زیب
و زینت نگینوں سے ہوتی ہے اسی طرح
شعر حسن الفاظ سے نکھرتا ہے یہی وجہ ہے کہ
ان میں انفرادیت مطلقاً مفقود ہے۔ ہم ان کی

شاعری کو دفترِ بے معنی سے تعبیر کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ زیرِ تبصرہ کتاب فیض صاحب کے نظموں اور غزلیات کا مجموعہ ہے ۔ کسی نے کہا ہے اور کتنا خوب کہا ہے کہ "شاعری زندگی کا آئینہ ہوتی ہے" ۔ فیض کا کلام اس مقولہ کی جان ہے ۔

لطافتِ زبان، ندرتِ بیان، خیالات کی جدّت ۔ جذبات کی حدّت ۔ علوئے تخیل اور معنی آفرینی کے علاوہ ان کا کلام صنائع و بدائع سے مزیّن ہے ۔ فارسی میں استادانہ مہارت رکھنے کی وجہ سے فیض حسین و جمیل فارسی تراکیب اور بہترین الفاظ استعمال کرنے میں بہت کامیاب ہوئے ہیں ۔

غرض اس چمنستانِ شعر و ادب کے کن کن گلہائے رنگ رنگ کی حسن و خوبیِ بیان کی جائے ۔ اس خم کدہ سے طبیعت سیر نہیں ہوتی چند جرعات آپ کی خدمت میں بھی پیش ہیں ممکن نہیں کہ آپ اس سے مدہوش نہ ہوں ۔

کی برکت سے سینۂ گل قلبِ کامل چاک ہوا ۔

ماتمِ ارمانِ بلبل ہر پیرہنِ دل چاک ہوا

ہر عزم ، تقدیر بکف ہر سوزِ نہاں تاثیر بکف

ہر موج میں شمشیر بکف ، ہر سینۂ ساحل چاک ہوا

ہر ذرہ مثالِ قمر ہر قطرہ بہائے لعل و گہر

ہر جلوۂ شہیدِ نظر ہر پردۂ محمل چاک ہوا

(از نظم "وہ")

شوخیِ رنگ شفق پیِ منظر لالہ فروش

خندۂ نورِ سحر یہ جلوۂ برق انتساب

سینۂ مشرق پر آویزاں ہے سورج اس طرح

توڑ کر رکھ لے کوئی جیسے گریباں میں گلاب

(از نظم "نقد و نظر")

ہر نجم سحر آہنگِ گل ، ہر عارضِ گل قندیلِ چمن

ہر رشحۂ شبنم بارشِ مے ، ہر قطرۂ مے دل ہوتا ہے

دامانِ خرد پر پڑتی ہے لہرا کے نگاہِ دستِ جنوں

وہ دستِ جنوں جس کی زد میں ہر پردۂ محمل ہوتا ہے

(از نظم "لمحہ سرشاری")

گرمیِ جاں شعلۂ ہستی شرارِ زندگی

خندۂ گل جلوۂ شبنم بہارِ زندگی

ابرِ معنی جوئے حکمت آبشارِ زندگی

اے کہ تیرا ہر نفس پروردگارِ زندگی

تیرے دم سے گلشنِ شعر و سخن شاداب ہے

بربطِ کونین پر تیری نظر مضراب ہے

(از نظم "اقبال")

تعارف

مضامین آزاد جلد اول و دوم ہندوستانی پبلشنگ ہاؤس دہلی نے سید سفارش حسین صاحب سے مولنا ابوالکلام آزاد کے مضامین کو دو جلدوں میں مرتب کرا کر شائع کیا ہے۔ یہ وہ مضامین ہیں۔ جو کبھی الہلال میں شائع ہو کر ملک کے عوام و اہل نظر سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں، ان مضامین میں مسلمانوں کے لئے بصیرت و عبرت کا ایسا سامان موجود ہے کہ جس سے ایک مسلمان کو اپنا بھولا ہوا راستہ یاد آجاتا ہے
قیمت جلد اول و دوم عـہ

پندار شکن۔ ٹیگور، سرت چندر اور دوسرے ادیبوں کے (۱۶) افسانوں کا مجموعہ ہے، جس کو ضیاء الدین بی۔اے نے اردو میں منتقل کیا ہے، بعض افسانے قابل مطالعہ ہیں۔ قیمت عـ۸ـہ

پہلا گناہ لیو ٹالسٹائی کے دو ڈرامے ہیں ایک طربیہ اور دوسرا حزنیہ، ان دونوں ڈراموں کا ترجمہ کر کے "پہلا گناہ"

جنابہ ع۔خ صاحبہ کے نام سے خلیل احمد صاحب نے پیش کیا ہے زبان نہایت سلیس اور عام فہم ہے
قیمت عـ۳ـہ و ۔

دنیا کے تین بہترین ناول یہ تین ناول ہیں جو انگریزی سے اردو میں منتقل کئے جا کر یکجا کر دئے گئے ہیں۔ مترجم احسان بی۔اے (آنرز) ہیں۔ احسان صاحب کو اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر خوب عبور حاصل ہے۔ ان کے ترجمہ میں خاصی سلاست و روانی ہے۔

مُعاشقے مغربی اور مشرقی تاریخ کی چند عشقیہ داستانیں ہیں جن کو قمر اجنالوی نے ادب اور تاریخ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ ان میں سے اکثر افسانے تاریخی کتابوں سے لئے گئے ہیں قیمت ۲ روپے

کھیل جنابہ خدیجہ مذر کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ ہے قیمت عـ۱۲ـہ

کفن مصنف نانک نے اٹھ اخلاقی اور معاشرتی افسانوں کا مجموعہ ہے

لکھنے والوں میں سیتا دیوی، کماری پربھا ورما، شانتی دیوی ورما کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ قیمت عہ ۱۲/-

لذتِ انتقام

فرانس کے شہرہ آفاق ادیبہ بیرونس اورنی کے ایک شاہکار ناول کا ترجمہ ہے یہ ایک خاتون کی داستان ہے۔ ترجمہ کے فرائض ضیاء الدین بی۔ اے نے انجام دئے ہیں۔

نئی قندیلیں

چند افسانوں اور نظموں کا مجموعہ ہے جس کو قمر تسکین صاحب نے مرتب کیا ہے۔ لکھنے والوں میں شبلی بی کام، احمد شجاع، پریم چند، سدرشن، اختر انصاری کے نام قابل ذکر ہیں قیمت عہ

سبز و سرخ

جناب احمد حسین خاں نصاب ایڈیٹر رسالہ شباب اردو کے (۱۰) دل افروز افسانوں کا مجموعہ ہے افسانے نہایت ہی پاکیزہ اور خانصاحب کی طرز تحریر نہایت دلکش ہے۔ قیمت عہ

سوغات

جناب سلمان الارشد فاروقی کے چھ افسانوں کا مجموعہ۔ حقیقت پسندی سلمان صاحب کی ایک اہم صفت ہے۔ انکے افسانوں میں واقعیت زیادہ اور بناوٹ کم ہوتی ہے

سلمان صاحب کا ذوق بہت پاکیزہ ہے انکی تحریروں میں لطافت، جذبات کی بلندی، احساسات کی نزاکت اور زبان کی شگفتگی جابجا نمایاں ہے۔ قیمت عہ

باندی

انصار نیوتنوی کا ایک ناول ہے جس میں زمینداروں کی کچھ کھلی اور چھپی لڑائیاں غریب طبقے کی دردناک زندگی تعصبات کے رسم و رواج پر انصار صاحب نے ایک کامیاب ناول نگار کی طرح روشنی ڈالی ہے۔ قیمت عہ

چرکے

ہاجرہ مسرور کے بارہ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں بعض چرکے ایسے ہیں جو فی الواقعی انسان کو خواب غفلت سے چونکا دیتے ہیں قیمت عہ ۱۲/-

رزم و بزم

(۱۲) کہانیوں کا مجموعہ ہے جس کو پروفیسر لاجپت رائے نیر ایم اے اور علامہ تاجور نے مرتب کیا ہے اس میں اکثر کہانیاں ترجمہ ہیں۔ بعض طبعزاد ہیں۔ یہ کہانیاں نتیجہ خیز اور نہایت ہی دلکش ہیں قیمت ۱۲/-

داستانیں

یہ چار داستانیں ہیں۔ جن کو قمر اجنالوی صاحب نے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ داستان اتیخنر کی ساحرہ شاید انگریزی سے ماخوذ ہے کہانیوں سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ داستانیں خاص جاذب توجہ ہیں قیمت ۱۲/-

نئی فضائیں

قمر تسکین صاحب نے اردو کے چند ادیبوں کے شاہکار ایک جا جمع کر دئے ہیں۔ نئی فضائیں منتخب افسانوں کا مجموعہ ہے۔ لکھنے والوں میں احمد ندیم قاسمی۔ اختر انصاری اور علی عباس حسینی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں قیمت ۲ ہے
کتاب کے آخر میں ان افسانہ نگاروں کے خود نوشتہ حالات زندگی بھی اس مجموعہ میں شریک کئے گئے ہیں قیمت ۲

فریادی

ستونت سدھو صاحب فیروز پوری نے چار ڈرامے فریادی کے نام سے لکھے ہیں، اور ہر ایک ڈرامے میں سماج کے مظلوموں کی داستانوں کو بالکل انوکھے اور نئے طرز پر پیش کیا ہے قیمت ۱۲؍

(۱) کالا دیو
(۲) زالہ پری
(۳) لالہ پری
(۴) سبزہ پری

ابو تمیم صاحب فرید آبادی کی یہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں بک ڈپو انجمن ترقی اردو دہلی نے دیدہ زیب طباعت و کتابت کے ساتھ شائع کی ہیں، ان کتابوں کی زبان نہایت ہی سہل و سادہ ہے جن کو چھوٹے چھوٹے بچے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

قسمت

مشہور انگریزی ادیب بابو نگیندر ناتھ کے ایک دلچسپ ناول کو پریم چند نے اردو میں قسمت کے نام سے منتقل کیا ہے۔ دلچسپ بھی ہے اور حیرت خیز بھی۔ قیمت ۱۲؍

علمی استفسارات

جناب محترم ۔ تسلیم

اس وقت تک علامہ اقبال کے متعلق جو کتابیں شائع ہوئی ہیں اگر انکی ایک فہرست ہماری کتابوں میں شائع کی جائے تو باعث ممنونیت ہوں گا ۔

سلمان
از جھانسی

جواب ۔ علامہ اقبال کے متعلق چھوٹی بڑی متوسط یوں تو متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں ۔ لیکن وہ کتابیں جن سے اقبال اور انکی شاعری کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے ہم انکی ایک مختصر فہرست آپ کے لئے درج کئے دیتے ہیں

(۱) اقبال ۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو

(۲) روح اقبال ۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب

(۳) فکر اقبال ۔ مرتبہ جناب مولوی غلام دستگیر صاحب رشید

(۴) آثار اقبال ۔

اقبال اور دختران ملت ۔ طارق بی ۔ اے

ان کے علاوہ ڈاکٹر رضی الدین صاحب صدیقی کے چند معرکتہ آلارا پمفلٹ " اقبال کا فلسفہ زمان و مکان " اور " اقبال کا فلسفہ حیات و موت " کا مطالعہ کیجئے اس کے بعد بھی اگر آپ اقبال کے متعلق مزید لٹریچر کی ضرورت محسوس کریں تو براہ کرم آپ بزم اقبال حیدرآباد سے خط و کتابت کیجئے جہاں اقبال سے متعلق تمام لٹریچر جمع کیا گیا ہے ۔

اچھے مضامین

از جناب ثالث صاحب

ماہ اکتوبر ۱۹۴۴ء کے بعض رسالوں میں جو اچھے مضامین پائے گئے ان کی صراحت درج کی جاتی ہے ۔

(۱) آپ بیتی (آج کل بابتہ یکم اکتوبر ۱۹۴۴ء)

منشی پریم چند انجہانی نے اپنی آپ بیتی لکھی ہے یوروپ کے اکثر مصنفین اور اہل قلم اصحاب "آپ بیتی" حالات لکھا کرتے ہیں، اور اردو زبان میں بھی اب اس کی ابتدا ہو چکی ہے منشی پریم چند کے مختصر آپ بیتی واقعات پہلی مرتبہ "آج کل" کے ذریعہ شائع ہوئے ہیں اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ منشی صاحب کی زندگی کس طرح مفلسی میں بسر ہوگی ۔ اور وہ ایک اچھے اور بلند پایہ ادیب ہوتے ہوئے بھی آخر تک تنگدستی کا شکار رہے ۔ بیماری، پریشانی، افکار اور مصیبتیں گلے کا ہار بنے رہے ۔

(۲) شاہ نصیر کے ہندو شاگرد (آج کل بابتہ یکم اکتوبر ۱۹۴۴ء) عبدالسلام صاحب خورشید کا یہ مختصر مضمون ہے ۔ شاہ نصیر دہلی اسکول کے اساتذہ میں شامل ہیں، جو کئی مرتبہ حیدرآباد آئے اور آخری مرتبہ ایسے آئے کہ یہاں ہی مرکر دفن ہو گئے ۔

نصیر کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، خورشید صاحب نے ان کے اکیس ۲۱ ہندو شاگردوں کا تعارف کرایا ہے ۔ مضمون نہایت اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے ۔ اس میں وسعت کی کافی گنجائش تھی ۔

(۳) ذوق سے ناانصافی (رسالہ آجکل بابتہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

پرستاران غالب اکثر مرتبہ غالب کو ذوق پر ترجیح دیتے ہوئے ذوق پر حسب ذیل اعتراض کرتے ہیں ۔

الف ۔ ذوق کے بعض استادیاں ہیں [illegible]

ب ۔ ذوق غالب کا [illegible] مقلد تھا ۔

ج ۔ ذوق کی شاعری [illegible] زبانی نہیں ہے ۔

جناب جوش [illegible] نے اس مضمون میں اعتراضات کا [illegible] یدی جواب دیا ہے ۔

یہ مضمون قوی دلائل اور بدیہی ثبوت کے ساتھ قلمبند ہوا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دلچسپ اور معلومات آفریں ہے۔

(۴) سر جان ملکم۔ (آج کل بابتہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

یہ مضمون "روزگار نو" (لندن) سے اخذ کیا گیا ہے، مترجم کا نام نہیں ہے۔ مضمون کافی معلومات سے مملو ہے۔

بعض مشاہیر انگریزی جو زمانہ مابعد میں ممتاز شخصیت کے مالک بنے ہیں ان کا ابتدائی زمانہ حیدرآباد میں گزرا ہے۔ مثلاً مسٹر چرچیل جو لارڈ کرزن کی وائسرائی کے زمانہ میں چار سال تک انگریزی فوج میں ایک افسر کی حیثیت سے سکندرآباد میں رہے تھے، اسی طرح سر جان ملکم ۱۷۹۱ء میں حیدرآباد میں متعین تھے۔ یہاں ہی انہوں نے فارسی زبان سیکھی۔

وہ لارڈ ویلزلی کے زمانہ میں ایران بھیجے گئے اور اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہندوستان اور ایران کے درمیان بلاواسطہ اتحاد و دوستی کی صورتیں پیدا کریں۔ اور ان تجارتی تعلقات کو مضبوط بنیادوں پر قائم کریں۔ ملکم نے اس مشن کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ملکم کو ایران سے خاص محبت اور انسیت ہو گئی۔ ۱۸۱۵ء میں انہوں نے ایران کی تاریخ دو جلدوں میں نہایت محنت اور کاوش سے لکھی۔ اور برٹش میوزیم کو کئی فارسی مخطوطات تحفہ دیں انہی کی وجہ سے شیخ سعدی کا مقبرہ بنا۔ ۱۸۳۳ء میں ان کی رحلت ہوئی۔

اس موقع پر یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ سر جان ملکم حیدرآباد سے بھی کئی مخطوطات اپنے ہمراہ لے گئے تھے جو برٹش میوزیم کو تحفہ دیئے گئے۔ ان میں سے ایک مخطوط دیوان مہ لقا بائی چندا بھی تھا۔ چنانچہ خود اس مخطوطہ پر سر جان ملکم نے اس کی صراحت کر دی ہے۔ جان ملکم کے حیدرآبادی خدمات کی تفصیل اس مضمون میں نہیں ہے۔

(۵) کہکشاں (رسالہ آج کل بابتہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء)

کبھی کبھی جب آسمان پر بادل نہ ہوں اور نہ چاند، تو سورج غروب ہونے کے کچھ دیر بعد ستارے پوری روشنی کے ساتھ چمکنے لگتے ہیں تو آسمان پر شمالاً و جنوباً ایک روشن سڑک جیسی پھیلی نظر آتی ہے۔ اسی آسمانی روشنی پٹی کو فارسی میں کہکشاں کہتے ہیں۔

محمد رشید فریدی صاحب نے اس مضمون میں کہکشاں کے متعلق سیر حاصل تبصرہ کیا ہے، کہکشاں کی جائے وقوع، اس کی روزانہ ظاہری حرکت، شکل صورت اور

اصلیت پر مفصل وضاحت کی گئی ہے کہکشاں کا پہلا فوٹو ۱۸۸۹ء میں پروفیسر برنارڈ نے حاصل کیا تھا۔ مگر آج سے ہزاروں برس پیشتر بھی لوگ کہکشاں کو دیکھتے تھے اور اس کے متعلق عجیب غریب اعتقادات رکھتے تھے

(۶) موجودہ ادب اور اس کا پس منظر (دنیا و ر بنگلور)
پروفیسر عبدالقادر صاحب سروری کا یہ قابل قدر مقالہ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اردو ادب کی اور شاعری کے اصلاح کی تحریک مولانا آزاد اور حالی کے زمانہ سے شروع ہوئی موجودہ ادب میں جو تحریکیں برپا ہیں ان کے ماخذ کی تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ جنگ عظیم کے باعث ادب میں تغیر ہوا۔ ایک تو زمانہ جنگ میں نوجوان طبقوں کی تباہی، دوسری معاشی افراتفری، قوم کے نوجوان طبقوں کی موت ایک ایسا سانحہ ہوتا ہے جس سے کئی معاشی اور سماجی مسائل پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں روس کی اشتراکی تحریک یورپ میں اتنی نہ پھیل سکی جتنی کہ ہندوستان میں اس کے اثرات رونما ہوئے کہ سرمایہ دار کسان، مزدور اور دوسرے ساری اشتراکی تصوریات کی درآمد ہو گئی۔

پروفیسر صاحب کے خیال میں ہمارے شاعروں اور ادیبوں نے جس نئی طرز کو ترقی دینے کی کوشش کی ہے اس کے حسن و قبح کے متعلق ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔

(۷) اردو کا قدیم ترین سائنسی ادب (سب رس بابت اکتوبر)
حمید الدین صاحب ایم اے اڈیٹر رسالہ سب رس کے مضمون کا سلسلہ ہے۔ اس میں تین کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ جن میں سے ایک یعنی "مجموعہ مسائل سائنس" قلمی ہے جو سنہ ۱۸۳۰ء مرتب ہوا ہے۔ دوسری دو کتابیں "تپ اور اسہال کا علاج" اور "سانپ کے کاٹے" کے نام سے ہیں یہ دونوں کتابیں مطبوعہ ہیں جو سنہ ۱۸۴۱ء میں طبع ہوئی ہیں۔

"مجموعہ مسائل سائنس" میں حسب ذیل عنوان پر بحث کی گئی ہے۔ الکٹریسٹی۔ تپ پیدا ہونے کا بیان ماتا۔ ربر۔ تشریح شنئے۔ بیان غذا ہضم ہونے کا۔ بیان کے جر کا گیا لنزم بیان میس کا۔ بیان لونڈی یعنی کا۔

فہرست

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) شاہراہ عثمانی حیدرآباد

کتاب خانہ نے علم کتاب داری کے جدید اصولوں کو پیش نظر رکھ کر ایک فہرست (١٥٢٢) مصنفین کی (٥٢٠٠) کتابوں پر مشتمل مرتب کی ہے۔ جو

حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہے

(١) فہرست کو ٩٩ فنون پر تقسیم کیا گیا ہے۔

(٢) ہر فن میں حروف تہجی کی ترتیب ہے۔

(٣) کتاب کے نشانِ داخلہ کے علاوہ فن نمبر بھی دیا گیا ہے۔

(٤) غیر زبان سے اردو میں منتقل شدہ کتابوں کے آگے "ترجمہ" لکھ کر وضاحت کر دی گئی ہے۔

(٥) حروف تہجی کی ترتیب کو برقرار رکھتے ہوئے مصنفین کا اشاریہ بھی درج کیا گیا ہے تاکہ مصنف وار بھی کتاب تلاش کی جا سکے۔

مہتمم گشتی کتب خانہ

عِلمِ کتب خانہ

زمانہ قدیم کے کتب خانے

بسلسلہ سابق

قدیم رومی چونکہ جنگجو تھے اس لئے انہوں نے کتابوں کی زیادہ پروا نہ کی۔ اس لئے پہلا کتب خانہ وہ تھا جس کو آئی میلیس پالس مقدونیہ کی فتح کے بعد روم لے آیا تھا۔ مفتوح بادشاہ کی جائداد میں سے صرف کتب خانہ ہی کو اس نے اپنے لئے محفوظ رکھا اور بعد میں اپنی اولاد کے لئے بطور ورثہ چھوڑا۔ اس کے بعد سلا ایتھنس سے اپلکن لی سس کا کتب خانہ لے آیا اور لوکیولس اپنے مشرقی فتوحات سے ادب کے بڑے اور عمدہ ذخیرے ساتھ لے آیا (۶۰ ق۔م) اور اپنے دوستوں اور اہل علم کو ان سے استفادے کی اجازت دی اور اس لئے اس کا کتب خانہ اور اس کے قریب کے راستے اور مقامات پر اکثر لوگ اور خصوصاً یونانی آیا کرتے تھے۔ اب امراء اور مالدار لوگوں کے لئے اچھا کتب خانہ رکھنا ان کی امارت کا ایک لوازمہ ہو گیا تھا اور اس میں بعض لوگوں نے اس قدر غلو کیا تھا کہ وہ سنکا کی حقارت اور لوسی ین کی طنز کا نشانہ بنے۔ سیسرو اور اٹی کس جس جوش و شغف سے اپنے ذخیرۂ کتب میں اضافہ کرتے تھے اس سے روم و یونانی ادب کے شائقین واقف ہیں۔

مشہور رومی مورخ پلائنی کے قول کے مطابق اسی نی یس۔ پولیو پہلا شخص تھا۔ جس عوام کے لئے ایک کتب خانہ قائم کیا اور اس کے اخراجات بھی اپنے ذمہ لئے پولیو کے کتب خانے کے بعد شہنشاہ آگسٹس نے عوام کے لئے دو کتب خانے قائم کئے ان میں سے ایک اس نے اپنی بہن اکٹویا کے نام سے (۳۳ ق۔م) قائم کیا۔ یہ کتب خانہ ایک خوبصورت عمارت پورٹیکس اکٹویا کے اوپر کے حصے میں تھا اور اس کا نچلا حصہ چہل قدمی کے لئے تھا۔ دوسرا کتب خانہ

پالاٹائین پہاڑی پر اپالو کے مندر سے متعلق
تھا۔ کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے
دو حصے تھے ایک یونانی اور ایک رومی
اکٹوبی ین لائبریری اس آگ میں تباہ ہوگئی
جو ماڈی نس کے زمانے میں تین روز تک روم
میں فروزاں تھی۔ اور پالاٹائین لائبریری بھی
کوڈی لس کے زمانے کی آگ میں تباہ ہوئی۔
شہنشاہ آگسٹس کے بعد بھی اس کے جانشین
کتب خانوں میں اضافہ کرتے رہے۔ اور جو
کتب خانے آگ میں تباہ ہوئے تھے ان کو
دوبارہ قائم کیا گیا اس طرح چوتھی صدی عیسوی
روم میں تقریباً اٹھائیس کتب خانے تھے۔

صرف روم ہی میں عام کتب خانے نہ
تھے اٹلی، یونان، مشرقی صوبوں، ایشائے کوچک
اور افریقہ میں چوبیس مقامات کے نام ایسے
ملتے ہیں جہاں عام کتب خانے تھے ان میں
سے اکثر مندروں سے متعلق تھے اور رفاہی
افراد کی دریا دلی سے ان کے اخراجات کی
پابجائی ہوتی تھی۔ چنانچہ چھوٹے پلائنی نے
اپنے شہر والوں کے نئے جس کتب خانے کو
کوم میں وقف کیا اس کے اخراجات دس لاکھ
سرٹا سے ہوتے اس نے میلان کے کتب خانے
کی امداد کے لئے بھی ایک کثیر رقم دی تھی بعض
کتب خانوں سے کتابیں مستعار بھی لیجا سکتی تھیں
ای فی سس (ایشیائے کوچک) اور
ٹیمی گڈ (الجیریا) میں حال کی تحقیقات کی بنا
پر ان کتب خانوں کی عمارت اور طرز تعمیر
کے متعلق کافی معلومات فراہم ہوئے ہیں۔
ایفی سس کے کتب خانے میں روشنی چھت
میں ایک مدور شگاف میں سے آتی تھی۔
ٹیمی گڈ کے کتب خانہ کی عمارت پامپی آئی
کے برآمد شدہ کتب خانے کی عمارت سے
بہت ملتی ہے۔ اور اس میں کتابوں کے رکھنے
کا ایک نظام بھی تھا۔ یہ تمام عمارتیں ایک عام
نقشے کے مطابق ہیں جو ایک مطالعے کے
کمرے اور بہت سے کتابوں کے رکھنے کے
کمروں پر مشتمل ہے۔ مطالعہ کا کمرہ یا تو مسد
یا نیم دائرے کی شکل کا ہوتا تھا۔ اور اس میں
آنے کا راستہ ایک شاندار پورٹیکو اور ستونوں سے
ہوتا تھا۔ داخلہ کے مقابل ایک محراب میں
لازمی طور پر ایک بت رکھا جاتا تھا۔ سابق میں
پرگامم میں جو منروا (دیوی) کا بت تھا اس کو
اب برلن میں محفوظ کیا گیا ہے۔ جووی نیل کے
ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر کتب خانوں
میں اس دیوی کا بت رکھا جاتا تھا۔ مطالعہ
کا کمرہ مشہور مصنفوں کے بسٹس (بالائی حصہ کا
مجسمہ یا تصویر) یا ان کے قد آدم بتوں سے
آراستہ کیا جاتا تھا۔ مصنفوں کی تصویریں اور
چہرے لکڑی کے ان صندوقچیوں اور تختوں پر جن
میں کتابیں رکھی جاتی تھیں مختلف رنگوں سے نقش کئے ہوئے تھے

تکملہ

گنتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند

شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن

تعداد کتب (۵۲۷۰ + ۵۰ + ۵۳۲۰)　　تعداد مصنفین (۱۲۴۹ + ۴ + ۱۲۵۳)

اسلامیات - ۲ الف

۵۲۷۱	۱۵۴	خلق عظیم	میر ولی اللہ	۱۹۳۷ء	اتحاد پریس لاہور	۱۲؍	
۵۲۷۲	۱۵۵	علامات قیامت	شاہ رفیع الدین	۔	دلی پرنٹنگ ورکس دہلی	۶؍	
۵۲۷۳	۱۵۶	مسلمانوں کی زندگی	مخدوم ناصر	۱۹۳۱ء	آرٹ پریس دہلی	۸؍	
۵۲۷۴	۱۵۷	زبدہ جاوید	ناصر الدین محمد ابو المنصور	۔	دلی پرنٹنگ ورکس دہلی	۱؎۱۲؍	

سوانح پیغمبر اسلام الف ۳

۵۲۷۵	۵۲	سیرۃ محمد رسول اللہ	مقبول احمد سیوہاروی		دلی پرنٹنگ ورکس دہلی	۸؍	

سوانح اکابر اسلام الف ۴

۵۲۷۶	۹۲	امت کی مائیں	راشد الخیری	۱۹۳۴ء	انجاح برقی پریس دہلی	[illegible]	

ڈراما۔ ب ۱

۵۲۷۷	۱۵۸	پہلا گناہ	طالسٹائی	۱۹۴۴ء	ہندوستانی کتاب گھر لاہور	عہ/	ترجمہ
۵۲۷۸	۱۵۹	حب وطن	منشی آرزو		رام دتہ مل لاہور	عہر/	

افسانہ۔ ب ۲

۵۲۷۹	۴۶۰	آنچل	احمد ندیم قاسمی		ادارہ فروغ اردو لاہور	ہے/	
۵۲۸۰	۴۶۱	انصاف	رابندر ناتھ ٹیگور	۱۹۴۴	بھارت پستک بھنڈار امرتسر	عہر/	ترجمہ
۵۲۸۱	۴۶۲	اور ان کی کہانی سُن میری زبانی	دیش	۱۹۴۴	دیال پرنٹنگ پریس لاہور	عیکر/	
۵۲۸۲	۴۶۳	بھولانات	رابندر ناتھ ٹیگور	۱۹۴۴ء	بھارت پستک بھنڈار امرتسر	۱۵/	
۵۲۸۳	۴۶۴	پریت کے افسانے حصہ اول	گوربخش سنگھ	۱۹۴۴	مرکنٹائل پریس لاہور	للعہ/	
۵۲۸۴	۴۶۵	پریت کے افسانے حصہ دوم	〃	۱۹۴۴	〃	للعہ/	
۵۲۸۵	۴۶۶	جلوے	آغا اشرف	۱۹۴۴	پنجاب نیشنل پریس لاہور	عہ ۱۴/	
۵۲۸۶	۴۶۷	جھمکے	برق صبانی	۱۹۴۴	شارپ پلشنگ کمپنی لاہور	لکہ ۱۲/	
۵۲۸۷	۴۶۸	چشم و چراغ	سدرشن	۱۹۴۴	تاج آفس بمبئی	ہے/	
۵۲۸۸	۴۶۹	شعلۂ اجل	رابندر ناتھ ٹیگور	۱۹۴۴	بھارت پستک بھنڈار امرتسر	۱۵/	
۵۲۸۹	۴۷۰	قربانی	ابو الکلام آزاد	۱۹۴۴	محبوب المطابع دہلی	۱۰/	
۵۲۹۰	۴۷۱	لاوا	میرزا ادیب	۱۹۴۴	عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور	ہے ۲/	
۵۲۹۱	۴۷۲	نازلی بیگم	ظفر علی خاں	۱۹۴۴	〃 〃 〃	لکہ ۸/	
۵۲۹۲	۴۷۳	نامۂ تہدید	آنسہ محمودہ		انجمن ترقی اردو کراچی	۱۴/	
۵۲۹۳	۴۷۴	نقش ناہید	مجنوں گورکھپوری		ایوان اشاعت گورکھپور	ہے ۱۲/	

ناول۔ ب ۳

۵۲۹۴	۷۴۰	بدلتی دنیا	خان احمد حسین خاں	۱۹۴۴	اینگلو ایشیاٹک بکڈپو لاہور	للعہ ۱۴/	
۵۲۹۵	۷۴۱	پریم پجارن	قدوس صہبائی	۱۹۴۴	رزاقی مشن پریس حیدرآباد	۱۴/	
۵۲۹۶	۷۴۲	چاند کا سفر حصہ اول	میلا رام وفا	۱۹۳۹	پنج خد پبلشنگ ہاؤس لاہور	۱۵/	

۵۲۹۷	۷۴۳	چاند کا سفر حصہ دوم	میلا رام وفا	۱۹۴۴	آج ند پبلشنگ ہاؤس لاہور	۱۵/-	
۵۲۹۸	۷۴۴	چاند کا سفر حصہ سوم	"	"	"	۱۵/-	
۵۲۹۹	۷۴۵	چراغ تلے اندھیرا	تیرتھ رام فیروزپوری	۱۹۴۴	نیشنل لٹریچر کمپنی لاہور	۲/-	ترجمہ
۵۳۰۰	۷۴۶	دنیا کے بہترین ناول	احسان	۱۹۴۴	ادارہ ادبیات جدید لاہور	۱۲/-	"
۵۳۰۱	۷۴۷	سنگ نیلی	فضل حق قریشی	۱۹۴۴	خاتون کتاب گھر دہلی	۱۴/-	
۵۳۰۲	۷۴۸	سیر ظلمات	ظفر علی خاں	.	عالمگیر پریس لاہور	۵/-	ترجمہ
۵۳۰۳	۷۴۹	لذت انتقام	ضیاء الدین		نیشنل پریس لاہور	۲/-	
۵۳۰۴	۷۵۰	محبوبہ قیروان	جرجی زیدان	.	عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور	۱۲/-	ترجمہ

نظم ۔ ب ۱۱

۵۳۰۵	۳۴۴	گلبانگ	میر ولی اللہ	۱۹۲۵	عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور	۱۲/-	

تاریخ ترکستان ۔ ج

۵۳۰۶	۵	زوال خلافت	نور محمد		دلی پرنٹنگ ورکس دہلی	۱۰/-	

تاریخی سوانح ۔ ج ۴

۵۳۰۷	۹۸	نپولین بوناپارٹ	——		راجپال اینڈ سنز لاہور	۱۲/-	

جغرافیہ ۔ ج

۵۳۰۸	۶	سرزمین ملتان	نور محمد خاں		فرخ بک سیلر ملتان	۳/-	

رپورٹیں ۔ ڈ

۵۳۰۹	۱۶	روداد جماعت اسلامی	سید ابوالاعلیٰ مودودی		دفتر ترجمان القرآن لاہور	۱/-	

سیاسیات - ز

۵۳۱۰	۱۹۶	اسلام کا نظام حکومت	حامد الانصاری غازی	۱۹۴۳	جید برقی پریس دہلی	۱۲ روپے	

طب - ش

۵۳۱۱	۶۶	مجربات طبی	محمد عزیز	۱۹۳۱ء	کریمی پریس لاہور	۲ روپے	

مزاحیہ - ل

۵۳۱۲	۱۰۲	ماہ و پروین	میر ولی اللہ		نیرنگ خیال پبلشنگ کمپنی لاہور	۱۵/-	
۵۳۱۳	۱۰۳	نمک دان ظرافت	" "		کاشی رام پریس لاہور	۱۴/-	

نفسیات - م

۵۳۱۴	۱۷	زندگی اور عمل	ماڈرن		مکتبہ جدید لاہور	[illegible]	ترجمہ

کہانیاں - و ا

۵۳۱۵	۳۶۶	ایجادوں کی کہانیاں	وقار احسن	۱۹۴۴	انوار احمدی پریس الہ آباد	[illegible]	
۵۳۱۶	۳۶۷	جادو کا خزانہ	کوثر چاند پوری	۱۹۴۴	" " "	[illegible]	

تعلیمات و نصائح - و۶

۵۳۱۷	۸	اسلامی کتب حصہ اول	مقبول احمد	۱۹۴۳ء	مسلم ایجوکیشنل پریس علیگڈھ	۶/-	
۵۳۱۸	۹	" حصہ دوم	" "	۱۹۴۳ء	" " " "	۶/-	
۵۳۱۹	۱۰	" حصہ سوم	" "	۱۹۴۳	" " "	۶/-	
۵۳۲۰	۱۱	" چہارم	" "	۱۹۴۳	" " "	۶/-	

مطبع دستگیری چیلہ پورہ

اداریہ

جنوری سے "ہماری کتابیں" کا نیا سال شروع ہوگیا ہے۔ سال گذشتہ جن حضرات نے رسالہ کی مدد فرمائی ہم اُن سب کے شکرگزار ہیں خصوصاً گشتی کتب خانہ کے اراکین ہمارے شکریہ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ اس رسالے کو سب سے زیادہ پڑھتے ہیں اور ان میں سے بعض حضرات رسالہ کی توسیع واشاعت میں بھی خصوصی حصّہ لیتے ہیں۔

اس زمانہ میں کاغذ کی نایابی وطباعت کی مشکلات کی وجہ سے رسالہ کو نہایت ہی نازک بنحت مرحلوں سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ باوجود ان ساری مشکلات کے رسالہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہے۔

اور آج بھی ہم اُن سب مشکلات پر غالب آسکتے ہیں بشرطیکہ آپ کا تعاون آپکی ہمدردیاں سابق کی طرح ہمارے ساتھ رہیں۔

اس مرتبہ نواب وقار الملک کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے جن کی ذات علم وعمل کی دنیا میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

قابل مطالعہ کتاب کے سلسلہ میں حضرت امیر مینائی کی سوانح حیات پیش کی جارہی ہے۔ جو سلسلۂ مصحفی کے سب سے زیادہ روشن ستارے ہیں۔

اس سال رسالہ کا جو پروگرام ہمارے سامنے ہے اس کے متعلق ابھی سے کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔

لیکن رسالہ کے معیار کو آپ کے صحیح ذوق کے مطابق بلند کرنا ہمارا فرض ہے جسے ہم ایک لمحہ کے لئے نہیں فراموش کرتے۔

علی شبّر حاتمی

تذکرہ
وقار الملک
(انتصار جنگ)

جناب الف ۔ ق صاحب

سر سید مرحوم نے جس بزم کو آراستہ کیا اُن میں دو نام سب سے زیادہ نمایاں اور جلی نظر آتے ہیں (۱) مولوی سید مہدی علی (نواب محسن الملک) (۲) منشی مشتاق حسین (نواب وقار الملک)۔

یہ دونوں بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے سر سید مرحوم کی تربیت سے اکتساب فیض کرکے دور جدید کے رجحانات کو سمجھا اور قوم و ملت کی خدمت گزاری میں اپنی تمام عمر صرف کرکے اور اپنے خلوص، ایثار، عزم و استقلال کی ایسی مثالیں چھوڑیں کہ اُن کے شاندار کارنامے آنے والی نسلوں کے لئے نشان منزل ہیں۔

ان صفحات میں ہم نواب وقار الملک کے زندگی کے اُن نقوش کو پیش کر رہے ہیں جو نوجوانوں کے لئے شمع ہدایت ہیں۔

سلسلۂ نسب اور خاندان | نواب وقار الملک کا جدی سلسلۂ نسب دیوان عبدالمومن خاں سے ملتا ہے جو شاہجہاں کے دربار میں دیوان تن کے عہدہ پر فائز تھے۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم | نواب وقار الملک ۲۹ محرم ۱۲۵۷ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۸۴۱ء کو موضع سراوہ ضلع مرادآباد میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام شیخ فضل حسین اور والدہ کا نام بتول النساء تھا۔

ابھی نواب وقار الملک کی عمر چھ ماہ ہی کی تھی کہ اُن کے والد محترم کا سایۂ شفقت اُن کے سر سے اٹھ گیا اور اُن کی تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داری ان کے والدہ کے سر آ پڑی۔

اس دور کے رواج کے مطابق اُن کی تعلیم کی ابتدا مکتب سے ہوئی مکتبی تعلیم کے مدارج طے کرنے کے بعد انہوں نے امروہہ کے ایک مشہور عالم مولوی راحت علی صاحب کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا

اُسی زمانے میں ورنیکلر مدارس کی ابتداء ہو چکی تھی، اِن مدارس کے سند یافتہ طلباء کو سرکاری ملازمتیں آسانی سے مل جاتی تھیں۔ نواب وقار الملک نے ورنیکلر اسکول میں بھی تعلیم پائی پھر رڑکی جاکر سنہ ۱۸۶۰ء میں انجنیری کا امتحان دیا۔

ملازمت اور سر سید مرحوم کے اثرات | ابتداءً نواب وقار الملک اسی ورنیکلر مدرسے میں دس روپیہ ماہوار کے ملازم ہوئے جس میں انہوں نے تعلیم پائی تھی۔

سنہ ۱۸۶۱ء میں قدرت نے اُن کو ایک ایسی ہستی سے وابستہ کر دیا جس کے اثرات نے اُن کے فطری اوصاف کو نکھار اور جلا بخشی اور جس کی تربیت کی بناء پر آئندہ چل کر منشی مشتاق حسین نواب وقار الملک بنے۔

قحط کے امدادی کاموں کے سلسلہ میں ضلع مرادآباد سر سید مرحوم کے سپرد تھا انہوں نے امروہہ میں محتاج خانہ قائم کیا اور اس کی نگرانی نواب وقار الملک کے سپرد کی نواب وقار الملک نے اپنے فرائض نہایت حسن وخوبی سے انجام دیئے۔

چند دنوں بعد نواب وقار الملک ملازمت کے مختلف منازل طے کرتے ہوئے حسنِ اتفاق سے علی گڈھ میں دفترِ ججی میں منصرم ہو گئے اس زمانے میں سر سید سب آرڈینیٹ جج تھے یہاں [illegible] کو سر سید کی پیشی میں کام کرنے کا موقع ملا۔

قابلیت و ذہانت کے جوہر لیئے، سر سید مرحوم کی نگاہ دور بیں نے اس کا اندازہ کر لیا کہ یہ نوجوان آئندہ چل کر ملک وقوم کے لئے نہایت ہی مفید ثابت ہوگا اس لئے وہ نواب وقار الملک سے نہایت ہی شفقت وتوجہ سے پیش آنے لگے۔

سنہ ۱۸۷۴ء میں جب گورکھپور اور بستی میں قحط کے امدادی کام سر سید کے سپرد ہوئے تو انہوں نے گورنمنٹ سے بہ طور خاص درخواست کر کے مولوی مشتاق حسین (نواب وقار الملک) کی خدمات اپنی امداد کے لئے حاصل کیں۔

حق گوئی کی ایک مثال | مولوی مشتاق حسین نماز کے بڑے پابند تھے وہ اوقات دفتر میں بھی نماز کے لئے پابندی سے اٹھ جاتے تھے یہ بات اُن کے افسر متعلقہ کو ناگوار تھی۔ اس نے نماز پڑھنے سے روکا، بات بڑھی آخر مولوی مشتاق حسین نے اس کے پاس لکھ کر بھیجا کہ اُن کو اوقات دفتر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور غیر حاضری جو نماز کے اوقات میں ہوتی ہے اس کو معاف کیا جائے ورنہ اُن کو رخصت دے دی جائے اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو اسی درخواست کو ان کا استعفا سمجھا جائے۔

اس سخت امتحان میں مولوی مشتاق حسین نے احکم الحاکمین کی اطاعت کو دنیاوی حکام کی اطاعت پر مقدم رکھ کر حق گوئی اور توکل علی اللہ کی بہترین مثال پیش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی رخصت منظور کر لی گئی اور ملازمت قائم رہی۔

قومی خدمات کی ابتداء

علی گڈھ میں جس قومی تحریک کی ابتدا سرسید نے کی اس میں مولوی مشتاق حسین بہ حیثیت ایک مخلص خادم کے شریک ہوئے وہ فطری صلاحیتیں جو قدرت نے انھیں عطا فرمائی تھیں اس میدان میں خوب اُجاگر ہونے لگیں۔

۱۸۷۰ء میں سرسید نے خواستگار تعلیم مسلمانان کی جانب سے ایک مضمون شائع کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ مسلمان کیوں سرکاری مدارس میں داخل نہیں ہوتے اور وہ علوم جدیدہ کی حصول کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے اور ان میں علوم قدیمہ کی تعلیم کیوں گھٹ گئی ہے۔ اس کے جواب میں مولوی مشتاق حسین صاحب نے ایک مبسوط رسالہ لکھا جو ان کی بے مثل انشاء پردازی اور بنیادی و حقیقی امور کی تلاش و جستجو کا بے نظیر مُرقع ہے۔ وہ اکثر تہذیب الاخلاق میں بھی مضامین لکھتے تھے۔

نواب وقار الملک سرسید کی نظر میں

نواب وقار الملک کی نیکی، دینداری، ملکی و قومی خدمات کا اندازہ سرسید مرحوم کی اس رائے سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے تہذیب الاخلاق کے ایک پرچہ میں ظاہر کی۔

> منشی مشتاق حسین کی ذاتی نیکی، اور نہایت سخت دینداری بے ریا عبادت، سچی خدا پرستی، غایت تشدد سے نماز روزہ اور احکام شریعت کی پابندی بے مثل ہے
> (تہذیب الاخلاق یکم محرم ۱۲۹۰ھ)

وقار الملک حیدر آباد میں

حیدر آباد کے خدمت گذاروں میں سرسالار جنگ کا نام اپنی بے لوث و مخلصانہ خدمات کی وجہ سے ہمیشہ نمایاں رہے گا۔

ہنگامۂ غدر کے سکون کے بعد بہ حیثیت مدار المہام سرسالار جنگ نے سرسید کے مشورے سے حیدر آباد کے لئے ہندوستان کے قابل ترین افراد کی خدمات حاصل کیں جن میں مولوی سید مہدی علی خاں (نواب محسن الملک) اور مولوی مشتاق حسین (نواب وقار الملک) بھی شامل تھے۔

۱۸۷۵ء میں نواب وقار الملک بہ حیثیت ناظم دیوانی حیدر آباد آئے ایک سال تک انہوں نے حاکم عدالت دیوانی کی خدمات انجام دیں اور اپنی کارگزاری و حسن قابلیت سے نواب سالار جنگ کی نظر میں غیر معمولی وقعت حاصل کرتے گئے، یہاں تک کہ ان کو سرسالار جنگ نے معتمد صدر المہام عدالت مقرر کیا جس سے متعلق امن و کوتوالی صیغہ امن عامہ، حفاظت رعایا اور ترقی حقوق تھا۔

حیدر آباد کی خدمت

نواب وقار الملک نے اس عہدہ پر فائز ہوتے ہی سب سے پہلے صوبہ اورنگ آباد کی حالت، قوانین و آئین اور تحصیل خانون کا معائنہ کرنے کے بعد ایک اصلاحی رپورٹ مرتب کی۔ اور پھر ۱۸۸۰ء میں ملک کے انتظام و اصلاح پر مبسوط تبصرہ کرتے ہوئے ایک یادداشت گورنمنٹ کے سامنے پیش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

ضروری اصلاحات عمل میں آئیں مثلاً
عدالتوں کا طریقۂ کارروائی بدلا گیا ضروری
قوانین مرتب ہوئے معتمد عدالت نے اہم گشتیاں
جاری کیں، کاغذ ممہور اور اسٹامپ کا اجراء
ہوا جیل خانوں میں کارخانوں کے قیام پر توجہ
ہوئی۔ قیدیوں کے اخلاقی اصلاح کی کارروائی
خاص توجہ کی۔ انہوں نے جو حیدرآباد میں خدمات
انجام دیں اس کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہے
مختصر یہ کہ وہ سترہ سال تک حیدرآباد میں ایک
مخلص خدمت گزار کی حیثیت سے ملک و مالک کی
خدمات انجام دیتے رہے اور اُن کی جلیل القدر
خدمات کی وجہ سے اُن کو انتصار جنگ اور
وقارالملک کے خطاب سے گورنمنٹ نے
سرفراز فرمایا۔

نواب وقارالملک اپنے وطن امروہہ میں حیدرآباد سے
وظیفہ لینے کے بعد نواب صاحب مرحوم نے اپنے
وطن امروہہ میں قیام کیا۔ یہاں بھی وہ ملکی اور
قومی خدمات انجام دیتے رہے۔ انہوں نے
گورنمنٹ کو امروہہ میں تعلیم کی کمی کی طرف توجہ
دلائی۔ اور ایک اسکول قائم کرایا اور اس کے
مصارف کا ایک حصہ اپنے ذمہ لیا۔

ایک قابل تقلید مثال اس زمانے میں جبکہ حیدرآباد
میں نواب وقارالملک کا طوطی بول رہا تھا آپ اکثر
اپنے وطن امروہہ تشریف لاتے جب کبھی وطن آتے
تو وہاں کے باشندوں سے خواہ وہ کتنے ہی غریب
کیوں نہ ہوں بڑی عزت و محبت سے ملتے،
نواب وقارالملک کے بچپن کے زمانے میں ایک
سقہ اُن کے گھر میں پانی بھرا کرتا تھا، ایک مرتبہ
نواب وقارالملک حیدرآباد سے امروہہ آئے
اُس سقے کو نہ دیکھا لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ
وہ بیمار ہے، آپ فوراً عیادت کے لئے اُس کے
گھر تشریف لے گئے، جب اُس کے گھر پہنچے تو
وہ گھبرا گیا لیکن آپ نہایت بے تکلفی سے اس کے
گھر میں داخل ہوئے بیمار سقہ کو ادب سے سلام
کیا اور ٹوٹی ہوئی بان کی چارپائی پر اس کے
پاس بیٹھ کر مزاج پوچھتے رہے تھوڑی دیر بعد
جب وہاں سے چلنے لگے تو چپکے سے اس کے
تکیہ کے نیچے چند اشرفیاں رکھ دیں نواب وقارالملک
کے بعض دوستوں نے اس کے متعلق پوچھا تو
فرمایا کہ میں باہر چاہے کچھ ہوں لیکن امروہہ میں
تو وہی مشتاق ہوں جو ننگے سر اور ننگے پاؤں
گلیوں میں کھیلتا پھرا کرتا تھا، قصبہ کے ان
بزرگوں ہی کی دعا کا اثر ہے جو آج میں
نواب وقارالملک بہادر بن گیا

(اخبار سچ ۱۳ جنوری ۱۹۲۷ء)

علی گڈھ کالج کی خدمات سرسید کی وفات کے
بعد علی گڈھ کالج کے سکریٹری نواب محسن الملک مقرر
ہوئے نواب وقارالملک ایک رفیق کار کی حیثیت
سے ہر نازک موقع پر ان کی امداد و اعانت
کرتے رہے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو نواب محسن الملک

کا انتقال ہوا تو ہندوستان کے ہر گوشے سے مسلمانوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اب نواب وقار الملک کو سکریٹری مقرر کیا جائے۔ چنانچہ آپ ۱۵ نومبر ۱۹۰۷ء کو بلا اختلاف علی گڈھ کالج کے آنریری سکریٹری منتخب ہوئے اور اپنے زمانۂ سکریٹری شپ میں انہوں نے کالج اور مسلمانوں کی وہ بے لوث خدمات انجام دیں کہ مسلمان اُن کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

انہوں نے اپنے زمانۂ سکریٹری شپ میں سب سے زیادہ زور مذہبی تعلیم و تربیت پر دیا، تعلیم دینیات کے لئے اساتذہ میں اضافہ کیا۔ نواب وقار الملک نے اپنی خدمات سے کالج کو ایک ایسی مرکزیت بخشی کہ ہر طبقے اور ہر گروہ کے مسلمانوں کو اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔

سکریٹری شپ سے سبکدوشی اس شب و روز کی جد و جہد و محنت شاقہ نے نواب وقار الملک کی صحت پر نہایت خراب اثر کیا۔ آخر کار مدت کے ختم ہونے سے کئی ماہ قبل اپنی خرابی صحت کی بنا پر اپنے دوستوں کو مشورہ دیا کہ وہ نئے سکریٹری کے انتخاب پر غور کریں۔ بڑے اصرار و انکار کے بعد ۲۱ جولائی ۱۹۱۲ء کو ٹرسٹیوں کے اجلاس میں اُن کا استعفا منظور ہوا اور ٹرسٹیوں نے ایک رزولیوشن میں نواب صاحب کی جلیل القدر خدمات کا اعتراف کیا۔

بیماری اور وفات سکریٹری شپ سے سبکدوش ہونے کے بعد نواب صاحب قومی و ملی خدمات میں مصروف رہے۔ لیکن ۱۹۱۵ء سے اُن کی صحت بالکل خراب ہو گئی۔ فالج کے کئی حملے ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں صحت نے بالکل جواب دے دیا ڈاکٹر انصاری مرحوم اور حکیم محمد اجمل خاں مرحوم معالج تھے۔ یہ دونوں حضرات نہایت محنت و کاوش سے علاج میں مصروف رہے۔ لیکن مرض بڑھتا گیا اور ۲۸ جنوری ۱۹۱۷ء کو مسلمانوں کا یہ جلیل القدر خادم راہی عالم بقا ہوا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

نماز جنازہ میں امروہہ کے تمام مسلمان شریک تھے۔ مرحوم کو اُن کے جدی قبرستان میں دفن کیا گیا۔[1]

---

[1] اس مضمون کا اکثر و بیشتر حصہ حیات وقار الملک مولفہ جناب مولوی محمد امین زبیری سے ماخوذ ہے۔

تبصرہ

قصص القرآن

فن ۔ قصص ۔ **مولف** ۔ مولٰنا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ۔ **ناشر** ۔ ندوۃ المصنفین دہلی ۔
مطبع ۔ جید برقی پریس دہلی ۔
صفحات حصہ اول (۳۰۴) حصہ دوم (۳۹۸)
کتابت وطباعت دیدہ زیب ۔
قیمت حصہ اول (لے) حصہ دوم (—)
سائز ۔ رائل ۔ **کاغذ** سفید چکنا ۔

ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی نے اردو میں بہت سے علمی، تاریخی، مذہبی جواہر ریزوں کو منتقل کیا ہے، اور متعدد مفید اور بلند پایہ کتابیں شائع کی ہیں جن کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

زیر تبصرہ کتاب قصص القرآن حصہ اول و دوم کی اشاعت بھی ادارہ ندوۃ المصنفین کا وہ علمی و مذہبی کارنامہ ہے جس کے لئے امت مسلمہ کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔

اس کتاب میں قرآنی قصص اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت اور ان کی دعوت حق کو مولٰنا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے اپنے خاص طرز نگارش اور محققانہ انداز بیان میں پیش کیا ہے

قرآن مجید میں گذشتہ قوموں کے واقعات اور قصص کو اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے انسان کو نیک و بد اعمال اور ان کے عواقب و نتائج کی طرف توجہ دلائی جائے

ان واقعات میں جن کو قرآن مجید نے پیش کیا ہے بلاشبہ انسانوں کے لئے بہت سی عبرتوں اور بصیرتوں کا درس ہے، بشرطیکہ انسان ان پر غور کرے۔

مولٰنا حفظ الرحمٰن صاحب نے ان قصص و واقعات کو اردو میں منتقل کر کے جہاں خود ایک بہت بڑی سعادت حاصل کی ہے وہاں دوسروں کے لئے بھی سعادت دارین کا سامان مہیا کیا ہے

قصص القرآن کے پہلے حصہ میں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت موسیٰ تک واقعات کو لیا گیا ہے

جناب ع ۔ س ۔ خ ۔ صاحب

جن کا تعلق بحرِ قلزم کے عبور تک ہے۔ حصۂ دوم
میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات بحرِ قلزم کے
عبور کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور حضرت
یحییٰ علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ پر ختم ہوتا ہے۔

فاضل مولف نے اس کتاب میں واقعات
کی اساس و بنیاد قرآن مجید کو بنایا ہے اور
واقعات کی توضیح و تشریح احادیث صحیحہ
کی روشنی میں کی ہے۔

کتب عہد قدیم اور قرآن مجید کے درمیان
جس جگہ تعارض نظر آیا ہے تو اس کو یا تو روشن
دلائل کے ساتھ قرآن مجید کے مطابق تطبیق
کیا گیا ہے یا پھر قرآن مجید کی صداقت کو براہین
محکمہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ پیغمبروں کے
حالات قرآن مجید کی جن جن سورتوں میں آئے
ہیں ان کو نقشے کی شکل میں ایک جا جمع کر دیا ہے
عبر یا عبرۂ بصائر کے عنوان سے واقعات
کے حقیقی مقصد اور ان کے بیان کرنے کی
غرض و غایت یعنے عبرت و بصیرت کے پہلو
کو خاص طور پر نمایاں کیا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث کے علاوہ
جو کچھ بھی جس کتاب سے لیا ہے اس کا حوالہ
ذیلی حواشی میں دے دیا گیا ہے۔

مولانا نے جس محنت و کاوش سے اس
کتاب کو مرتب کیا ہے وہ کتاب کے ہر ہر صفحہ
سے نمایاں ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ یہ کتاب ملک میں مقبول ہوگی

فلسفۂ عجم

فن ۔ فلسفہ **مصنف** ۔ علامہ سر اقبال مرحوم
مترجم ۔ میر حسن الدین بی۔ اے ال ال۔ بی عثمانیہ
ناشر ۔ اشاعت اردو حیدرآباد دکن
سائز دیکاری **صفحات** (۱۷۷)۔
کاغذ ۔ سفید۔ **کتابت و طباعت** متوسط
مطبع ۔ احمدیہ پریس حیدرآباد **قیمت** عـہ

زیر تبصرہ کتاب علامہ سر اقبال مرحوم کی
کتاب ( ) کا ترجمہ ہے
جس کو میر حسن الدین صاحب نے اردو میں کامیابی
کے ساتھ منتقل کیا ہے۔

اس کتاب میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے
ایرانی قوم کی مخصوص روح اور اس کی خاص
سیرت کو پیش کیا ہے۔ ایرانی تفکر کے
منطقی تسلسل کا سراغ لگانے کی جستجو کی ہے
اور اس کو فلسفۂ جدید کی زبان میں پیش کیا ہے
خصوصیت کے ساتھ اس کتاب میں
علامۂ موصوف نے تصوف کے موضوع پر
نہایت دلچسپ بحث کی ہے اور ثابت
کیا ہے کہ تصوف ان مختلف عقلی و اخلاقی
قوتوں کا باہمی عمل و اثر کا لازمی نتیجہ ہے جو ایک
خوابیدہ روح کو بیدار کر کے زندگی کے اعلیٰ ترین
نصب العین کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اگرچہ علامہ مرحوم نے اس کتاب کے ترجمہ کی اجازت دیتے وقت فاضل مترجم کو لکھا تھا کہ میں نے یہ کتاب آج سے اٹھارہ سال پہلے لکھی تھی اس وقت سے اب تک بہت سے انکشافات ہوئے ہیں اور اب خود میرے خیالات میں بھی خاصی تبدیلی ہوئی ہے میرے خیال میں اس کتاب کا تھوڑا سا حصہ باقی ہے جو تنقید کی زد سے بچ سکے"

لیکن آج بھی ان لوگوں کے لئے جو علامہ مرحوم کے ابتدائی خیالات و افکار سے واقف ہونا چاہتے ہیں اور اُن کے خیالات کا تدریجی ارتقا معلوم کرنا چاہتے ہیں. اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ کسی دوسری زبان سے فنی مضامین کو منتقل کرنا ایک مشکل امر ہے' میر حسن الدین صاحب نے اصل کتاب کے مطابق ترجمہ کرنے کی کوشش کی اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں' ترجمہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حال ہی میں اس کا تیسرا اڈیشن ادارہ اشاعت اردو سے شایع ہوا ہے۔

تعارف

ازجناب ع۔خ۔ صاحبہ

گرد و پیش اردو کے مشہور افسانہ نویسوں کے (۱۷) منتخب افسانوں کا مجموعہ ہے، اس مجموعے کے افسانہ نویسوں میں، اختر رائے پوری، احمد ندیم قاسمی، راجندر سنگھ بیدی، سعادت حسن منٹو، آل احمد اکبر آبادی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ قیمت [illegible]

آنچل احمد ندیم قاسمی، زندگی کے مختلف رنگوں کو افسانوی حیثیت سے پیش کرنے میں کمال رکھتے ہیں۔ اور افسانہ نگاری میں اُن کا ایک خاص اسلوب ہے۔ آنچل اُن کے (۱۱) افسانوں کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے جسے ادارہ فروغ اردو نے دیدہ زیب کتابت وطباعت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ قیمت [illegible]۔

ہچکیاں صدیقہ بیگم سیوہاروی کے (۱۱) افسانوں کا مجموعہ ہے جسے نفیس اکیڈیمی حیدرآباد نے نہایت ہی جاذب نظر کتابت وطباعت کے ساتھ شائع کیا ہے ہر افسانہ موجودہ افسانوی رجحانات کا حامل ہے، طرز بیان نہایت ہی عام فہم ہے۔ قیمت

ہما خانم میرزا حجازی کے مشہور فارسی ناول کا ترجمہ ہے۔ جسے ہندوستان کے مشہور ادیب سید سجاد حیدر یلدرم نے اردو میں منتقل کیا ہے، ترجمہ کی روانی شستگی اور انداز بیان نے کتاب کو بے حد دلچسپ بنا دیا ہے۔ قیمت [illegible]

آئینے فریڈرک فان شیلر، موپاساں چیخوف اور والٹیر کے شاہکار افسانوں کو صاف وسادہ زبان میں ریاض الحق صاحب بی، اے (علیگ) نے اردو کا جامہ پہنایا ہے ان میں سے اکثر و بیشتر افسانے دلچسپ بھی ہیں اور دلکش بھی قیمت [illegible]

تلخ و شیریں عربی، انگریزی، فرانسیسی زبان کے مشہور ترین ادیبوں کے افسانوں کا ترجمہ کر کے صلاح الدین صاحب قریشی

نے اس مجموعہ کو مرتب کیا ہے، ان افسانوں
میں تلخی و شیرینی کا ایک ایسا امتزاج ہے
جو پڑھنے والوں کو کبھی آنسوؤں کا دعوت
دیتا ہے۔ اور کبھی قہقہوں کی قیمت عہ

حقائق و معارف مولانا ظفر علی خاں
اپنے دلچسپ طرز تحریر
انوکھے انداز بیان اور دلنشین طرز نگارش
کے اعتبار سے سارے ہندوستان میں مقبول
و مشہور ہیں، حقائق و معارف اُن کے مختلف
مضامین کا مجموعہ ہے قیمت عہ

ملفوظات حلقۂ نقد و نظر کے سکریٹری
جناب محمود صاحب نظامی
کے "ملفوظات" کے نام سے اُن مضامین کو
مرتب کر کے یکجا شائع کیا ہے۔ جو حلقۂ نقد و نظر
کے اجلاسوں میں مختلف حضرات نے پڑھے
تھے یہ تمام مضامین علامہ اقبال اور اُن کی
زندگی سے متعلق ہیں، مضامین کا انتخاب
اتنا دلچسپ ہے کہ کتاب کو شروع کرنے
کے بعد ختم کئے بغیر کتاب چھوڑنے کو جی
نہیں چاہتا قیمت عمہ

اسرار حضرت علی اختر حیدرآبادی کا
شمار دور حاضرہ کے صف اول
کے شعراء میں ہوتا ہے، شعر و ادب کی دنیا
میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، ان کی
نظمیں، حسن الفاظ، حسن خیال، حسن ادا کا
دلچسپ مجموعہ ہیں قیمت

کروٹیں قدوس صہبائی کے (۱۴)
افسانوں کا مجموعہ ہے جن میں
مصنف نے زندگی کی تلخیوں کو تلخ تر انداز
میں پیش کیا ہے۔ قیمت عہ

ٹوٹے ہوئے دل جمیل احمد بریلوی ایم اے
کے (۱۵) رومانی
افسانوں کا مجموعہ ہے، ہر افسانے میں
المیہ کیفیات کی ایک ہلکی اور خوشگوار
آمیزش ہے، زبان شستہ اور دلکش
ہے۔ قیمت عہ

چراغ تلے اندھیرا ولکی کالنز کے مشہور
ناول مائی لیڈی
منی کے دلکش جاسوسی ناول کا ترجمہ
ہے، ترجمہ کی شگفتگی، اس کی سلاست
منشی تیرتھ رام فیروزپوری کی رہین منت ہے
واقعات اتنے حیرت انگیز و اتنے دلکش ہیں کہ
کتاب کے پڑھنے کا شوق ہر صفحہ میں دوبالا ہوتا
جاتا ہے۔ قیمت للعہ

بلبل اسیر رینالڈس کے ایک طویل
ناول کا ایک ایسا ٹکڑا
ہے جو خود اپنی جگہ پر ایک مستقل ناول ہے،
منشی تیرتھ رام کے تراجم سے دلچسپی رکھنے
والوں کے لئے یہ ایک نایاب تحفہ ہے۔
قیمت عہ

قابلِ مطالعہ کتب

امیر مینائی

جناب۔ الف۔ ق۔ صاحب

لکھنوی شعراء میں منشی امیر احمد صاحب مینائی اپنے علم وفضل اور اپنی شاعری کے اعتبار سے بہت مشہور ہیں۔ اِس وقت تک حضرت امیر مینائی کی تین سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں۔ آج جس کتاب کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے یہ حضرت امیر مینائی کی سوانح حیات میں سب سے زیادہ مکمل اور مفصل سوانح عمری ہے، جس کو اُن کے لائق وفاضل شاگرد شاہ محمد ممتاز علی صاحب آہ مرحوم نے مرتب کیا۔

اس کتاب کا تعارف مولٰنا سید سلیمان صاحب ندوی نے لکھا، پیش نامہ سید مسعود حسن صاحب رضوی صدر شعبہ فارسی واردو لکھنؤ یونیورسٹی نے تحریر فرمایا اور مقدمہ جناب محترم علامہ عبد اللہ العمادی کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے

مولف کے دیباچہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصّہ میں منشی امیر احمد صاحب مینائی کے حالات وواقعات زندگی ہیں اور دوسرے حصّہ میں اُن کی شاعری سے بحث کی گئی ہے

نام ونسب وخاندانی حالات کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ منشی امیر احمد صاحب ۱۶ ؍ شعبان ۱۲۴۴ھ کو دوشنبہ کے دن ساڑھے دس بجے لکھنؤ میں بعہد شاہ نصیر الدین حیدر پیدا ہوئے آپ کے والدِ محترم کا نام شاہ کرم محمد مینائی مرحوم تھا۔ مفتی امیر احمد صاحب مینائی آپ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔

منشی صاحب کے مورث اعلیٰ شیخ عثمان عرب سے ہندوستان تشریف لائے آپ کا سلسلہ حضرت عباسؓ ابن عبد المطلب

تک پہنچتا ہے۔

منشی صاحب کے اجداد میں ایک جلیل القدر بزرگ حضرت شیخ محمد ملقب بہ مخدوم شاہ مینا دسویں صدی ہجری میں گزرے ہیں جو مشہور و معروف اولیائے کرام میں سے ہیں۔ منشی صاحب اور آپ کا خاندان انہیں بزرگ کی نسبت سے مینائی کہلاتا ہے۔

ابتدا میں قرآن مجید اور چھوٹی چھوٹی درسی کتابوں کی تعلیم مولوی مظفر علی اسیر درہو نوی سے پائی۔

اس کے بعد آپ کے منجھلے بھائی حافظ عنایت حسین نے آپ کو عربی پڑھانا شروع کیا، سولہ سال کی عمر میں اس دور کے مشہور عالم مفتی محمد سعد اللہ صاحب مرادآبادی اور مولوی تراب علی صاحب لکھنوی سے منطق و فلسفہ اور علم ادب حاصل کیا انیس سال کی عمر میں وہ مفتی محمد یوسف اور مولوی عبدالحکیم صاحب فرنگی محلی کے حلقہ تلمذ میں داخل ہوئے اور تفسیر حدیث، فقہ واصول فقہ پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے ان علوم کی تکمیل کے بعد منشی صاحب علم طب کی طرف متوجہ ہوئے اور نواب محمد حسن خاں بریلوی سے طب پڑھ کر اس کی بھی سند حاصل کی۔

ایک عرصہ تک علم جفر میں بھی خود محنت کر کے اس میں کمال حاصل کیا، نجوم میں بھی آپ کو کافی درک تھا لیکن شرعی ممانعت کی وجہ سے ان علوم سے آپ کی طبیعت ہٹ گئی اس کے علاوہ سنسکرت کا بھی آپ نے مطالعہ فرمایا۔

علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد منشی صاحب نے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے ایک مشہور بزرگ حضرت امیر شاہ صاحب صابری سے بیعت کی، حضرت امیر شاہ صاحب نے منشی صاحب کو سلوکِ خاندان صابریہ کی تعلیم دی اور صاحب اجازت کیا۔

منشی صاحب سراپا حسن اخلاق کا نمونہ تھے، خدمت گاروں اور اپنے ملازموں کے ساتھ بھی نہایت حسن اخلاق سے پیش آتے ہمیشہ اپنے ملازموں کے نام کے ساتھ میاں کا لفظ بڑھا کر آواز دیتے سلام میں ہمیشہ سبقت فرماتے کبھی کسی کی برائی آپ کی زبان سے نہیں سنی گئی اور نہ کسی کی برائی آپ سننا پسند کرتے تھے آپ کے اخلاق کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ مخاطب سمجھتا تھا کہ آپ مجھ پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔

آپ کا مشرب صلح کل تھا کبھی کسی جھگڑے بکھیڑے میں پڑنا پسند نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنے عزیزوں اور شاگردوں کو بھی اس سے منع فرماتے۔

ایک مرتبہ سید زاہد حسین صاحب زاہد کو لکھا

اخباروں میں کبھی کبھی کسی مہربان
کی مہربانی سے جو کچھ چھپتا ہے نہ
میں خود کبھی اس کا جواب دیتا ہوں
نہ کسی دوست اور شاگرد کو اس
کی اجازت دیتا ہوں، میرا مشرب
یہ ہے کہ جو کچھ لکھا گیا اگر وہ صحیح اور
سچ ہے تو منفعل ہونا چاہیئے اور
آئندہ احتراز کرنا چاہیئے۔ اور
اگر تعصب سے غلط بات لکھی ہے
تو صبر کرنا چاہیئے رد و قدح میں
طول عمل ہوگا"

باوجود اپنے فن میں صاحب کمال ہونے
کے منشی صاحب کی طبیعت انصاف پسند تھی
اور ہمیشہ امر حق کے طرفدار رہتے اگر کسی
کی کوئی غزل یا شعر اچھا ہوتا تو اس کی تعریف
فرمانے میں کبھی دریغ نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ رسالہ "پیام یار" کے لئے
اس زمین میں حال اچھا ہے، خیال اچھا ہے
غزل کہنے لگے، حسب عادت حال کے قافیہ
میں شعر کہنا شروع کیا اور جب کئی شعر اس
قافیہ میں کہہ چکے تو منشی ممتاز علی صاحب آہ
نے کہا حضرت اس قافیہ میں تو بہت اچھے اچھے
شعر ہوگئے۔ اب کسی دوسرے قافیہ میں
شعر فرمائیے، فرمایا کیا کہتے ہو ممتاز! ہائے
وہ بات کہاں۔ ؎

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
(غالب)

ایک بار "ریاض الاخبار" میں نواب فصیح الملک مرحوم
کی غزل چھپی جس کا یہ مطلع ہے۔ ؎

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہدو
کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے

منشی صاحب کے ایک شاگرد نثار مرحوم نے
رسالہ پیام یار میں یہی طرح رکھ دی اور منشی صاحب
سے اصرار کے ساتھ اس طرح میں غزل مانگی
دو چار دن کے بعد فاضل مولف نے آپ کو یاد
دلایا تو آپ نے ریاض الاخبار کا پرچہ نکال کر
داغ مرحوم کی غزل دیکھی اور فرمایا کہ داغ نے
زمین نکالی اور جتنا پیمانہ تھا غزل کہہ لی اب
اس زمین میں غزل کہنا بے کار ہے۔

لیکن اس انصاف پسندی کے ساتھ یہ
بھی تھا کہ جس زمین میں غزل کہتے پھر دوسروں
کے لئے کسی قسم کی گنجائش باقی نہ چھوڑتے۔

ایک دفعہ حضرت ریاض مرحوم نے
منشی صاحب سے ناسخ مرحوم کا یہ شعر
دیکھ کر ؎

یہ ساعدوں کا ہے اس کے عالم کہ جس نے دیکھا ہوا ہے بیدم
نیام تیغ قضائے مبرم لقب ہے قاتل کی آستیں کا

حضرت سے اس زمین میں غزل کہنے کو
عرض کیا، آپ نے فرمایا اس زمین میں اب

غزل کہنا بے کار ہے مگر ریاض کا اصرار بڑھتا رہا
اور انہوں نے کہا کہ حضرت آج میں نے عہد کر لیا
ہے کہ اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جس
وقت تک آپ اس زمین میں غزل نہ فرمائینگے
فرمایا میاں ریاض تم بہت پریشان کرتے ہو
اچھا قلم دوات لاؤ اور غزل لکھو" اس زمین میں
پوری غزل لکھوائی مگر "آستین" کا قافیہ چھوڑ دیا
اور فرمایا تمھاری خوشی پوری ہوگئی، اب تو
کھانا کھاؤگے انھوں نے کہا حضرت اس میں
آستین کا قافیہ تو ہے ہی نہیں، فرمایا اب زیادہ
پریشان نہ کرو یہ قافیہ تو ناسخ کا حصہ ہوگیا
ریاض نے کہا میں تو کھانا اسی وقت کھاؤں گا
جب آپ آستین کا قافیہ بھی کہہ دیں گے فرمایا
میاں تم بہت پریشان کرتے ہو تھوڑی دیر خاموش
رہے پھر فرمایا اچھا لکھو ۔ سہ

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

معاصرین کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں
فاضل مولف نے بتایا ہے کہ بعض ناواقف
حضرات کو ممکن ہے کہ یہ خیال ہو کہ امیر مرحوم کو
اپنے معاصرین سے چشمک رہتی ہوگی لیکن یہ
خیال بالکل غلط ہے ۔

ان کا سب سے بڑا حریف داغ مرحوم
کو سمجھا جاتا ہے لیکن منشی صاحب ان سے
انتہائی خلوص اور بے تکلفی رکھتے تھے ۔

ایک خط میں داغ مرحوم کو تحریر فرماتے ہیں
"بندہ نواز! سلام و نیاز ایک تحریر آپ کی
تحریر کے جواب میں بھیج چکا ہوں امید ہے کہ
اس کا جواب آتا ہوگا آج حمید آپ کا قدیم
ملازم میرے پاس آیا مجھے اس کو دیکھتے ہی وہ
زمانہ یاد آگیا جب آپ یہاں تھے اور اسی
یاد کی لذت میں میں نے اسے گلے لگا لیا اور
اس کی آنکھوں کو جن سے وہ دس بارہ دن پیشتر
آپکے جمال جہاں آرا کو دیکھا کرتا تھا میں دیر تک
حسرت کی نگاہ سے دیکھا کیا اور بار بار آپکے
حالات اور ضبط اوقات کی کیفیات پوچھا کیا
پیارے داغ! افسوس کہ میں نے حمید سے کوئی
ساعت آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی ۔
پیارے داغ میرے لکھنے کا برا نہ ماننا ۔
خوشامد کرنے والے تمھارے سیکڑوں
ہیں ملامت کرنے والوں میں ایک مجھی کو رہنے دو۔"

منشی صاحب بچپن ہی سے شعر کہنے لگے تھے،
آپکے والد محترم کو معلوم ہوا تو ایک روز عشا کی نماز
کے بعد جبکہ منشی صاحب ان کے پاؤں دبا
رہے تھے پوچھا۔ امیر احمد ہم نے سنا ہے کہ
تم شعر کہتے ہو ذرا ہم بھی سنیں تمھارے شعر
کیسے ہوتے ہیں، یہ برسات کا موسم تھا لیکن ابر
آکر نکل جاتا تھا پانی نہ برستا تھا آپنے اسی وقت
برجستہ ایک شعر کہہ کر سنایا ۔

ابر آتا ہے ہر بار برستا نہیں پانی
اس غم سے مرے آنسوؤں کی ہے روانی

اس وقت حضرت امیر مینائی کی عمر نو سال کی تھی۔

چودھویں سال میں ہوائے شوق نے شاعری کی دبی ہوئی چنگاری میں شعلے پیدا کر دیے اور آپ مشاعروں میں شریک ہونے لگے اس زمانے میں برق، قلق، رند، وزیر، صبا، بحر، خلیل، ناسخ وغیرہ جیسے باکمال شعرا موجود تھے خواجہ وزیر حضرت ناسخ کے ممتاز شاگردوں میں نہایت ہی خوش گو اور خوش فکر شاعر تھے اور ان کا مکان بھی حضرت امیر مینائی کے مکان سے قریب تھا اس لئے آپ نے انہیں سے تلمذ حاصل کرنا چاہا اور اپنے کسی دوست کے ذریعہ خواجہ وزیر سے اپنی خواہش کا اظہار کیا مگر خواجہ صاحب نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں لڑکوں کا کلام دیکھوں۔ حضرت امیر مینائی کو خواجہ صاحب کا یہ فقرہ اور اس طرح ٹال دینا بہت ناگوار گزرا آخر رجب ۱۲۵۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی آپ تدبیر الدولہ مدبر الملک منشی سید مظفر علی خاں بہادر اسیر کے شاگرد ہوئے۔

گو حضرت اسیر نے ایک سال کے بعد فرما دیا تھا کہ اب تمہارے کلام میں اصلاح کی ضرورت نہیں رہی مگر جب تک اسیر زندہ رہے حضرت امیر مینائی اپنا کلام پیش کر کے اصلاح کے لئے اصرار کے ساتھ تمنا کرتے رہے۔

ایک روز اسیر مرحوم کی شاعری کا تذکرہ چلا تو جھوم جھوم کر حضرت امیر مینائی نے ان کے یہ شعر پڑھے۔

شراب پیر کی طاقت بحال رکھتی ہے
دوا مریض کو برسوں سنبھال رکھتی ہے
خدا دراز کرے عمر تیغ قاتل کی
کہ سب سے بڑھ کے ہمارا خیال رکھتی ہے

پھر فرمایا دیکھو استاد کو روانی پر کیسا قبضہ تھا جو ترتیب الفاظ نثر میں ہوتی ہے وہی منشی صاحب کی نظم میں ہے۔

کچھ ہی عرصہ میں حضرت امیر مینائی کی نازک خیالی معنی آفرینی اور کلام کی دھوم مچ گئی۔ ایک مرتبہ مشاعرہ میں غزل پڑھی جس میں بڑے بڑے اساتذہ موجود تھے جب یہ شعر پڑھا۔

دل ہی نہ رہا امید کیسی
جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی

خواجہ وزیر مرحوم نے بے اختیار ہو کر اسیر سے کہا بڑے خوش قسمت ہو خوب اسیر کیا۔

دربار اودھ کی رسائی کے سلسلہ میں فاضل مولف نے بتایا ہے کہ اسیر مرحوم چونکہ بادشاہ کے میر منشی اور رفیق تھے انہیں

خیال تھا کہ اپنے عزیز شاگرد کو بادشاہ کے دربار تک پہنچائیں آخر ایک موقع سے انہوں نے حضرت امیر کو شہزادہ ندرۃ السلطنت عرف نادر مرزا کا معلم مقرر کرایا اور اپنے فرائض حضرت امیر مینائی نے اس خوبی سے انجام دیئے کہ تھوڑے ہی دن میں اُن کو شرف حضوری حاصل ہوا حضرت امیر مینائی نے مدح میں قصیدہ پیش کیا بادشاہ سلامت سن کر بہت خوش ہوئے اور سات پارچے کا خلعت مرحمت ہوا۔ اور ۱۲۶۹ھ حسب فرمان شاہی حضرت امیر مینائی کچہری خاص میں دو سو روپیہ ماہوار پر میر منشی مقرر ہوئے۔

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد وہ صورت باقی نہ رہی تو خدائے تعالیٰ نے ایک دوسری صورت پیدا کر دی نواب یوسف علیخاں ناظم والئی رامپور نے حضرت امیر مینائی کا جستہ جستہ کلام دیکھا اور سُنا تھا نواب صاحب رامپور نے ۱۲۷۵ھ آپ کو نہایت اشتیاق اور آرزو سے بلایا اور اپنی ملازمت کے لئے کہا۔ آپ نے بڑے اصرار کے بعد ملازمت پر آمادگی تو ظاہر کی مگر شاعری کے سلسلہ میں نوکری سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر کوئی ملکی خدمت دی جائے تو میں خوشی سے تیار ہوں نواب صاحب نے اس کو منظور کر لیا اور آپ کو سو روپیہ ماہوار پر عدالت دیوانی کا مفتی مقرر کیا پھر ۱۲۷۶ھ میں آپ کو محکمۂ رجسٹری کا افسر مقرر کیا۔

نواب یوسف علی خاں کی وفات کے بعد نواب کلب علی خاں والئی رامپور ہوئے انہوں نے بھی اصلاح کے لئے غزل حضرت امیر کے پاس بھیجی اور انہیں سے تلمذ اختیار کیا۔ ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء کو نواب کلب علیخاں نے اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اسکے بعد بھی آپ کا قیام ایک طویل عرصہ تک رامپور میں رہا۔ آخر مالی مشکلات سے گھبرا کر ۱۸۹۷ء میں بہ حصول رخصت حیدر آباد کا قصد کیا اور ۱۰ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ کو وارد حیدر آباد فرخندہ بنیاد ہوئے اور حضرت داغ کے مکان پر رونق افروز رہے، ابھی یہاں آکر دو دن بھی نہیں گزرے تھے کہ آپ کو غثیان صفراوی شروع ہوا، مرض بڑھتا گیا علاج و معالجہ ہوتا رہا حسب ارشاد خلد آشیاں اعلیٰحضرت میر محبوب علیخاں نواب افسر جنگ اور سر مہاراجہ کشن پرشاد روزانہ عیادت کو آتے تھے۔ اور ۱۹ جمادی الثانی کی درمیانی شب اپنے دونوں صاحبزادہ نواب ختر یار جنگ مرحوم اور منشی مسعود احمد صاحب اور اپنے داماد منشی لیاقت حسین اور نواب فصاحت جنگ جلیل کو قرآن شریف اور کلمہ پڑھنے کے لئے حکم دیا جس وقت رات کے دو بجے آپنے زبان مبارک

سے جہر کے ساتھ کلمہ پڑھا اور جان بحق تسلیم کی ۔ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ کو درگاہ حضرت شاہ خاموش ؒ میں نماز جنازہ ہوئی اور حضرت شاہ یوسف اور حضرت شاہ شریف کی درگاہ میں دفن کئے گئے ۔

حصّہ اول کے آخر میں حضرت امیر مینائی کے تلامذہ کی ایک فہرست ان کے مختصر حالات کے ساتھ دی گئی ہے جن میں حضرت جلیل، ریاض، برہم، بے نظیر شاہ، دل، زاہد سہارنپوری، پنڈت رتن ناتھ سرشار، مولانا عبدالحلیم شرر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔

اس کے بعد آپ کی تصانیف کی فہرست ہے جن کی تعداد (۳۷) ہے ۔

حصّہ دوم میں حضرت امیر کی شاعری پر عام تبصرہ، امیر کا تغزل، منتخبہ غزلوں کا انتخاب، مختلف رنگ کے اشعار کا انتخاب، غزل گوئی میں امیر، جلال اور داغ کا موازنہ، دیگر اصناف سخن کے نمونہ اور ان پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے ۔

علمی استفسارات

کرمی ۔ السلام علیکم

اصطلاح شعراء میں مرثیہ کسے کہتے ہیں؟
اردو شاعری میں سب سے پہلے مرثیہ کس نے کہا؟
اردو شاعری کی تاریخ میں اب تک کون کون
سے مرثیہ گو شاعر گزرے ہیں۔ براہ کرم امور
مستفسرہ پر روشنی ڈال کر ممنون فرمائیے

نیاز کیش

عبدالقوی ۔ چھندواڑہ

جواب ۔ اصطلاح شعراء میں مرثیہ شاعری
کی اس صنف کو کہتے ہیں جس میں کسی مرنے
والے کی خوبیاں اور محاسن، درد و حسرت کے
ساتھ بیان کئے جائیں لیکن ہندوستان میں
مرثیہ کا اطلاق عام طور پر سیدنا حضرت
امام حسینؓ اور آپ کے صحابہؓ کے حالات
شہادت پر ہوتا ہے۔

اردو شاعری کی تاریخ سے جہاں تک
پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ عہد جہانگیری میں
سب سے پہلے شجاع الدین نوری نے مرثیہ کہا
اس کے بعد ہاشم علی برہانپوری نے مرثیے کہے۔
ان کے بعد رام راؤ سیوا اور کاظم علی نے مرثیہ گوئی
میں مقبولیت اور شہرت حاصل کی اسی دور میں
میرزان نامی ایک بزرگ تھے جو صرف مرثیہ
کہتے تھے۔

ابوالحسن تانا شاہ کے دربار میں اُن کے
ایک مصاحب شاہ قلی خاں مرثیہ گو شاعر تھے
جن کے مرثیوں کی شہرت شمالی ہند تک تھی، ان کے
بعد ولی دکھنی نے بھی ایک مثنوی شہدائے کربلا کے
حالات میں لکھی۔

سودا اور میر کے دور میں میاں سکین نامی
ایک شاعر مرثیہ گوئی میں مشہور تھے خود میر نے بھی
مرثیہ کہا ہے۔

غالباً ۱۱۹۵ھ میں میاں سکندر نامی ایک مشہور
مرثیہ گو شاعر گزرے ہیں۔

لیکن جس نے اس صنف شاعری کو کمال پر
پہنچایا وہ دبیر کے استاد میر ضمیر تھے۔
بعد میں میاں دلگیر، میر فصیح اور میر خلیق نے

بھی اس صنف میں کمال حاصل کیا۔

میرزا دبیر ہی کے زمانے میں اس صنف کا ایک اور صاحب کمال اٹھا جس کے مرثیوں پر تحسین و آفرین کی صدائیں ملک کے ہر گوشہ سے بلند ہونے لگیں یہ میر خلیق کے صاحبزادے میر ببر علی انیس تھے۔

ان کے بعد مونس و نفیس اور میرزا اوج نے بھی مرثیہ کہے لیکن میرزا دبیر اور میر انیس کے سامنے حقیقت یہ ہے کہ اس صنف شاعری میں اب تک کسی کی شمع نہ جل سکی۔

یہ ہے اردو شاعری میں مرثیہ کی تاریخ جسے ہم نے مختصر طور پر آپ کے لئے درج کر دیا ہے۔

اچھے مضامین

ماہ نومبر اور ڈسمبر ۱۹۴۲ء کے چند رسالوں میں جو اچھے مضامین پائے گئے ان کی صراحت حسب ذیل ہے۔

۱) مثنوی صبح نوبہار عشق (ہندوستانی ادب نومبر ۱۹۴۲ء)

کاوت مرزا صاحب بی اے۔ ال ال بی نے مضمون میں باقر آگاہ متوفی ۱۲۲۰ھ کی مثنوی ح نوبہار عشق“ کا تعارف کرایا ہے، آگاہ خصیت ارکاٹ میں ہی نہیں بلکہ تمام جنوبی ہند ین) میں بہت اہم حیثیت رکھتی تھی۔ اونہوں نے بی، فارسی کے علاوہ دکھنی زبان میں کئی ہزار عر کہے ہیں۔ مرزا صاحب نے آگاہ کی یرت اور ان کی کتابوں پر تفصیل سے روشنی النے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس موقع پر ۔ وفیسر سروری کے مضمون مطبوعہ رسالہ اردو . رنصیر الدین صاحب ہاشمی کے تصانیف ، ر اس میں اردو“ اور ”یورپ میں دکھنی مخطوطات“ سے مدد لی جاتی تو مضمون زیادہ معلومات فیرین ہو جاتا۔

۲) فلمی کہانی اور اوس کی ترقی (ہندستانی ادب ڈسمبر ۱۹۴۲ء)

زین العابدین صاحب (عثمانیہ) نے اس مضمون میں فلمی کہانی کی ابتدا اور اس کے ارتقا پر روشنی ڈالی ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ آج سے نوے سال پہلے فلمی دنیا کا وجود نہیں تھا۔ سنہ ۱۸۶۰ء میں کالم سیلر نے فن عکاسی کے شوق میں متحرک تصاویر کو ایجاد کیا۔ اپنے لڑکے کے مختلف حرکات وسکنات کی الگ الگ تصویریں لیں اور ایک گردشی پہیے میں جو چند مساوی المیعاد نمبروں پر مشتمل تھے ان کو جمادیا اور گردشی پہیے کو اس طرح گھمایا کہ تصویریں ایک کے بعد ایک گذر کر لڑکے کی پوری حرکتوں کو ظاہر کر رہی تھیں۔ اس کے بعد دیگر سائنسدانوں نے اس فلم کو ترقی دی۔ اور آج جس عروج پر یہ فن پہونچ گیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ مضمون دلچسپ اور پُر از معلومات ہے۔

(۳) شمس الامراء کے سائنسی کارنامے (سب رس بابتہ ڈسمبر ۱۹۴۲ء)

حمید الدین صاحب شاہد کے طویل مقالہ کا ایک حصہ ہے۔ اس میں نواب فخر الدین خاں شمس الامراء امیر پائیگاہ حیدرآباد کے سائنسی کارناموں

کو بیان کیا گیا ہے۔ آج سے سو سال پہلے موصوف نے سائنس کی کئی کتابیں جو طبیعات۔ کیمیا، اور ریاضی اور ہئیت سے متعلق تھیں مغربی زبانوں سے ترجمہ کر کے شائع کیا تھا اور اپنے مدرسہ فخریہ میں اس کی تعلیم کا انتظام بھی کیا تھا۔ اس سے واضح ہو سکتا ہے کہ آج سے سو سال پہلے بھی حیدرآباد میں سائنس کی تعلیم اردو زبان میں ہوتی تھی۔

(۴) حیات تابان (سب رس بابتہ دسمبر ۱۹۴۴ء) شعراء دہلی میں میر عبدالحئی تاباں بھی ایک مشہور شاعر گزرے ہیں جو اپنی جواں موت کے باعث زیادہ شہرت حاصل نہ کر سکے۔ سید ضامن علی صاحب تجلی ایم اے نے اس مضمون میں تاباں کی سوانح حیات کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔ خصوصیت سے تاباں کی پیدائش اور وفات کے سنہ کے متعلق داد تحقیق دی ہے مختصر کلام بھی پیش کیا گیا ہے۔

(۵) سیماب اکبرآبادی (رسالہ آج کل بابتہ یکم دسمبر ۱۹۴۴ء) عصر حاضر میں حضرت سیماب بھی اردو زبان کے ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ جو اپنی غزل گوئی کے باعث مشہور ہیں۔ محمد اسحاق صاحب آلم نے اس مضمون میں سیماب کا تعارف نہایت تفصیل سے کرایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ سیماب ابتدا میں میر اور غالب کی پیروی کرتے رہے۔ آلم صاحب کے خیال میں سیماب بیک وقت متغزل اور متفکر شاعر ہیں، اور یہ بات شاید عہد حاضر کے کسی اور شاعر میں نہیں ہے" یہ خیال مبالغہ کی سرحد میں پہونچ جاتا ہے۔ آلم صاحب کا مضمون اپنے دعوی کی تفسیر کرتا ہے۔

(۶) جدید تامل ادب کے رجحانات (آج کل بابتہ یکم دسمبر ۱۹۴۴ء) ڈی۔ ایس۔ وارادن نے اس مضمون میں تامل ادب کے رجحانات کا تذکرہ کیا ہے۔ صوبہ مدراس کے ایک حصہ میں تامل زبان مروج ہے۔ مضمون میں بعض تامل شعراء اور نثر نگاروں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ "تامل زبان اور ادب میں نئے جیون کی ابتدا ہوئی ہے" اور آئندہ بہت کچھ کرنا ہے"۔

(۷) زمانہ جنگ کا سویٹ ادب (آج کل ۱۵ دسمبر ۱۹۴۴ء) ل۔ احمد صاحب نے اس مضمون میں زمانہ جنگ کے سوویٹ ادب کا تعارف کرایا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ سوویٹ ادب کا اولین اصول واقعیت نگاری ہے۔ حکومت کی طرف سے اس امر کا انتظام کیا گیا ہے کہ سوویٹ ادیب عینی مشاہدہ کرتے ہیں وہ خندقوں اور ہسپتالوں میں جاتے ہیں۔ پلٹنوں کے مہمان ہوتے ہیں حملے کے وقت فوج کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں اس طرح عینی مشاہدہ کے بعد اپنی کتابیں مرتب کرتے ہیں، اس وقت کئی ایک ادیب مشہور ہیں۔ مثلاً شولوخوف، جس کے افسانے مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ الیکزی ٹالسٹائے ایک دوسرا ادیب ہے، مگر اسمان کی شخصیت

بھی مشہور حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے افسانے دنیائے سوویٹ میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، مضمون میں بعض افسانوں کے پلاٹ بھی واضح کئے ہیں۔

(۸) عہد اموی میں عربی کے ایرانی شعراء (آج کل ۱۵/دسمبر ۱۹۴۳ء) ابوالقاسم صاحب نجاری نے اس مضمون میں مختصر طور پر ان ایرانی شعراء کا تذکرہ کیا ہے جو بنی امیہ کے زمانہ میں عربی میں شاعری کرتے تھے۔ بنی امیہ کا زمانہ حکومت سنہ ۶۶۱ء سے سنہ ۷۵۰ء تک رہا ہے۔ اس زمانہ میں خرد، فلاح الیس۔ اسمٰعیل بن لیبار، موسیٰ شہوات ابوالعباس ایرانی شعراء تھے جو عربی زبان میں شاعری کرتے تھے۔

(۹) بولیوں کا سنگم (آج کل بابتہ ۱۵/دسمبر ۱۹۴۴ء) اختر اورینوی صاحب نے اس مقالہ میں ہندوستان کی بولیوں کے متعلق بصراحت تذکرہ کیا ہے۔

اختر صاحب کے خیال میں ہندوستان کے تقریباً سارے صوبوں میں اردو کی تخلیق اور نشو و نما ہوئی ہے۔ مقالہ میں آرین، اور دراوڑین قوموں کے زمانہ سے ابتداء کی گئی ہے۔ اور بتایا ہے کہ اردو خالص آریائی زبان نہیں ہے بلکہ یہ سامی اور آریائی زبانوں کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ مقالہ نہایت محنت اور کاوش سے مرتب کیا گیا ہے۔ لیکن کئی امور بحث طلب ہیں، چونکہ مقالہ ہنوز مکمل نہیں ہوا ہے اس لئے اس خصوص میں سر دست کوئی صراحت نہیں کی جاسکتی۔

ثالث

تکملہ

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند)

شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن

نوٹ! براہ کرم شرکار بوقت واپسی کتاب کا نشان فن معہ صراحت فن دیں۔

تعداد کتب (۵۳۲۰+۵۰ = ۵۳۷۰) تعداد مصنفین (۱۵۳۰+۲ = ۱۵۳۲)

نشان فن	نام کتاب	نام مصنف یا ملقب یا مترجم	سنہ طبع	ناشر یا مطبع	قیمت	نشان مسلسل	کیفیت
اسلامیات - الف ۱							
۱۶۱	ہماری درماندگی اور اس کا علاج	ظہیر احمد	۱۳۵۳ف	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	عہ	۵۳۶۱	
۱۶۲	ہیگل مارکس اور نظام اسلام	محمد مظہر الدین صدیقی	۱۹۴۳	دین محمدی پریس لاہور	۱۳	۵۳۶۲	
ہندویات - الف ۲							
۵۲	نور مشرق	گوربخش سنگھ	۱۹۴۴ء	گیلانی الیکٹرک پریس لاہور	سے	۵۳۶۳	ترجمہ
۵۳	یوگ سادھن	نرمل چندر جی	۱۹۴۲ء	امرت الیکٹرک پریس لاہور	۷	۵۳۶۴	۔

ڈراما۔ ب ۱

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۱۶۰	سیواجی مرہٹہ	کشن چند زیبا		رام رتن لال لاہور	عہ/۱۴	۵۳۷۶	
۱۶۱	فریادی	ستونت سدھو فیروزپوری		امرت الیکٹرک پریس لاہور	عہ/۱۴	۵۳۷۷	

افسانہ۔ ب ۲

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۴۸۹	آلو شریز کے خواب	————		گیلانی پریس لاہور	عہ/۹	۵۳۷۸	ترجمہ
۴۹۰	بھولی ہوئی کہانیاں	تیرتھ رام فیروزپوری	۱۹۴۴ء	پنجاب نیشنل پریس لاہور	عاہ/۸	۵۳۷۹	"
۴۹۱	پندار شکن	ضیاء الدین	۱۹۴۴ء	" " "	عہ/۱۴	۵۳۸۰	
۴۹۲	تلج	رابندر ناتھ ٹیگور	۱۹۴۴ء	مقبول عام پریس لاہور	/۱۵	۵۳۸۱	ترجمہ
۴۹۳	حسین تارے	" "	۱۹۴۴ء	پنجاب نیشنل پریس لاہور	عاہ/۴	۵۳۸۲	"
۴۹۴	داستانیں	قمر اجنالوی	۱۹۴۴ء	حجازی پریس لاہور	عاہ/۸	۵۳۸۳	
۴۹۴	دکھ سکھ	قمر تسکین		پنجاب نیشنل پریس لاہور	عاہ/	۵۳۸۴	
۴۹۵	راز در راز	رابندر ناتھ ٹیگور	۱۹۴۴	وزیر ہند پریس امرتسر	/۱۵	۵۳۸۵	
۴۹۶	رزم و بزم	تاجور نجیب آبادی	۱۹۴۴	امرت الیکٹرک پریس لاہور	۱۲/	۵۳۸۶	
۴۹۷	ساغر و مینا	اسلم کاشمیری	۱۹۴۴	عالمگیر پریس لاہور	عاہ/۸	۵۳۸۷	
۴۹۸	سبز و سرخ	احمد حسین خاں	۱۹۴۴	ایشیاٹک بک ڈپو دہلی	عہ/۴	۵۳۸۸	
۴۹۹	شعلہ آب	رابندر ناتھ ٹیگور	۱۹۴۴	راما آرٹ پریس امرتسر	/۱۵	۵۳۸۹	
۵۰۰	شہید زلفین	سیلاچ سنامی	۱۹۴۴	پنجاب آرٹ پریس لاہور	عاہ/۸	۵۳۹۰	
۵۰۱	کفن	صلاح الدین چشتی	۱۹۴۴	" " "	عہ/۱۴	۵۳۹۱	
۵۰۲	کھیل	خدیجہ مستور	۱۹۴۴	عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور	عاہ/۸	۵۳۹۲	
۵۰۳	نئی قندیلیں	قمر تسکین	۱۹۴۴	" " "	عاہ/۸	۵۳۹۳	
۵۰۴	نئی فضائیں	" "	۱۹۴۴	" " "	عہ/۲	۵۳۹۴	

ناول۔ ب ۳

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۶۶۰	بلبل اسیر	تیرتھ رام فیروزپوری	۱۹۴۴	پنجاب نیشنل پریس لاہور	عہ/۱۴	۵۳۹۵	ترجمہ
۶۶۱	جب میں جوان تھی	ماہرالقادری	۱۹۴۴	مستقل زر بک ڈپو لاہور	/ہ	۵۳۹۶	
۶۶۲	طوائف کی سرگذشت	————		" "	عہ/۱۴	۵۳۹۷	

۷۶۳	قسمت	پریم چند		پنجاب نیشنل پریس لاہور	علہ/ ۱۲	۵۳۹۸	ترجمہ

مضامین و مقالات ۔ ب ۶

۸۷	تاثرات	محمد جمیل احمد	۱۹۴۴	بریلی الیکٹرک پریس بریلی	عصہ/ ۱۲	۵۳۹۹	
۸۸	چند گھنٹے کلمائے قدیم کی	نیاز فتحپوری		نگار پرنٹنگ پریس لکھنو	عصہ/ ۱۲	۵۴۰۱	
۸۹	روحوں کے ساتھ						
۹۰	ذہنی زلزلے	نعیم صدیقی	۱۹۴۴	مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن	علہ/ ۱۲	۵۴۰۲	

نظم ۔ ب ۱۱

۴۴۶	انیس الاخلاق	سید محمد عباس		نظامی پریس لکھنؤ	۱۰/	۵۴۰۲	
۴۴۷	بادۂ ناب	میر ولی اللہ	۱۹۲۶	کریمی پریس لاہور	عصہ/ ۱۲	۵۴۰۳	
۴۴۸	خندۂ سحر	اختر انصاری	۱۹۴۴	جمال پریس دہلی	عصہ/ ۱۲	۵۴۰۴	
۴۴۹	زہر خند	یوسف ظفر	۱۹۴۳	امرت الیکٹرک پریس لاہور	علہ/	۵۴۰۵	
۴۵۰	مشعل راہ	مخشب جارچوی		جمال پریس دہلی	للعہ/ ۲	۵۴۰۶	

شروحات ۔ ب ۱۲

۲۴	رومی جلد اول	میر ولی اللہ	۱۹۳۷	فیروز پرنٹنگ پریس لاہور	عصہ/ ۱۴	۵۴۰۷	
۲۵	رومی جلد دوم	"	۱۹۳۷	" "	عصہ/ ۱۴	۵۴۰۸	

قواعد ۔ ث ۱

۲۱	آسان قواعد اردو و انشا پردازی	———	۱۹۳۶	بھارگو اسکول بکڈپو لکھنو	۴/	۵۴۰۹	
۲۲	جدید اردو قواعد انشا پردازی	———	۱۹۳۵	نارائن پبلشنگ ہاؤس لکھنو	۱۵/	۵۴۱۰	

تاریخ ہند - ج ۱۱

۵۱	قلعہ معلی کی جھلکیاں	عرش تیموری	۱۹۳۷	محبوب المطابع دہلی	۱۰/	۵۴۱۱

تاریخی سوانح - ج ۱۴۲

۱۰۳	نانا صاحب	میلا رام وفا		نامی پریس پیسہ اخبار لاہور	۱۵/	۵۴۱۲

رپورٹیں - ڈ

۱۰۰	کیفیت نظم و نسق جامعہ عثمانیہ	———	۱۳۵۱ف	دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد	عمر ۴/	۵۴۱۳

سیاسیات - ز

۲۰۰	تاریخ سیاسیات	عبدالمجید صدیقی	۱۹۴۴	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۱۲/	۵۴۱۴

طب - ش

۶۷	قواعد بقائے نسل انسان	ڈاکٹر غلام حسین		آر سی پریس دہلی	عمر ۹/	۵۴۱۵

حفظان صحت - ش ۱

۱۰	کفیل صحت	حکیم محمد خلیل شاہ	۱۹۳۸	کوآپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور	[illegible]	۵۴۱۶

اخلاقیات ظ ۱

۵۰	سرور ہستی	نرل چندر	۱۹۳۲	ستیہ گیان پبلشنگ سوسائٹی پنجاب	۱۲/	۵۴۱۷
۵۱	انسان	لالہ کانشی رام چاولہ	۱۹۴۴	نرائن دت لاہور	۸/	۵۴۱۸
۵۲	انسانیت	نرل چندر	۱۹۴۴	مرکنٹائل پریس لاہور	۹/	۵۴۱۹
۵۳	چوترو کاش	"	۱۹۳۲	ستیہ گیان پبلشنگ سوسائٹی پنجاب	۴/	۵۴۲۰
۵۴	خود شناسی	"	"	پنجاب آرٹ پریس لاہور	[illegible]	۵۴۲۱
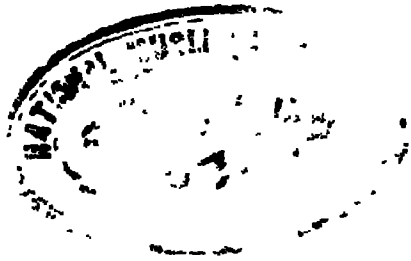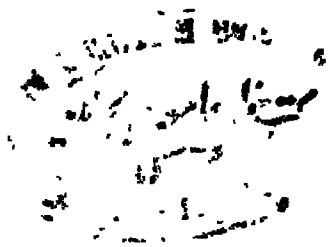
داستان
و
افسانے
عبد الحق اکیڈمی حیدرآباد دکن

جلد ۳ ماہ اردی بہشت ۱۳۵۴ف ماہ مارچ ۱۹۴۵ء نمبر ۳

مطبع دستگیری چیلہ پورہ

اداریہ

گزشتہ پرچہ میں نواب عماد الملک کا تذکرہ پیش کیا گیا تھا۔ اس مرتبہ نواب محسن الملک کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے نواب محسن الملک نے علاوہ قومی و ملی خدمات کے، حیدرآباد کی خدمت میں اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کیا۔ ان کی ساری زندگی اولوالعزمی، جوش، ایثار، خدمتِ ملک و مالک کی آئینہ دار ہے۔ جس کی روشنی میں ہمارے نوجوان اپنی زندگی سنوار سکتے ہیں۔

قابل مطالعہ کتاب کے سلسلے میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی کتاب سلطان محمد قلی قطب شاہ کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس جلیل القدر فرمانروا کی ذات سے حیدرآبادیوں کو جو دلچسپی ہے وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

آج جس عظیم الشان شہر میں ہم رہتے اور بستے ہیں۔ اس کی بنیاد سلطان قلی قطب شاہ نے رکھی۔

آج سے تقریباً ساڑھے چار سو برس پہلے جبکہ ایک شعر بھی اردو میں لکھنا مشکل تھا۔ اردو کے اس جلیل القدر خادم نے ہماری زبان میں باقاعدہ شاعری شروع کی اور تقریباً پچاس ہزار شعر کہہ کر اردو کے دامن کو اپنے غیر معمولی کوششوں سے وسیع سے وسیع تر کر دیا۔

بلاشبہ اردو زبان کا یہ محسن اعظم اس کا مستحق ہے کہ اس کی عظیم الشان خدمات کو اجاگر کیا جائے۔ پروفیسر زور ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر اس فرض کو پورا کیا کہ جو ہر اردو کے ادیب پر عاید ہوتا تھا۔

علی شبر حاتمی

تذکرہ

نواب محسن الملک مرحوم

(جناب الف۔ق صاحب)

سرسید مرحوم کے رفقا میں جن لوگوں نے اپنی قومی و ملی خدمات سے اپنے اور اپنے ملک کے نام کو روشن کیا ان میں نواب محسن الملک کی شخصیت سب سے ممتاز تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو ملک و قوم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا قدرت نے انہیں ایسی ایسی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا جو بہت کم لوگوں کو ملی ہیں۔ ان کی زندگی میں بعض ایسے جوہر ہیں جو آج بھی نوجوانوں کیلئے نشان منزل ہیں۔ اس لئے ہم آج ان کے تذکرے کی سعادت حاصل کرتے ہیں!

پیدائش وطن اور خاندان نواب محسن الملک کا اصل نام سید مہدی علی والد کا نام میر ضامن علی تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب سادات بارہہ کے مشہور خاندان سے ملتا ہے۔ ۱۲۵۳ھ میں نواب محسن الملک شمالی ہند کے ایک مشہور شہر اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ مولوی سید مہدی علی کے نانا مولوی محمود علی ایک زبردست عالم تھے۔ جو ایک زمانے میں صدر الصدور تھے اور بعد میں ریاست ٹونک کے وزیر بھی رہے۔

تعلیم سید مہدی علی نے قدیم زمانے کے رسم و رواج کے مطابق ابتدائی تعلیم خانگی مکاتیب میں پائی اس کے بعد اس زمانے کے مشہور علماء کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ انگریزی کی تعلیم اگرچہ باقاعدہ نہیں پائی تھی لیکن وہ اپنی مشق و مطالعہ کی وجہ سے پانیر اور انگریزی کے دوسرے اخبار بے تکلف پڑھ لیتے تھے۔

ملازمت سید مہدی علی نے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں دس روپیہ سے ملازمت شروع کی اور تدریجی ترقی کرتے کرتے ۱۸۶۷ء تک ڈپٹی کلکٹری تک پہنچ گئے۔

حیدرآباد کی ملازمت ۱۸۷۴ء میں سید مہدی علی انگریزی ملازمت سے مستعفی ہو کر گورنمنٹ نظام کے

سلسلۂ ملازمت میں منسلک ہوئے۔

حیدرآباد کی خدمات

حیدرآباد کے سلسلۂ ملازمت میں داخل ہوتے ہی اُن کے سپرد، محاسبی، بندوبست و مالگزاری کے صیغے کئے گئے۔ انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور رسا لہا سال کے بہترین تجربہ سے ان تینوں صیغوں میں نمایاں اور بہترین خدمات انجام دیں۔

محاسبی کو جو معمولی طور پر منظم کیا اور ۱۸۸۲ء میں پہلا موازنہ ایک مفصل رپورٹ کے ساتھ گورنمنٹ کے سامنے پیش کیا جو فینانشل نقطۂ نظر سے نہایت اہم تھی۔ اسی طرح بندوبست و مالگزاری میں بھی انہوں نے نہایت ہی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

حیدرآباد افیئرس کی تالیف

ان خدمات کیساتھ ساتھ انہوں نے حیدرآباد کی تالیف و تصنیف کے ذریعہ سے بھی ایک بڑی خدمت انجام دی۔ زمانۂ قیام حیدرآباد میں انہوں نے حیدرآباد افیئرس کے نام سے ایک کتاب (۸) جلدوں میں مرتب کی جس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس عظیم ترین اسلامی ریاست میں کون کون سے اہم واقعات پیش آئے۔ اس کتاب کے مرتب کرنے میں صاحب موصوف نے بڑی جانفشانی اور محنت اٹھائی۔

حیدرآباد سے واپسی کا ارادہ

۱۸۸۳ء میں سر سالار جنگ اعظم کی رحلت کے بعد مولوی سید مہدی علی نے وطن واپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن سر اسٹورٹ بیلی اور مسٹر جونس رزیڈنٹ نے اُن کو اس ارادہ سے باز رکھا۔ سر اسٹورٹ نے ایک خط میں اُن کو لکھا۔

> حیدرآباد کے مفاد میں یہ بہت ضروری ہے کہ آپ حکومت کی خدمات بدستور انجام دیتے رہیں اور ریونیو و فینانشل صیغے آپ کے ذمہ رہیں۔

معتمدی سیاسیات و خزانہ

۵ فروری ۱۸۸۴ء کو میر لائق علیخاں عمادالسلطنت سالار جنگ ثانی کو خطابات اور خلعت وزارت سے سرفراز فرمایا گیا تو انہوں نے اپنے دور وزارت میں سیاسیات اور خزانہ کے اہم صیغوں کو مولوی سید مہدی علی سے متعلق کرکے اُن کو معتمد بنایا۔

خطاب سے سرفرازی

۲۲ مارچ ۱۸۸۴ء کو مولوی سید مہدی علی اپنی شاندار خدمات اور خداداد قابلیت سے دربار نوروز کے موقع پر منیر نواز جنگ بہادر کے خطاب اور دو نیم ہزاری اور پانصد سواری نشان کے منصب سے سرفراز فرمائے گئے۔

نواب محسن الدولہ اور محسن الملک کا خطاب

جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ کو نواب نیر نواز جنگ کو بارگاہِ خسروی سے محسن الدولہ محسن الملک کا خطاب عطا ہوا۔

نواب محسن الملک عماد السلطنت کی نظر میں

نواب عماد السلطنت ۱۰ اپریل ۱۸۸۱ء کو اپنی خدمت سے مستعفی ہوئے تو ایک خط میں انہوں نے نواب محسن الملک کو لکھا۔

آپ نے جو خدمات میرے والد مرحوم کے زمانۂ وزارت میں انجام دی ہیں اور جو امداد ان کو آپ سے ملی ہے اس کا تذکرہ اور قدر تو صرف وہی کر سکتے تھے وہ آپ کو اپنا صادق دوست اور بہی خواہ تصور کرتے تھے اُن کو آپ پر اتنا اعتماد تھا کہ انہوں نے آپ کا ذکر وصیت نامہ میں بھی خاص طور پر کیا ہے۔ میرے زمانۂ وزارت میں بھی آپ نے مجھے ایسی بیش بہا امداد دی ہے جس کی میں کسی عزیز قریب سے بھی توقع نہیں رکھتا ہوں۔ میں آپکی مخلص امداد کا شکر گزار ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ آپ کی خدمات کا نقش میرے دل سے محو نہیں ہوگا۔

حیدر آباد سے روانگی

یکم محرم ۱۳۱۱ ہجری کو نواب صاحب ۱۹ سال چھ ماہ کی ملازمت کے بعد ہمیشہ کے لئے حیدر آباد سے روانہ ہو گئے۔ مختلف اخبارات نے اِن کی خدمات پر بہترین تبصرے کئے۔

قومی زندگی کا آغاز

نواب محسن الملک یوں تو ابتدا ہی سے قوم و مذہب کی خدمت کا جذبہ اپنے اندر رکھتے تھے لیکن ۱۸۹۳ء سے باقاعدہ ان کی قومی زندگی کا دور شروع ہوتا ہے۔

سرسید سے تعلقات کی ابتداء

سرسید مرحوم کی کتاب تبیین الکلام شائع ہوئی۔ تو نواب محسن الملک نے ایک سخت خط ان کو لکھا۔ جس کا جواب سرسید نے نہایت ہی نرم و شیریں ان کو دیا بعد میں چند ملاقاتیں ہوئیں تبادلہ خیالات ہوا اور انہیں ملاقاتوں نے دوستی کی شکل اختیار کر لی۔

قومی و تعلیمی خدمات

سرسید نے لندن کے قیام کے زمانے میں خطبات احمدیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اِس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں نواب محسن الملک نے جو مالی علمی اور قلمی امداد کی۔ اِس کا تذکرہ سرسید کے خطوط میں جا بجا ملتا ہے۔

جب سرسید مرحوم نے رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا تو نواب محسن الملک اِس رسالہ کے

بہترین مضمون نگاروں میں تھے وہ اس رسالہ میں خصوصیت سے مذہبی، اصلاحی مضامین لکھتے تھے

مدرسۃ العلوم کیلئے مختلف امداد

مدرسۃ العلوم کی تعمیر میں چندے کی دقت ہوئی نواب محسن الملک کو معلوم ہوا تو فوراً ایک ہزار روپیہ بطور چندے کے اپنے پاس سے بھیجا۔ اور بعد میں چھ ہزار روپیہ حیدرآباد میں دستاویز لکھکر قرض لیا اور کالج کی تعمیر کیلئے روانہ کیا۔ ۱۸۹۸ء میں جب حاجی محمد اسمٰعیل خاں نے سرسید کی یادگار میں ایک عمارت بنانے کی تجویز کی تو فوراً نواب محسن الملک نے پانچسو روپیہ کا چک بھیجا۔ چاہ اخوان الصفا، طہور وارڈ، اسٹریچی ہال سالار منزل، مسجد، بجٹ کی کمی، غرضکہ کوئی مد ایسا نہ تھا جس میں ان کی فیاضانہ امداد شامل نہ ہو چنانچہ ان کے فیاضانہ کارناموں کی بدولت کمیٹی نے طے کیا کہ کالج کی ایک عمارت مہدی منزل سے موسوم کی جائے۔

سرسید کا انتقال

۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء کو سرسید کی وفات ہوئی اور ان کے جانشین ان کے بیٹے سید محمود مرحوم ہوئے اس وقت انتظامی خرابیوں اور مالی کمزوری سے کالج نہایت ہی نازک مرحلوں سے گزر رہا تھا اس موقع پر نواب محسن الملک مرحوم نے نہایت ہی عزم و استقلال سے خطرات کا مقابلہ کیا اور سرسید میموریل فنڈ قائم کیا اور کالج کی امداد کیلئے مختلف صورتیں پیدا کیں۔

نواب محسن الملک کا سکریٹری شپ پر انتخاب

سید محمود اپنی ناسازی مزاج کی وجہ ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو سکریٹری شپ سے سبکدوش ہوئے تو ان کی جگہ متفقہ طور پر ٹرسٹیوں نے نواب محسن الملک کا انتخاب کیا۔ نواب محسن الملک نے سکریٹری ہونے کی حیثیت سے اس ادارہ کی جو اہم خدمات انجام دیں وہ ہمیشہ ملک و ملت کے لئے سرمایۂ نازش و افتخار رہیں گی۔

استعفا

۲۱ مارچ ۱۹۰۷ء کو سات سال کی خدمات کے بعد نواب محسن الملک بعض وجوہ سے سکریٹری شپ سے مستعفی ہو گئے لیکن ہندوستان کے ہر گوشے کے مسلمانوں نے مجبور کیا۔ لہٰذا استعفا واپس لے لیا۔ لیکن بعض ناگوار حالات نے اُن کے دل پر بہت برا اثر کیا تھا جس کی وجہ سے اُن کی صحت بھی خراب ہو گئی تھی کچھ دن کے لئے وہ بمبئی گئے اور وہاں جاکر بیمار ہو گئے۔

وفات

ابھی وہ بمبئی میں اپنا علاج کر رہے تھے کہ انہیں اچانک اپنے بھائی سید غلام عباس کے انتقال کی اطلاع ملی فوراً ہی نواب محسن الملک بمبئی سے اٹاوہ واپس ہوئے دو تین روز کے بعد غلام عباس صاحب کا انتقال ہو گیا۔ بھائی کے انتقال سے نواب محسن الملک کو سخت صدمہ پہنچا۔

۲۲ ستمبر کو وہ ایک دن علی گڑھ ٹھیرتے ہوئے شملہ گئے۔

اوائل اکتوبر ۱۹۰۷ء میں نواب محسن الملک کو مرخ بادہ کا دورہ ہوا چہرہ سر اور گردن سب ورم کر آئے بہتر سے بہتر علاج کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا ۱۴ اکتوبر کو آپ نے اپنے دوستوں اور اُن لوگوں سے جو وہاں موجود تھے کہا کہ مجھے اب اپنی زندگی کا اعتبار نہیں تم سب گواہ رہو کہ میں صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ میں نے جو کچھ ملک۔ قوم کی خدمت کی وہ نیک نیتی سے کی اگر اس میں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی تو میں بے قصور ہوں میری نیت بہرحال میں نیک تھی خدا میری نیک نیتی کا شاہد ہے۔ رات کو غفلت طاری ہو گئی۔

۸ رمضان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو ملک و ملت کے اس جلیل القدر خادم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

تدفین ٹرسٹیوں کے اصرار پر نواب صاحب کی لاش علی گڑھ لائی گئی اور مدرسۃ العلوم میں جس کی خدمت کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی نماز جمعہ کے بعد اور نماز جنازہ کے بعد سر سید مرحوم اور مولوی زین العابدین کے قبروں کے درمیان دفن کئے گئے۔ مرحوم کے انتقال سے ملک کے ہر طبقہ کو رنج و الم ہوا۔ ملک کے ہر گوشہ میں تعزیت کے جلسے کر کے اہل ملک نے اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا [1]

---

[1] یہ مضمون تذکرہ محسن مرتبہ مولوی محمد امین زبیری صاحب مہتمم تاریخ سے ماخوذ ہے۔

قابلِ مطالعہ کتاب

سُلطان محمد قلی قطب شاہ

جناب ع۔ س۔ خ صاحب

قطب شاہیوں کے پانچویں فرمانروا سُلطان محمد قلی قطب شاہ کو قطب شاہی خاندان میں جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آج جس شہر میں ہم رہتے بستے ہیں اسی جلیل القدر فرمانروا نے اس کو آباد کیا۔ اس زمانے میں جبکہ اُردو اپنے عالم طفلی سے گزر رہی تھی سب سے پہلے اس شیریں زبان میں اسی بادشاہ نے اپنا دیوان مرتب کیا اس وقت جبکہ اردو میں اس کی تنگ دامانی کی وجہ سے ایک شعر کہنا مشکل تھا۔ اس عظیم المرتبت شاعر نے تقریباً پچاس ہزار شعر اردو میں لکھے

ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کتاب "سلطان محمد قلی قطب شاہ" لکھ کر اُردو کے ایک جلیل القدر خادم کی زندگی سے ملک کو روشناس کرایا۔ آج ہم اس کتاب کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔

سلطان محمد قلی قطب شاہیہ کا پانچواں بادشاہ تھا۔ یہ بادشاہ ۱۴ رمضان سنہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا اور (۱۴) سال کی عمر میں یعنی ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۹۸۸ھ تخت شاہی کو اس فرمانروا نے آراستہ کیا۔ سلطان محمد قلی کی تخت نشینی پر گولکنڈہ کے ہندو اور مسلمانوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ وہ جمعہ ہی کے دن پیدا ہوا اور جمعہ ہی کے دن تخت شاہی پر متمکن ہوا۔

تخت نشین ہونے کے بعد محمد قلی نے اپنا لقب ابوالمظفر سلطان محمد قلی قطب شاہ قرار دیا۔ اس سرکاری لقب کے علاوہ، وہ ہمیشہ اپنی خانگی تحریروں میں غلام علی محمد قلی قطب شاہ لکھا کرتا تھا۔

محمد قلی کو فخر تھا کہ وہ ازل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قلی یا غلام ہے اور اسی غلامی کی وجہ سے اس کو دنیا میں سرخروئی حاصل ہوئی۔ اس نے اپنے اس خیال کو اپنے مختلف اشعار میں ادا کیا ہے کہ بادشاہ اپنی

سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں اور
میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے
نام اور غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں ایک جگہ کہتا ہے
بادشاہاں گرتے ہیں آپ مال پر جگ میں بڑائی
مج محمد ناؤں تھے ہے تاج و دولتِ خسروانی

اپنے کلام میں اس نے مختلف تخلص اختیار
کئے ہیں لیکن اردو شاعری کے لئے اس نے
معانی اور فارسی شاعری کے لئے زیادہ تر قطب شہ
تخلص اختیار کیا ہے۔
تعلیم و تربیت کے اعتبار سے محمد قلی
اپنے دوسرے بھائیوں سے کم درجہ تھا لیکن
علم و فضل سے ضرور بہرہ ور تھا۔ اس نے اپنے
کلام میں صاف صاف اس کا اعتراف کیا ہے کہ
میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم
دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل
سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں
اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو
علماء مجھے کیا سکھائیں گے میں نے
تو صرف اپنے دل میں اپنے معشوق
کے نام صرف بٹھا لئے ہیں۔ لوگ
مجھے امی سمجھتے ہیں۔ میں اس حد تک
اپنے کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے
اوصاف مجھے زبانی یاد نہیں رہے
اور میرا قلم ان کی وضاحت میں
عاجز آ گیا۔ جب میں عشق و عاشقی
کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و
کمال حاصل کرنے لگا تو علماء
بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے
ایک جگہ کہتا ہے کہ
نہ لکھ سکے گا کتنے شرح منجہ کتا باں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جوں مجاز
سلطان محمد قلی بچپن ہی سے شعر و شاعری کا دلدادہ
تھا اردو کے اس جلیل القدر شاعر کو حافظ کے
کلام سے خاص مناسبت تھی اسی لئے اس کے
کلام میں حافظ کا رنگ نمایاں طور پر جھلکتا ہوا
نظر آتا ہے تصوف و عرفان کے اکثر اشعار اس کے
مجموعۂ کلام میں ملتے ہیں۔
حافظ کی بعض غزلوں کا اسی بحر میں
قلی قطب شاہ نے بعینہٖ ترجمہ کیا ہے حافظ
کی مشہور غزل ہے۔
یوسفِ گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
سلطان محمد قلی کہتے ہیں۔
یوسف گم سو پھر آ گا اب بہ کنعاں غم نہ کھا
گھر ترا اللہ کا ہو گا گلستاں غم نہ کھا
سلطان محمد قلی قطب شاہ کی شاعری قوت
مشاہدہ، بلندیٔ تخیل، شیرینی و سادگی، تصوف
و عرفان کی آئینہ دار ہے۔
یہ ایک حقیقت ہے کہ اس سے پہلے

اردو میں صرف مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔
محمد قلی قطب شاہ پہلا شاعر ہے کہ جس نے شاعری
کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں
کے لئے نئی نئی راہیں پیدا کیں۔

شہر حیدرآباد کی تزئین و تعمیر سلطان محمد قلی
قطب شاہ کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔ بھاگ نگر
یا حیدرآباد کے بنا کے متعلق محمد قلی کے کلام سے
بہت کم علم ہوتا ہے۔ البتہ اس کے کلام میں
ایک جگہ شہر حیدرآباد کا ذکر آیا ہے یعنی حیدرآباد
کا کہنا ہے کہ

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس
لے کر آؤں جو بکھر ا ہونے اس کا شہر حیدر میں

یعنی قطب کے اشعار بے بہا ہیں کسی شہر
میں اُن کا مول نہ ہوگا اگر فروخت کی توقع ہو
تو حیدرآباد میں لے آؤں۔

دسویں صدی ہجری کے اواخر میں حیدرآباد
شہر خود بخود آباد ہونے لگا تھا کیونکہ اس
سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید
آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی [illegible] میں سلطان
محمد قلی قطب شاہ نے باقاعدہ سرکاری طور پر
اس شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس نے سب سے
پہلے شہر کے وسط میں چار مینار کا سنگ بنیاد رکھا
اور اس کے اوپر ایک مسجد بنوائی اور مسجد کے
ساتھ ایک حوض بنایا گیا جس میں تالاب جل پلی
سے پانی پہنچایا گیا۔ چار مینار کے ساتھ ہی شہر میں
چار بازار ترتیب دئے گئے جن میں چودہ ہزار
دوکانیں بنوائی گئیں۔ پھر چار مینار کے جانب
شمال مغرب دولت خانہ عالی بنوایا گیا۔ اس کے
علاوہ اس نے بہت سے محل تعمیر کرائے ان میں
خداداد محل، محل کوہ طور، سجن محل کا تذکرہ اس کے
کلام میں ملتا ہے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ذوق تعمیر
نہایت پاکیزہ تھا اس نے کشادہ بازاروں نفیس
حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے
شایان شان باغ بھی تعمیر کئے۔ حوضوں اور
نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں
عاشور خانے، لنگر خانے، مہمان خانے، مریض
اور دواخانے بنائے۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کی تنظیمی قابلیت
اور ثقافتی ذوق بھی بہت بلند تھا اس نے
اپنے ملک میں متعدد عیدوں اور تہواروں کو
رائج کیا تاکہ اس کا ملک سماجی اور عمرانی نقطہ نظر
سے ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔

۹۹۱ھ میں سلطان محمد قلی قطب شاہ نے
شاہ میر سے اپنے تعلقات زیادہ استوار
کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے شادی کر لی یہ
شادی بڑی دھوم دھام سے رچائی گئی ایک
ماہ تک اس کے جشن منائے گئے۔ لیکن چند دن
کے بعد سلطان محمد قلی کا عتاب اپنے خسر شاہ میر
پر ہوا تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چند ماہ بعد

اس نے اپنے خسر کو معاف کر دیا لیکن اس نے حکم دیا کہ شاہ میر کو ضروری مال و اسباب کے ساتھ ایک کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اس کے وطن اصفہان روانہ کر دیا جائے۔ افسوس ہے کہ شاہ میر مصائب سفر نہ برداشت کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے ایک عرصہ تک کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی ایک جگہ اولاد کی تمنا کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بار دے میرے جھاڑ کو یا رب
پھول پھل ہوئے تا سبھی گلزار

عجیب اتفاق یہ ہے کہ حیدرآباد کی تعمیر کے بعد اس کے اکلوتی شاہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی یہ بھاگ متی کے بطن سے تھی اس کے علاوہ شہزادہ امین حیدر، حیدرآباد کی تعمیر کے بعد ۲۴ رجب ۱۰۰۱ھ کو پیدا ہوا۔

حیات بخشی بیگم ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ نے عمر بہت تھوڑی پائی۔ اس کی بیماری کے متعلق تمام تذکرہ نویس خاموش ہیں لیکن اس نے اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا تذکرہ کیا ہے اور شفائے کلی نصیب ہونے کے لئے دعا کی ہے۔

کثرت شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا آخر رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا اور ڈھائی ماہ تک بخار کا سلسلہ جاری رہا غرض ہفتہ کی صبح میں ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ کو یہ فرمانروا ہمیشہ کیلئے (۴۸) سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوا اور قلعہ گولکنڈہ میں اس گنبد میں دفن کیا گیا جو اس نے اپنے لئے پہلے سے بنوایا تھا یہ گنبد آج محمد قلی کے گنبد سے مشہور ہے۔ محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا اُن میں سب سے اہم اس کا اردو کلام ہے۔ یہ گنجینۂ ادب تقریباً پچاس ہزار اشعار پر اور اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل ہے اور شاعری کی کوئی صنف ایسی نہیں جس میں اس بلند مرتبت شاعر نے طبع آزمائی نہ کی ہو اس لئے اس کا یہاں کلام بطور نمونہ کے پیش کیا جاتا ہے۔

مری پیاری سہانی ہے تجھے اب حسن زیبائی
بہت ـ وے ونت نیاریاں میں دیا اللہ تج شاہی
اپن قد سرو دکھلا کر گئے شرمندہ سروں کو
توں اپنا چال دکھلا کر ہنساں کی چال بسرائی

ساقیا آ شراب ناب کہاں
چند کے پیالے میں افتاب کہاں
مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے
نقل مد کا کہاں کباب کہاں
جنے ثابت قدم عشق میا نے
دھرے گا جو ہم اس کے سیس پر تاج
جنے کامل کیا ہے ہم اپنا
غنی ہیں دو جگت میں نئیں وہ محتاج

تبصرہ

نئے پرانے

فن افسانہ: مصنف۔ سہیل عظیم آبادی
ناشر۔ عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد دکن مطبع محمودیہ
مشین پریس چارمینار حیدرآباد دکن کتابت وطباعت
روشن وصاف سائز۔ کراؤن ضخامت
(۲۲۴) صفحات کاغذ عمدہ۔ قیمت (عہ)

عبدالحق اکیڈیمی نے اس سال جو کتابیں شائع کیں۔ زیر تبصرہ کتاب اُن کتابوں میں کا ایک بہترین شاہکار ہے۔ سہیل عظیم آبادی کا نام افسانہ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے نیا نہیں یہ مجموعہ (۱۳) افسانوں پر مشتمل ہے۔ سہیل ان افسانہ نگاروں میں ہیں جن کا ذوق پاکیزہ اور سلجھا ہوا ہے اور وہ افسانہ کسی نہ کسی بلند مقصد کو سامنے رکھ کر لکھتے ہیں۔ ان افسانوں میں بھی انہوں نے زندگی کی تلخ حقیقتوں کو نہایت دلکش انداز میں بے نقاب کیا ہے۔ اس مجموعہ کے اکثر افسانوں میں ان کے تصورات واحساسات ومشاہدات کی روح پڑھنے والے کو بغیر متاثر کئے ہوئے نہیں چھوڑتی اور یہاں زندگی کے مناظر کی تصویریں کھینچنے میں وہ ایک خاص ملکہ رکھتے ہیں جن سے اُن کے افسانوں کی دلکشی بڑھ جاتی ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ اُن کا یہ مجموعہ حسن قبول حاصل کرے گا۔

مُوج کوثر

فن افسانہ۔ مصنف کوثر چاندپوری۔ ناشر۔ مشہور
پبلشنگ ہاؤس قراش خانہ دہلی سائز کراؤن ضخامت
(۲۲۴) صفحات کتابت وطباعت روشن وصاف
کاغذ عمدہ قیمت (عما)

کوثر چاندپوری ادیب بھی ہیں اور طبیب بھی افسانوی ادب پر ان کی بیسیوں کتابیں شائع ہوچکیں اور کافی مقبول۔ اس مرتبہ انہوں نے زیر تبصرہ مجموعہ میں خاص جدت سے کام لیا ہے اور ادب، طب، اور مزاج کا ایک جگہ امتزاج کرکے ملک کے سامنے ایک انوکھے طرز پر پیش کیا ہے۔

زیر نظر مجموعہ میں عراق، سودا، اختلاج، ہیضہ، ذیابیطس، جلاب، پرہیز، جنون اور عطار سب پر ہی طبع آزمائی کی گئی ہے۔

اور ان سب بیماریوں میں مزاح کے ایسے نئے نئے پہلو کوثر صاحب نے پیش کئے ہیں کہ آپ اس کتاب کو شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر نہیں چھوڑ سکتے

جام و جم

فن تاریخ۔ مصنف۔ کوثر چاندپوری۔ ناشر عالمگیر بک ڈپو سید مٹھا بازار لاہور مطبع عالمگیر پریس لاہور کتابت و طباعت۔ متوسط۔ کاغذ سفید۔ سائز کراؤن ضخامت (۲۰۴) صفحات مجلد۔ قیمت (سے)

تاریخ کا مطالعہ انسانوں پر عبرت اور بصیرت کے دروازے کھولتا ہے۔ اسلاف کے واقعات و حالات ان کے اخلاق و معاشرت سے واقف ہونے کیلئے، تاریخ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی روشنی میں آنے والی نسلیں اپنے مستقبل کو تعمیر کر سکتی ہیں لیکن یہ جب ہی ممکن ہے کہ مورخین نے اپنی کتابوں میں ثقاہت، امانت اور دیانت سے کام لیا ہو۔

عجیب بات یہ ہے کہ تاریخ ہند میں بعض مورخین نے بعض مسلمان فرمانرواؤں کے متعلق جو صحیح معنوں میں مسلمان تھے ان پر تنگ نظری، تعصب اور کوتاہ بینی کا الزام لگایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلامی اصول کے اعتبار سے جو بادشاہ مذہب کا جتنا پابند ہوگا وہ دوسری قوموں کے حقوق کی اتنی زیادہ نگرانی کریگا اور اسلامی نقطہ نظر سے دوسری اقوام کی صیانت، ان کی جان و مال، عزت و آبرو، مذہبی شعائر کی حفاظت، مندروں، کلیساؤں کی نگرانی، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی دیکھ بھال اس کا فرض اولین ہوگا۔

ضرورت تھی کہ تاریخ کی مستند کتابوں سے مسلمان فرمانرواؤں کے حالات صحیح روشنی میں لکھے جائیں اور ہر چیز کو اپنے اصل روپ میں پیش کیا جائے تاکہ اقوام میں تاریخ کے غلط مواد نے جو غلط فہمی پیدا کردی ہے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔

کوثر صاحب نے اس کتاب میں اس شدید ضرورت کی تکمیل کی ہے اور چنگیز خاں، سلطان جلال الدین خلجی، سلطان علاء الدین بہمنی، سلطان محمد شاہ بہمنی، سلطان محمود شاہ بہمنی، شیر شاہ سوری، حجاج بن یوسف ثقفی، شاہ حسین۔ خواجہ محمود گاوان، عبدالرحیم خانخاناں، نواب سعد اللہ خان لاہوری، شہزادہ مراد بخش، قطب الملک کے حالات کو صحیح تاریخ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

حجاج بن یوسف ثقفی کے متعلق فاضل مولف نے جو رائے دی ہے بہتر یہ تھا وہ صرف واقعات کو پیش کر دیتے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ایک مورخ کو صرف واقعات پیش کرنے چاہیں۔ اور اپنی رائے لکھ کر ناظرین کو متاثر کرنیکی ضرورت نہیں تاہم کتاب تاریخی حیثیت سے مطالعہ کے قابل ہے اور ہم اسکے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

تعارف

عرش و فرش اردو کے مشہور شاعر حضرت جوشؔ ملیح آبادی کی نظموں اور رباعیوں کا تازہ ترین مجموعہ ہے۔ اُن کی شاعری ذوق سلیم پر ایک ہنگامہ کی سی کیفیت پیدا کرتی ہے اس مجموعہ کی اکثر و بیشتر نظمیں علوے تخیل، نزاکت خیال، چست بندشیں، شکوہ الفاظ، سلاست و روانی اور اُن کے خصوصی انداز بیان کی حامل ہیں قیمت ے

ہست و بود محترمہ آنسہ محمودہ رضویہ کے (۱۶) افسانوں کا مجموعہ ہے یہ افسانے نہایت پاکیزہ ہیں تقریباً ہر افسانہ اصلاحی پہلو لئے ہوئے ہے۔ قیمت ۲؎

کوچوان دنیا کے چند بہترین افسانہ نگاروں کے شاہکار افسانوں کا مجموعہ ہے، مترجم پریم چند ہیں اس حیثیت سے کہ یہ بہترین افسانہ نگاروں کے افسانے ہیں ان افسانوں کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ قیمت ۱؎

الدین القیم مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کی تصنیف ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب میں مولانا نے فطرت انسانی کے مطالبات، فلسفہ کے اصول، مسئلہ وجود، مسئلہ توحید اور مسئلہ صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا کی ہر تحقیق میں صحیح استناد اور ہر تعبیر میں ایک انوکھی شان پائی جاتی ہے قیمت عہ

جناب ع۔ خ صاحبہ

حسینؓ اور انقلاب جوشؔ ملیح آبادی کی چند رباعیات، سلام اور ایک مسدس کا مختصر مجموعہ ہے جو شہدائے کربلا سے متعلق ہے اس مسدس میں فلسفۂ شہادت کو پیش کیا گیا ہے۔ قیمت عہ

نئی کروٹ شاہزادہ ایاز کے چند افسانوں کا مجموعہ ہے جو مصنف نے اپنے خاص نقطۂ نظر کے مطابق لکھے ہیں قیمت عہ

بیوی محبت کیوں کرے یہ کتاب ان (۳۷) مضامین کا مجموعہ ہے جو اس عنوان پر رسالۂ خاتون مشرق میں مختلف خواتین نے لکھے تھے۔ اس کتاب میں اس عنوان پر بعض مضامین اچھے ہیں۔ قیمت ۱۲؎

جنگ اور اسلام مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک مقالہ ہے جو انقلاب ماہیت جنگ سے متعلق ہے مولانا نے ضرب اور اسلام، جہاد اور

مقاصد جنگ پر قرآن کی روشنی میں عالمانہ بحث کی ہے۔ قیمت ۱۲؍

دردانہ سوز و ساز کہکشاں آشنا یہ چاروں مجموعے اردو کی مشہور ادیبہ محترمہ آنسہ محمودہ رضویہ مدیر مجلۂ شعاع کے تخیل کا نتیجہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شہکار احساس لطیف کے حامل ہونے کے علاوہ نکتہ سنجی حقیقت شناسی اور شگفتہ بیانی سے مملو ہے۔

جام و مینا اس کتاب کے مرتب حکیم محمد یوسف حسن ایڈیٹر نیرنگ خیال ہیں۔ یہ مجموعہ (۱۲) معیاری افسانوں پر مشتمل ہے۔ ایڈیٹر نیرنگ خیال سے انتخاب میں جس ذوق صحیح کی توقع کی جاسکتی ہے وہ ان افسانوں میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ قیمت ۱۲؍ ہے

ہندوستانی افسانے اعظم کریوی نے ہندی اور بنگالی کے افسانوں کو اردو کا جامہ پہنایا ہے اس مجموعہ میں بعض ایسے افسانے بھی ہیں جو نہ ترجمہ ہیں اور نہ ماخوذ بلکہ ان میں صرف بنگالی افسانوں کا رنگ اختیار کیا گیا ہے۔ قیمت ۲؍

گرد و پیش ملا گرد باد شیرازی نے مشہور افسانہ نویسوں کے (۱۷) افسانوں کا انتخاب پیش کیا ہے جس کو اردو کمیٹی آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس لاہور نے نہایت ہی دیدہ زیب مجلد شائع کیا ہے، بقول مرتب ان افسانوں میں قہقہے کم اور آنسو زیادہ نظر آئیں گے۔ قیمت (۱۲؍)

تصویر اے۔ ار خاتون دہلوی کا دوسرا مقبول اور دلچسپ ناول ہے اس سے قبل ان کا پہلا ناول شمع کافی مقبول و مشہور ہوا۔ ان کے ادب میں تفریح و تعمیر دونوں کا دلچسپ امتزاج ہے یہ ناول بھی ان کے خصوصیات ادب کا بہترین آئینہ دار ہے۔ قیمت (۱؍)

رسول پاک کی صاحبزادیاں مولانا اعجاز الحق صاحب قدوسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں کی زندگی کے مبارک حالات، اخلاق و معاشرت و عبادات کو عام فہم، سہل اور سادہ زبان میں مستند کتابوں سے مرتب کیا ہے۔ ماخذ کے حوالے ہر جگہ ذیلی حواشی میں دیدئے گئے ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے ایک مسلمان عورت کی زندگی کا صحیح اور مکمل نمونہ سامنے آجاتا ہے قیمت۔ (۱۲/۶)

وفادار دوست
دغاباز دوست
سمندر کا شہزادہ
گاؤں کا مکھیا

عبدالحق اکیڈمی نے بچوں کے ادب کی طرف بھی خصوصیت سے توجہ کی ہے اور ان کتابوں کو دیدہ زیب صورت شائع کیا ہے۔ یہ چاروں کتابیں چھوٹی چھوٹی

کہانیاں ہیں جنہیں ہندوستان کے مشہور ادیب
کوثر چاندپوری نے نہایت سادہ زبان میں بچوں
کے لئے لکھا ان کتابوں کی امتیازی خصوصیت
یہ ہے کہ ہر کہانی دلچسپی کے ساتھ ساتھ نتیجہ خیز
اور بچوں کے لئے اخلاقی حیثیت سے بھی مفید ہے
قیمت بالترتیب ۱۲ر- ۱۲ر- ۱۲ر- ۶ر

تصریحات آزاد الہلال کے زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد کے سامنے
ہندو مسلمانوں نے اپنے مذہبی اور سیاسی شبہات
سوالات کی صورت میں پیش کئے تھے اور
مولانا نے جو ان کے جوابات دئے تھے۔ یہ
تمام سوال وجواب کتاب کی صورت میں پیش
کئے گئے ہیں۔ جوابات میں مولانا کے اسلوب
تحریر نے حقائق کو نمایاں سے نمایاں تر کردیا ہے
قیمت (عا/۸ر)

نجات رابندرناتھ ٹیگور کے تین دلچسپ افسانوں کے
سنگ اس چھوٹے چھوٹے خوبصورت مجلد مجموعے
دنیا ایک کہانی ہیں قیمت بالترتیب ۱۵ر-۱۵ر-۱۵ر

بچوں کی کتابیں

پہلا سٹ

شجاع احمد قائد

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
چھوٹنتر کا دھاگا (ڈرامہ)	۴ر	حیدر کی فوج (بات چیت)	۳ر
رابن سن کروسو "	۱۰ر	پڑوسی "	۳ر
عید "	۸ر	کپڑے "	۳ر
سمندری جہاز "	۴ر	سادہ زندگی "	۳ر
لاڈلا اکبر (کہانی)	۱۰ر	دسترخوان "	۳ر
کھٹی میٹھی بتیاں "	۱۰ر	جنگ کے بعد کیا ہوگا "	۳ر

دوسرا سٹ

مسلم ضیائی و کوثر چاندپوری

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
گاؤں کا مکھیا (کوثر)	۶ر	شیشی تارو (مسلم)	۲ر۶پ
وفا باز دوست "	۱۲ر	قمقم تماقیل "	۵ر
سمندر کا شہزادہ "	۱۲ر	بولتی کٹھ پتلی "	۳ر
وفادار دوست "	۱۲ر	کالا دیو "	۳ر
یوراشیما (مسلم)	۲ر۶پ		
چھنکی خان "	۵ر		

سول ایجنٹ کتاب خانہ انجمن ترقی اردو ہند حیدرآباد دکن

استفسارات

جناب محترم اسلام علیکم

رسالہ ہماری کتابوں میں تعارف کے زیرعنوان ہر ماہ کی کتابوں کے متعلق ایک اجمالی تذکرہ شایع ہوتا رہتا ہے جس سے ایک بڑی حد تک فائدہ پہنچتا ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم چند دنوں میں ان کتابوں کے نام بھول جاتے ہیں۔

دسمبر کے پرچے میں اکثر کتب خانے کی جانب سے ایک فہرست کے شائع ہونے کا اعلان ہوا ہے۔ براہ کرم یہ تحریر فرمائیے کہ یہ فہرست اشاعت کی کس منزل میں ہے اور کب تک شائع ہو جائے گی اور اس کی قیمت کیا ہوگی۔

گشتی کتب خانہ

۵ر اسفندار ۱۳۵۴ ف

جواب!

تعارف سے در اصل ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر آپ کو ہر ماہ کے جدید ادب سے واقف کرایا جائے۔

فہرست، طباعت کے آخری منازل طے کر چکی ہے، شاید آپ کے استفسار کا جواب شایع ہونے سے پہلے وہ بازار میں ملنے لگے اس میں پندرہ سو مصنفین کی تین ہزار کتابوں کے نام فن وار ہی درج ہیں۔ اگر اس کو کتابوں کی معلومات کی حد تک ایک چھوٹی سی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بیجا نہیں۔ یہ فہرست رائل سائز کے (۲۵۰) صفحات پر مشتمل ہے اور اس کو بہت ہی جاذب نظر شائع کیا جا رہا ہے۔ اسکی رعایتی قیمت (۱۲) روپیہ رہے گی۔

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ ہماری کتابیں

اس سوال کا جواب تحریر فرمائیے کہ اردو کا مشہور شاعر جرأت کا اصل نام کیا تھا، ان کا وطن کہاں تھا۔ اور انکی وفات کس سنہ میں ہوئی۔

جرأت کا اصل نام قلندر بخش ہے جرأت فیض آباد میں پیدا ہوئے، جعفر علی حسرت سے مشق سخن کی اور ۱۲۲۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

اچھے مضامین

ازجناب ثالث صاحب

دسمبر اور جنوری ۴۲-۱۹۴۳ء کے بعض رسالوں میں جو اچھے مضامین پائے گئے۔ ان کی صراحت حسب ذیل ہے :۔

۱۔ علم و مذہب

(قدیم بابت دسمبر ۱۹۴۲ء) مولانا عبدالماجد اڈیٹر اخبار صدق کا یہ ایک مختصر مضمون ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ آسمانی کتابوں کے مندرجہ قصوں کو تہذیب جدید کے علما قبول نہیں کرتے اور ان کو افسانہ تصور کرتے ہیں۔ مگر جب علم کی رو سے اس کی تصدیق ہو تو پھر آمنا و صدقنا کہنا پڑتا ہے حضرت ابراہیم کے متعلق یورپ کو انکار تھا۔ بابلی قصے، افسانہ تصور کئے جاتے تھے۔ مگر آج ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیقات اور دریافت کے لحاظ سے حضرت ابراہیم کی حقیقت اور اصلیت واضح ہو گئی ہے۔

۲۔ دیوان غالب کی بحریں

(شعاع اردو جنوری ۴۳ء) یہ صغیر النساء بیگم کے مضمون کا ایک حصہ ہے۔ غالب کے پرستار آج سیکڑوں نہیں ہزاروں ہیں۔ اور غالب کے کلام کی بیسیوں شرحیں ہوئی ہیں۔ لیکن آج تک غالباً کسی نے دیوان غالب کی بحروں کے متعلق کوئی صراحت نہیں کی تھی۔ اس مضمون میں دیوان غالب کی بحروں کے متعلق وضاحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کل نو بحریں غالب نے استعمال کی ہیں۔ مثالوں کے ذریعہ مضمون کو واضح کیا گیا ہے۔

۳۔ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں

(ترجمان القرآن نومبر) سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا یہ ضخیم مقالہ ہے جو پورے رسالہ کے (۹۶) صفحات پر حاوی ہے۔ اس میں آلہ۔ رب۔ دین اور عبادت کے متعلق قرآن شریف کی رو سے تفصیلی وضاحت کی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ یہ چاروں لفظ قرآن مجید کی اصلاحی زبان میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ قرآن کی ساری دعوت یہی ہے کہ الوہیت اور ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں وہی اکیلا رب اور آلہ ہے۔ اس کو اپنا رب اور آلہ تسلیم کرو۔

اس کے سوا ہر ایک کی الہیت اور ربوبیت سے
انکار کرو۔ اس کی عبادت اختیار کرو۔ اس کے
سوا کسی کی عبادت نہ کرو اس کے لئے اپنے
دین کو خالص کر لو۔ اور ہر دوسرے دین
کو رد کرو۔

۴۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم

(معارف دسمبر) مولانا سید مناظر احسن
گیلانی صدر شعبۂ دینیات نے مندرجہ صدر نام سے
ایک کتاب شائع فرمائی ہے۔ مضمون ہذا میں
مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے کتاب
مذکور پر ایک تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ جو ہنوز مکمل
نہیں ہوئی ہے۔ اس میں تفصیل کے ساتھ کتاب
کی خوبیوں اور اس کے نقائص پر روشنی ڈالی
گئی ہے۔ مضمون دلچسپ اور معلومات آفرین ہے
اس تنقید کے پڑھنے والوں کو مولانا مناظر احسن
کی کتاب کی پوری تفصیل معلوم ہو جاتی ہے۔

۵۔ حیدرآباد کا قدیم محرم

(ہندوستانی ادب دسمبر) معین الدین صاحب
رہبر فاروقی اس مضمون میں آصفی عہد کے ابتدائی
زمانہ کے محرم کے متعلق صراحت کی ہے۔ محرم کے
رنگ، تعزئے، بادشاہی عاشور خانہ، حسینی علم
لنگر کی حقیقت، علموں کی سواری۔ علم امام قاسم
علم عباس، علم نعل صاحب، بی بی کا علم وغیرہ پر
تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مضمون کا بڑا
حصہ گلزار آصفی کے ترجمہ پر مشتمل ہے۔

۶۔ ترقی پسندی کی علتِ غائی

(ہمایوں بابتہ جنوری ۱۹۴۵ء)
پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی نے اس مضمون میں
ترقی پسند ادب پر تبصرہ فرمایا ہے اور بتایا
گیا ہے کہ اس تحریک کی ابتدا کیا ہے؟ اور
اس کی علت غائی کیا ہے۔ یہ دو تحقیقیں قائم کی
ہیں۔ اور اسی پر مضمون کو مکمل کیا ہے مضمون
میں بتایا ہے کہ ترقی پسند تحریک اقتصادی یعنی
سیاسی اور ادبی تھی۔ ہندوستان میں
اس کا پہلا مظاہرہ ۱۹۲۹ء میں ہوا تفصیل
کے ساتھ ہندوستان کی سیاسی فضا کی صراحت
کی ہے۔ اور علت غائی میں مارکس اور فرائڈ
کے نظریوں سے بحث کی ہے آخر پر بتایا ہے کہ
"لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہندوستان
میں ترقی پسند ادب کے فوری سبب کتنے ہی
گنائے جائیں اس تحریک کی علت غائی فرائڈ
کے نفسیاتی نظریے ہیں"

۷۔ نیا ادب اور ترقی پسند ادب

(عالمگیر بابتہ دسمبر) سید احتشام حسین صاحب
رضوی ایم۔ اے پروفیسر لکھنؤ نے اس مضمون
میں سید علی اختر صاحب کے مضمون کو رد کیا ہے

لیکن اس کے ساتھ ہی صحیح ترین ترقی پسندانہ نقطۂ نگاہ بھی پیش کیا ہے۔ جو موصوف کے خیال میں یہ ہے ——— "ترقی پسند ادب بدیں نہیں، فحاشی اور عریانی کا حامی نہیں۔ فسق و فجور کا دوست نہیں۔ فرائڈ کو اپنا امام یا پیشوا نہیں سمجھتا ہے۔ مذہب کی توہین اس کا مسلک نہیں ہے۔" سوال یہ ہے کہ سب ترقی پسند ادیب کیا اس پر عامل ہیں؟

۸۔ نظامِ نو میں مذہب کی اہمیت

(عالمگیر سالنامہ بابتہ ۱۹۴۵ء)

سید علی اختر صاحب تلہری کا یہ محققانہ مقالہ ہے اس میں یورپ کی دہریت و لامذہبیت کی جو طوفانی ہوا چلی ہے۔ اس پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ مذہب سے نا آشنا قوموں کی ثقافت و شائستگی لامذہب کی تخریبی حیثیت، سائنس کی مذہب سے مخالفت، مذہب پر کمیونسٹوں کے اعتراض۔ مارکس نظام اور مذہبی نظام میں فرق۔ ہرڈ و ہڑنگ اور مذہب، انسانی فطرت میں مذہب کا رسوخ۔ ادب اور مذہب، مذہب اور رواداری وغیرہ امور پر روشنی ڈالی ہے اور یہ بالکل درست لکھا ہے "جنس کے عناصر بلا شبہ نفس انسانی کی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی روک تھام مذہب کے سوا اور کسی کے بس کی چیز نہیں ہے۔"

لاشعور اور زندگی و ادب پر اس کا اثر

(عالمگیر سالنامہ ۱۹۴۵ء) یہ شبلی کلیم کا دلچسپ مقالہ ہے۔ اس میں فرائیڈ کی تحلیل نفسی، لاشعور کے اشارے، خواب کا خفیہ مواد و ذہنی الجھن کی ابتدا، پاکیزگی شاہراہ لاشعور کا اظہار، لاشعور کی متضاد قوتیں دماغی اور اعصابی امراض، خوف اور جرم۔ فرائیڈ کا طریقہ علاج۔ کیا استلذاذ کی خواہش جنس ہوتی ہے لاشعور اور آرٹ وغیرہ عنوان پر بحث کرنے کے بعد مسئلہ لاشعور اور اردو اتسات پر بحث کی ہے۔ اور آخر پر بتایا ہے کہ "اگر توازن قائم نہ رہے اور پانی کناروں سے چھلک کر سیلاب کی صورت اختیار کرلے تو انسان خود بھی تباہ ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بھی لے ڈوبتا ہے یہ "بیمار ذہن" کہلاتا ہے۔ ترقی پسندی سے اسے کوئی تعلق نہیں"

۱۰۔ بولیوں کا سنگم (آج کل بابتہ یکم جنوری)

پروفیسر اختر اورینوی کے مقالہ کا تکملہ ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ پنجاب، بنگال، سندھ اور دکن میں جو زبان بنے لگی اس پر نو مسلموں کی وجہ سے نئی زبان کے لئے ایک نیا ماحول پیدا ہو گیا۔ اس پر تجارت کی وجہ سے سماجی اثر اور غیر سیاسی اثرات ہوئے اس سلسلہ میں "بہار میں اردو" کا عنوان غیر متعلق سا آگیا ہے۔ مصنف نے بہار کی ابتدائی نظم و نثر کا

ذکر کرتے ہوئے ہماری پہلی نثری کتاب ۱۰۸۱ھ میں مرتب ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ یہاں اس امر کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ دکن میں ۱۰۶۰ھ اور ۸۲۵ھ کے درمیان دکھنی نثر کی ابتداء ہو چکی تھی آخر پر یہ بتایا گیا ہے کہ مہابھارت اور راماین کے رزمیہ قصے، بدھ کا فلسفہ عرفان بھگتی تحریک کے شعرا کے گیت سارے ہندوستان میں گونج رہے تھے جب اس حلقہ کی بھاشاؤں سے فارسی اور عربی ملنے لگی تو ریختہ کا پیٹرن پیدا ہوا اس میں شک نہیں کہ مصنف کے بعض نظریے غور و خوص کے قابل ہیں۔

۱۱۔ نالندہ یونیورسٹی (آج کل بابتہ یکم جنوری ۱۹۶۲ء)

ڈی راگھاول نے اس مضمون میں مختصر طور پر جامعہ نالندہ پر روشنی ڈالی ہے۔ نالندہ پٹنہ کے جنوب و مشرق میں پچاس میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ جہاں بدھ کے انتقال کے بعد راجہ بکرماجیت نے ایک دھرم شالہ تعمیر کیا۔ اس راجہ کے بیٹے بدھ گپت نے دوسرا اور پھر راجہ تاتھاگت نے تیسرا راجہ بلوبت نے چوتھا دھرم شالہ بنایا۔ اور اس کے بعد بھی اس میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں طلبہ کی تعلیم اور ان کی ترتیب ہوتی تھی۔ دور دور سے شایقین علم آتے تھے۔ مضمون مختصر مگر معلومات آفریں ہے۔

۱۲۔ ترکی اور طب (آج کل بابتہ ۱۰ جنوری)

ڈاکٹر ایچ آوی آتل نے اس مختصر مضمون میں ترکی میں طب کی ترقی کا حال بیان کیا ہے۔ اس کے ارتقا کے تین دور قرار دئے ہیں۔ پہلا سلیمانیہ طبی اسکول کے قائم ہونے تک دوسرا استنبول کے طبی کالج کے قیام تک اور تیسرا عہد حاضر۔ ان ہی تینوں ادوار کی تفصیل پر مضمون مشتمل ہے۔ سلیمانیہ طبی اسکول ۱۵۵۵ء میں قائم ہوا تھا۔ اور محمد ثانی نے ۱۸۲۷ء میں استنبول میں طبی کالج قائم کیا یہاں جراحی کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔ ۱۸۶۴ء سے موجودہ شعبہ طب کی ابتدا ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مضمون دلچسپ اور معلومات سے مملو ہے فقط

ثالث

زیر طبع کتب

عبدالحق اکیڈمی

۱۔ کلیات فانی — فانی بدایونی

۲۔ یاد ایام — عبدالرزاق کانپوری

۳۔ مقالات — مولوی عبدالحق

۴۔ انور (ناول) — منشی فیاض علی

۵۔ روزنامچہ — قاضی عبدالغفار

۶۔ نقش فرنگ — ″

۷۔ نئی بیماری — مہندر ناتھ

۸۔ طوفان — نثار احمد

۹۔ مقدس چرخہ — حسن الدین خاموش

۱۰۔ ماں کی ممتا — ″

۱۱۔ نئے افسانے — عزیز احمد

دارالاشاعت سیاسیہ

۱۔ سفرنامہ بلاد اسلامیہ — قائد ملت بہادر یار جنگ علیہ الرحمہ

۲۔ خطبات بہادر یار جنگ — ادارہ

۳۔ تقاریر بہادر یار جنگ — ادارہ

۴۔ سوانح بہادر یار جنگ — ادارہ

۵۔ اقبال اور وطنیت — عبدالقدوس ہاشمی

۶۔ پولیٹکل ڈکشنری — ″ ″

۷۔ قرآنی تصور مملکت — شاہد حسین رزاقی

۸۔ معاہدات آصفیہ — عمر یافعی

۹۔ ہمارے کارخانے — منظور الحسن ہاشمی

۱۰۔ سیاسی نظمیں — نظر حیدرآبادی

۱۱۔ دساتیر عالم — شاہد حسین رزاقی

سول ایجنٹ کتاب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) حیدرآباد دکن

تکملہ

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند

شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن

نوٹ :- براہ کرم شرکا بوقت داد و ستد فن اور نشان فن کی صراحت فرمائیں۔

تعداد کتب (۵۶۱۵+۱۰۰=۵۷۱۵) | **تعداد مصنفین** (۱۵۳۲+۷=۱۵۳۹)

نشان فن	نام کتاب	نام مصنف یا مولف یا مترجم	سنہ اشاعت	ناشر یا مطبع	قیمت	نشان سلسلہ	کیفیت
اسلامیات الف/۱							
۱۶۳	براہین وحی	محمد اقبال سلمانی		مکتبہ امت مسلمہ	۱۲/	۵۶۱۶	
۱۶۴	تصریحات آزاد	ابوالکلام آزاد		عالمگیر پریس لاہور	عا/	۵۶۱۷	
۱۶۵	جنت کی کنجی	مولانا سعید	۱۹۴۴ء	دینی بکڈپو دہلی	عا/	۵۶۱۸	
۱۶۶	حقائق و معارف	ظفر علی خاں	۱۹۴۴ء	عالمگیر پریس لاہور	ما/ ۱۲/	۵۶۱۹	
افسانہ ب/۲							
۵۰۵	اس کا گناہ	اپندر ناتھ اشک	۱۹۴۴ء	پریم پرنٹنگ پریس جون	عا/	۵۶۲۰	ترجمہ
۵۰۶	الہلال کے افسانے	ابوالکلام آزاد	۱۹۴۴ء	عزیز المطابع بہاولپور	عا/	۵۶۲۱	
۵۰۷	پگڈنڈی	افضل عابدی	//	اشاعت گھر حیدرآباد دکن	عا/	۵۶۲۲	

۷۶۹	عروس فرغانہ حصہ اول	جرجی زیدان		مطبع کریمی بمبئی	۴/ عہ	۵۶۴۹	ترجمہ
۷۷۰	" " حصہ دوم	" "		" "	۴/ عہ	۵۶۵۰	"
۷۷۱	" " حصہ سوم	" "		" "	۴/ عہ	۵۶۵۱	"
۷۷۲	قمر جہان	بیگم ضیاء الحسن		اردو نشر گاہ دہلی	۱۲/ عہ	۵۶۵۲	
۷۷۳	نوشیاب	رضیہ سلطانہ		" "	۱۰/ عا	۵۶۵۳	
۷۷۴	وحشی	انصار ناصری	۱۹۴۴ء	جمال پریس دہلی	۴/ عہ	۵۶۵۴	

مضامین و مقالات ب ۶

۸۹	مضامین البلاغ	ابوالکلام آزاد	۱۹۴۴ء	قادری پریس سندیلہ	۱۲/ سے	۵۶۵۵	
۹۱	مقالات الہلال	" "	"	امرت الکٹرک پریس لاہور	۸/ عا	۵۶۵۶	

ادبی تنقید ب

۷۴	آثار اقبال	غلام دستگیر رشید	۱۹۴۴ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	۴/ للعہ	۵۶۵۷	
۷۵	اقبال اور پیام حریت	محمد یوسف خان سلیم	"	اقبال اکیڈیمی لاہور	۱۰/	۵۶۵۸	
۷۶	اقبال پر ایک نظر	سید محمد شاہ	"	" " "	۱/ سے	۵۶۵۹	
۷۷	اقبال کا تصور خودی	ڈاکٹر سید عابد حسین	"	" " "	۱۰/	۵۶۶۰	
۷۸	فکر اقبال	غلام دستگیر رشید	"	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۱۰/ سعہ	۵۶۶۱	

ادبی سوانح ب

۶۱	تذکرہ یورپین شعرائے اردو	محمد سردار علی	۱۹۴۴ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	۱۲/	۵۶۶۲	
۶۲	سرگزشت حاتم	سید محی الدین قادری زور	"	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	عا	۵۶۶۳	

نظم ب ۱۱

۴۵۱	دور ساغر	ساغر چشتی		مست قلندر بکڈپو لاہور	۴/ عہ	۵۶۶۴	
۴۵۲	دیوان حافظ	-		مطبع نولکشور لکھنو	۸/ عا	۵۶۶۵	

۴۵۳	زمزمۂ حیات	سراج الدین ظفر	۱۹۴۴ء	فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور	عہ / ۱۴	۵۶۶۶	
۴۵۴	سوزِ پیہم	ش۔ا۔ شمیم		مرکنٹائل پریس لاہور	۱۰ /	۵۶۶۷	
۴۵۵	عرش و فرش	جوش ملیح آبادی	۱۹۴۴ء	تاج آفس بمبئی	صہ	۵۶۶۸	
۴۵۶	لالہ و گل	اثر لکھنوی	"	فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور	۱۴ /	۵۶۶۹	
۴۵۷	جمنتاں حمزہ	محمد امیر حمزہ		مطبع اعظم جاہی حیدرآباد دکن	عہ / ۴	۵۶۷۰	
۴۵۸	میٹھے گیت	لطیف فاروقی	۱۹۴۳ء	مکتبہ شعر و ادب لاہور	صہ / ۶	۵۶۷۱	
۴۵۹	نورِ مشرق	ضیا فتح آبادی	۱۹۳۷ء	گیتا پرنٹنگ ورکس دہلی	محہ / ۹	۵۶۷۲	
۴۶۰	نئی امنگیں	پرشوتم سنگھ سیٹھی		مکتبہ رضیہ آگرہ	عہ ۱۳ /	۵۶۷۳	

تعلیمات ت

۳۰	تعلیم جدید	محمد اکبر مرادپوری	۱۹۴۱ء	شیروانی پرنٹنگ پریس علیگڈھ	عہ / ۱۳	۵۶۷۴	
۳۹	معلم باللغات	سید زاہد حسین		ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد	۱۲ /	۵۶۷۵	

تاریخ ہند ج ۱۱

۵۲	تخت طاؤس	محمد عبد اللطیف خاں کشتہ	۱۹۳۲ء	منشی گلاب سنگھ لاہور	ملعہ / ۹	۵۶۷۶	
۵۳	ٹیپو سلطان	نبی اللہ		عہد آفرین پریس حیدرآباد	۹ / ۶ /	۵۶۷۷	

تاریخی سوانح ج ۱۴

۱۰۴	ابن سعود	محمد عبد اللہ اعوان	۱۹۲۹ء	تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور	سے / ۱۳	۵۶۷۸	
۱۰۵	اتاترک مصطفےٰ کمال حصہ اول	محمد صادق حسین	۱۹۴۰ء	ملاپ پریس لاہور	عہ / ۸	۵۶۷۹	
۱۰۶	" " " حصہ دوم	" "	"	" "	عہ / ۸	۵۶۸۰	
۱۰۷	سلطان ابن سعود	سید سردار محمد حسینی	۱۹۳۶ء	بانڈہ الکٹرک پریس جالندھر	عہ / ۸	۵۶۸۱	
۱۰۸	عصمت انونو	محمد عبد اللہ اعوان		تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور	عہ / ۸	۵۶۸۲	
۱۰۹	محبوب علی خاں	سید مراد علی طالع	۱۹۴۴ء	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۴ /	۵۶۸۳	

سوانح ڈ

۱۱۴	بہادروں کی بہادری	رام سروپ کوشل	۱۹۴۰ء	———	۱۵/	۵۶۸۴	
۱۱۵	حیات سکندر	مرزا محمد سعید بیگ		مرکنٹائل پریس لاہور	عہ/	۵۶۸۵	
۱۱۶	قائداعظم	سردار الہام	۱۹۴۵ء	محمود مشین پریس جالندھر	۱۲/	۵۶۸۶	
۱۱۷	مال والوں کی تاریخ	سید مراد علی طالع	۱۹۴۴ء	ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد	عہ	۵۶۸۷	

سیاسیات ذ

۲۰۱	جنگ اور اسلام	ابوالکلام آزاد		مکتبہ راست گفتار امرتسر	۱۵/	۵۶۸۸	
۲۰۲	سوشلزم کیوں پھیل رہا ہے	حافظ سکندر بخت	۱۳۶۴ھ	———	۴/	۵۶۸۹	
۲۰۳	گاندھی ازم نیشنلزم اور سوشلزم	ایم این رائے		مرکنٹائل پریس لاہور	۱۴/	۵۶۹۰	ترجمہ
۲۰۴	مسلمانوں کا ماضی حال مستقبل	میاں بشیر احمد		دین محمدی پریس لاہور	۹/	۵۶۹۱	
۲۰۵	یورپ کی مہابھارت	حامد علی دہلوی	۱۹۴۰ء	اردو کلب دہلی	۱۵/	۵۶۹۲	

صنائع س

۲۷	دندان سازی	———	۱۹۲۳ء	خادم التعلیم برقی پریس لاہور	۸/	۵۶۹۳	
۲۸	موتی جات گلی	عبدالرشید صدیقی	۱۹۴۳ء	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۱۲/	۵۶۹۴	

معاشیات ک

۵۶	زرعی پیداوار کی فروخت	محمد تاج الدین	۱۹۴۴ء	ادارہ معاشیات حیدرآباد	عہ	۵۶۹۵	
۵۷	زرعی قرضداری	سید محمد عبداللہ	"	" " "	عہ	۵۶۹۶	
۵۸	ہندوستان کا نظام بنک کاری	رام رونار	"	" " "	سہ	۵۶۹۷	
۵۹	ہندوستان کا مالی نظام	خواجہ محمد شمس الدین	"	" " "	عہ	۵۶۹۸	
۶۰	ہندوستان کا معاشرتی نظام	" "	"	" " "	عہ	۵۶۹۹	
۶۱	ہندوستان کی قومی آمدنی	توفیق محمد خاں	"	" " "	عہ	۵۷۰۰	

مزاحیہ ل ا

۱۰۶	بے پر کی	آوارہ	۱۹۴۴ء	کتب خانہ علم و ادب دہلی	ے ۸ر	۵۷۰۱	
۱۰۷	بیوی	شوکت تھانوی	"	اتحاد پریس لاہور	ے ۲ر	۵۷۰۲	
۱۰۸	میر صاحب	عادل رشید	"	مکتبہ سلطانی بمبئی	ے ۱۲ر	۵۷۰۳	

نفسیات م

۱۸	بڑھے چلو	پنڈت بھگت رام سرما	۱۹۳۱ء	منشی گلاب سنگھ لاہور	معہ ۶ر	۵۷۰۴	ترجمہ

باورچی خانہ ن ۳

۲۲	بھوجن پرکاش	-	-	-	۱۵ ار	۵۷۰۵	
۲۳	دسترخوان کی لذتیں	-	-	امرت الیکٹرک پریس لاہور	عہ ۱۲ر	۵۷۰۶	
۲۴	ہر قسم کے شربت و عرق بنانا	-	-	-	۴ر	۵۷۰۷	

کہانیاں و ا

۳۷۱	بچوں کے خطوط حصہ اول	مولوی عبد الحق	۱۹۴۴ء	عبد الحق اکیڈمی حیدرآباد	۶ر	۵۷۰۸	
۳۷۲	" " حصہ دوم	" "	"	" " "	۱۰ر	۵۷۰۹	
۳۷۳	بچوں کا تحفہ حصہ اول	محمد شفیع الدین نیر	۱۹۳۵ء	جدید برقی پریس دہلی	۱۰ر	۵۷۱۰	
۳۷۴	" " حصہ دوم	" "	"	" " "	۱۰ر	۵۷۱۱	
۳۷۵	جادو کا جھولنا	رشید صدیقی سیوہاروی	-	اسلامی کتاب گھر دہلی	۰	۵۷۱۲	
۳۷۶	سمندر کا شہزادہ	کوثر چاندپوری	۱۹۴۴ء	عبد الحق اکیڈمی حیدرآباد	۱۲ر	۵۷۱۳	
۳۷۷	شیطان کی کپو پری	رضیہ سلطانہ چمن	۱۹۴۴ء	مکتبہ رضیہ آگرہ	۵ر	۵۷۱۴	
۳۷۸	وفادار دوست	کوثر چاندپوری	"	عبد الحق اکیڈمی حیدرآباد	۱۲ر	۵۷۱۵	

ہمارا کام

گشتی کتب خانہ: ۔ ۱۵ اسفندار ۱۳۵۱ ف م ۱۷ جنوری ۱۹۴۲ء کو قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر علیہ الرحمہ نے گشتی کتاب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) کا افتتاح فرمایا تھا۔ افتتاح کے وقت (۱۷۰) مصنفین کی (۲۰۳۲) کتابیں قیمتی (۶۹۰۸) روپیہ ۶ آنے ۹ پائی موجود تھیں۔

کتب خانہ میں ہر ماہ (۱۰۰) سے زیادہ نئی مطبوعات کا اضافہ ہوتا رہا اس طرح ایک سال میں (۲۰۰) مصنفین کی (۱۲۵۰) کتابیں قیمتی (۶۱۰۲) روپیہ ۸ / ۶ درج ہوئیں۔ اور ۴۳-۱۹۴۲ء کے ختم پر (۱۰۱۷) مصنفین کی (۳۲۷۲) کتابیں قیمتی (۱۳۰۱۰) روپیہ ۱۵ / ۳ موجود تھیں۔ ۴۳-۱۹۴۲ء میں (۵۰۵) مصنفین کی (۱۹۹۸) کتابیں قیمتی (۵۹۵۳) روپیہ ۱۰ / ۲ شریک کی گئیں۔ اور آج (۱۵۲۲) مصنفین کی (۵۲۷۰) کتابیں قیمتی (۱۸۹۶۴) روپیہ ۹ / ۵ موجود ہیں۔

رجحان مطالعہ: گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) کے اراکین کے مطالعہ کا صحیح رجحان معلوم کرنے کے لئے روز آنہ فن وار اعداد و شمار مرتب کرنے کا باقاعدہ انتظام ہے تاکہ ان اعداد و شمار کی روشنی میں مطالعہ کا ذوق سلیم پیدا کیا جا سکے۔

گزشتہ دو سال کے اعداد و شمار کا مفصل تقابل پیش ہے جس سے ہر فن کی تدریجی ترقی ظاہر ہوتی ہے۔

(ا) تقابل

فن	سنہ ۱۹۴۲،۴۳ء	سنہ ۱۹۴۳،۴۴ء
افسانہ	۱۳۵۰۹	۳۴۲۴۰
ناول	۱۳۰۳۸	۳۳۱۵۰
سیاسیات	۱۵۲۳	۴۸۰۹
ادب نسواں	۱۲۷۵	۴۲۹۳
ادب اطفال	۲۶۶۷	۳۹۶۵
نظم	۲۰۱۳	۳۲۸۰
تاریخ	۷۰۵	۱۴۰۵
اسلامیات	۶۷۸	۱۰۶۰
مزاحیہ	۲۳۰	۸۹۴
سوانح	۶۷۰	۸۲۵
مضامین و مقالات	۶۰۹	۸۱۹
طب	۴۴۴	۵۱۷
ہندویات	۲۴۰	۵۱۰
مکاتیب	۳۷۱	۴۱۹
معاشیات	۱۶۲	۴۲۹
سفرنامہ	۳۱۲	۳۹۶
نفسیات	۱۴۴	۳۷۹
خطابت	۱۲۶	۳۶۵
تاریخی سوانح	۲۲۹	۲۸۸
ادبی تنقید	۱۲۱	۲۵۱
سائنس	۱۷۴	۲۴۹
ادبی سوانح	۱۳۵	۱۹۹
اخبارات و رسائل	۲۹	۱۹۴
تاریخ ادب	۹۲	۱۳۹
فلسفہ	۶۶	۱۲۰
اخلاقیات	۳۸	۹۴
لغات	۶۳	۸۲
تعلیمات	۶۰	۷۵
حیاتیات	۴۲	۷۱
ڈرامہ	۳۱	۷۱
انتخابات	۴۲	۶۶
قانون	۹	۴۱
صناع	۵	۳۰
فنون لطیفہ	۳	۲۷
جغرافیہ	۲	۲۱

(ب) خلاصہ

	سنہ ۱۹۴۲،۴۳ء	سنہ ۱۹۴۳،۴۴ء
تعداد اراکین	۴۵۱	۷۰۱
جملہ تعداد اجرائی کتب سالانہ	۴۱۷۲۰	۹۳۸۴۵
اوسط اجرائی کتب روزانہ	۱۱۴٫۷۹	۲۵۷٫۱

طبقہ واری تعداد اجرائی کتب

	طبقہ ذکور	طبقہ اناث	طبقہ اطفال
سنہ ۱۹۴۲،۴۳ء	۲۰۳۰۸	۱۲۲۱۲	۹۲۰۰
سنہ ۱۹۴۳،۴۴ء	۳۹۶۴۱	۳۰۲۹۰	۲۳۹۱۴

سب سے زیادہ مقبول کتابیں

سنہ ۱۹۴۲،۴۳ء

نام کتاب	نام مصنف	تعداد اجرائی سالانہ
۱۔ میری ناتمام محبت	مس حجاب اسمٰعیل	۴۹
۲۔ انور	منشی فیاض علی	۴۶
۳۔ سیاسی معلومات	اسرار احمد آزاد	۴۰

سنہ ۱۹۴۳،۴۴ء

نام کتاب	نام مصنف	تعداد اجرائی سالانہ
۱۔ لیلیٰ کے خطوط	قاضی عبدالغفار	۵۱
۲۔ گئودان	منشی پریم چند	۴۸
۳۔ سیاسی تقاریر قائد ملت	نواب بہادر یار جنگ بہادر علیہ الرحمہ	۴۴

دار المطالعہ ۴۳-۱۹۴۲ء میں ناظرین کا روزانہ اوسط (۸۲،۵) رہا اور مجموعی تعداد (۳۳۱۲۵) اس وقت اخبارات و رسائل کی تعداد (۲۸) تھی ۴۴-۱۹۴۳ء میں ناظرین کی مجموعی تعداد (۴۲۶۰۰) تھی اور روزانہ اوسط (۱۳۵،۷) اخبارات و رسائل کی تعداد (۳۲) تھی

فہرست علم کتاب داری کے جدید اصولوں کو پیش نظر رکھکر کتب خانہ نے ایک فہرست مرتب اور شائع کی تھی جو اردو زبان میں تبویب اور افادیت کے لحاظ سے اپنی نوعیت کی پہلی فہرست تھی۔ اس فہرست کو نظر ثانی اور اضافہ کے بعد شائع کیا گیا ہے اس میں درج ذیل خصوصیات موجود ہیں جس سے کتاب کی تلاش بہت آسان ہو گئی ہے۔

(۱) فہرست کو (۹۹) فنون پر تقسیم کیا گیا ہے۔

(۲) ہر فن میں حروف تہجی کی ترتیب ہے۔

(۳) اس میں کتاب کے واحد نشان (نشان سلسلہ) کے ساتھ ساتھ فن نمبر بھی دیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس فن پر کس قدر کتابیں موجود ہیں۔

(۴) یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کونسی کتاب ترجمہ ہے اور دوسری زبان سے اردو میں منتقل کی گئی ہے۔ فہرست کے خانہ کیفیت میں "ترجمہ" لکھ کر وضاحت کر دی گئی ہے۔

(۵) حروف تہجی کے لحاظ سے مصنفین اور ان کی مطبوعات کا اشاریہ درج ہے۔

فہرست سے متعلق چند ضروری اعداد ذیل میں درج کئے گئے ہیں جس کی مدد سے خانہ کیفیت میں موجودہ کتابوں کی تقسیم اور تعداد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

چند ضروری اعداد

تعداد کتب (۵۲۷۰ + ۳۱۱ نسخہ ثانی) **تعداد مصنفین (۱۵۲۲)**

تعداد کتب فنواری

اسلامیت	تفسیر	اوراد اعمال	سوانح پیغمبر اسلام	سوانح اکابر اسلام	فقہ	تصوف	احدیت
(۱۵۳+۲ نسخہ ثانی)	(۱۸+۱ نسخہ ثانی)	۱۰	۱۷	۹۱	۲۵	۲۰	۷

۵۱ ۳ ۳ ۳ (۱۵۰+۷ نسخہ ثانی)(۵۹۴+۱۱ نسخہ ثانی)(۳۹۷+۵۰ نسخہ ثانی)(۵۷+۴ نسخہ ثانی)

مکاتیب ناول افسانہ ڈراما عیسائیت سکھ قوم ہندویات

(۱۲+۱ نسخہ ثانی) (۲۹+۲ نسخہ ثانی) (۶۰+۳ نسخہ ثانی) (۷۲+۷ نسخہ ثانی) (۸۷+۹ نسخہ ثانی)(۱۳+۱ نسخہ ثانی)

انتخابات تاریخ ادب ادبی سوانح ادبی تنقید مضامین ومقالات خطابت

۳۱ ۳ ۲ ۱ ۱ ۲۳ (۱۴۴+۱۸ نسخہ ثانی)

انجینیری اٹلس جغرافیہ اٹلس تاریخی اٹلس ارضیات شروحات نظم

۲ ۱ ۳ ۴۹ (۱۷+۱ نسخہ ثانی) ۲۰ ۴۷

تاریخ ایران تاریخ انگلستان و آئرلینڈ تاریخ شام فلسطین تاریخ اسلام تاریخ قواعد تعلیمات

۱۶ ۴ ۱ ۲ ۱۲ ۶

تاریخ حیدرآباد تاریخ ترکستان تاریخ امریکہ تاریخ آفریقہ تاریخ اسپین و پرتگال تاریخ افغانستان

(۲۵+۱ نسخہ ثانی) ۵ (۹۸+۶ نسخہ ثانی) ۱ ۴ (۴۷+۲ نسخہ ثانی) ۳

سفرنامہ جغرافیہ تاریخی سوانح تاریخ یونان تاریخ یورپ تاریخ ہند تاریخ روما

۱۱ ۷ ۲۳ ۱۵ ۳ ۱۸ ۳

سائنس عمومی کسان و دیہات زراعت ریڈیو نباتات حیوانیات حیاتیات

(۵+۱ نسخہ ثانی) ۶۵ ۲۶ (۱۹۷+۷ نسخہ ثانی)(۱۱۳+۳ نسخہ ثانی) ۱ ۵

جنسیات طب صنائع سیاسیات سوانح کیمیا طبیعیات

(۴۹+۱ نسخہ ثانی) ۲۲ ۱۱ ۲ ۱۰ ۴ ۱۸

اخلاقیات فلسفہ نجوم فلکیات علم کتاب داری و فہارس عمرانیات حفظان صحت

۱ (۴۹+۱ نسخہ ثانی)(۳۶+۲ نسخہ ثانی) ۱۲ ۱۰ ۷ ۶

منطق معاشیات لغات لسانیات قانون موسیقی عکاسی و فلم سازی

(۲۱+۲ نسخہ ثانی)(۵۱+۱ نسخہ ثانی)(۴۰+۵ نسخہ ثانی) (۱۶+۲ نسخہ ثانی) ۱۴۶ (۱۰۱+۲۱ نسخہ ثانی) ۸۰

باورچی خانہ دستکاری ادب نسواں نفسیات درسیات مزاحیہ متفرقات

۱۵ ۷ (۱۶+۱ نسخہ ثانی) ۶ ۲۹ ۹ (۳۶۶+۳ نسخہ ثانی)

نظم تعلیمات و نصائح جغرافیہ و سفرنامہ تاریخ سوانح کھیل کہانیاں

۹۳ ۲

اخبارات و رسائل سالنامہ و جنتری ؟

سب سے قیمتی کتاب (ضشہ)

سب سے قدیم طبع شدہ کتاب ...... سنہ ۱۸۷۶ء

سب سے جدید طبع شدہ کتاب ...... دسمبر سنہ ۱۹۴۴ء

انجمن ترقی اردو (ہند) ... حیدرآباد دکن سے شایع کیا

ہماری کتابیں
تکملہ - تبصرہ
تذکرہ

منظورہ سررشتہ تعلیمات سرکار عالی

ہماری کتابیں

فی پرچہ ۳ر

چندہ سالانہ دو روپیے

مدیر۔ سید علی شبر حاتمی بی۔ ایس۔ سی (عثمانیہ)

جلد ۳ ماہ خورداد ۱۳۵۴ ف م اپریل سنہ ۱۹۴۵ء نمبر ۲

مطبع دستگیری چیدہ پورہ

اداریہ

اس مرتبہ ندوۃ المصنفین دہلی کی مشہور کتاب غلامانِ اسلام کو قابلِ مطالعہ کتاب کے سلسلہ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ادارہ ندوۃ المصنفین نے اس وقت تک جن کتابوں کو ملک کے سامنے پیش کیا ہے یوں تو ان میں سے ہر کتاب اپنے اندر خاص اہمیت رکھتی ہے لیکن غلامان اسلام اس ادارہ کی مطبوعات میں ایک شاہکار ہے جس کا مطالعہ اسلامی کردار و اخلاق کے اجاگر کرنے میں بہترین ممد و معاون ثابت ہوگا۔

مولانا حسرت موہانی صاحب کی ذات اور انکی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں صاحب موصوف دورِ حاضر کے غزل گو شعرا میں نمایاں مقام کے مالک ہیں اور ان کا کوئی دوسرا حریف نہیں۔

اس مرتبہ مولانا حسرت موہانی صاحب کے حالات پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ نوجوانوں میں جذبۂ عمل پیدا ہو۔

تعارف و تبصرے کے سلسلے میں ان حضرات سے اتنا عرض کر دینا ضروری ہے جو اپنی مہربانی سے کتابیں روانہ کرتے ہیں کہ رسالہ ہماری کتابیں میں سلسلہ وار تعارف و تبصرہ ہوتا ہے اسلئے باربار توجہ دلانے سے بھی افسوس ہے کہ ہم اس ضابطہ کو نہیں بدل سکتے لہٰذا انہیں کچھ انتظار کرنا چاہئے جیسے جیسے کتابوں کا نمبر آئیگا سلسلہ وار تعارف و تبصرے شائع ہوتے رہیں گے۔

علی شبر حاتمی

تذکرہ

حسرت موہانی

از جناب الف ق صاحب

دورِ حاضر کے غزل گو شعراء میں رئیس المتغزلین حضرت حسرت موہانی اردو شاعری کے وہ آفتاب درخشاں ہیں کہ جنہوں نے اس دور میں تغزل کو زبان و بیان کے اعتبار سے ایک نمایاں ترقی دی اور آج ارتقاءِ غزل گوئی کی جس منزل پر وہ پہنچے ہیں۔ اس میں بلا مبالغہ ان کا کوئی دوسرا حریف نہیں۔ اردو شاعری پر جو ان کے احسانات ہیں وہ اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ جلی حروف سے لکھے جائیں۔

نام و پیدائش مولنا حسرت کا نام فضل الحسن تخلص حسرت ہے آپکی پیدائش سنہ ۱۲۹۵ھ میں ضلع اناؤ کے ایک قصبہ موہان میں ہوئی۔ آپ کے والد سید اظہر حسن موہانی ایک قدیم نیشاپوری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام علی موسیٰ رضا تک پہنچتا ہے۔

تعلیم حسرت نے ابتدائی تعلیم قدیم طرز پر مکتب میں حاصل کی یہاں انہوں نے قرآن مجید ختم کر کے فارسی و عربی کی متداولہ کتابیں ختم کیں سنہ ۱۸۹۴ء میں انہوں نے مڈل کا امتحان کامیاب کیا اور تمام صوبہ میں اول رہے پھر حصول علم کے لئے وہ فتحپور (ہسوہ) گئے اور وہاں کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں شریک ہو گئے سنہ ۱۸۹۹ء میں حسرت نے انٹرنس کا امتحان اسی درسگاہ سے بدرجہ اعلیٰ کامیاب کیا۔

حسرت علی گڑھ میں اس زمانہ میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد بحیثیت پروفیسر ریاضی علی گڑھ کالج میں آچکے تھے انہوں نے گزٹ میں حسرت موہانی کا نام دیکھا تو انہیں فوراً علی گڑھ بلایا۔ حسرت علی گڑھ پہنچ کر تحصیل علم میں مشغول گئے۔ حسرت کی خوش بختی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ وہ جہاں کہیں بھی تحصیل علم کی غرض سے گئے انہیں خوش قسمتی سے قابل ترین اساتذہ کا فیض حاصل ہوتا رہا علی گڑھ میں ڈاکٹر ضیاء الدین کے علاوہ جن گرامی قدر ہستیوں سے حسرت نے اکتساب علم و فضل کیا

ان میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم، مولوی مشتاق حسین (وقار الملک) اور نواب حاجی محمد اسحاق خاں مرحوم خصوصیات سے قابل ذکر ہیں۔

۱۹۰۳ء میں حسرت نے علی گڑھ یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی حسرت کی زندگی کا وہ زمانہ جو علی گڑھ میں گزرا ان کی حیات کا ایک اہم دور ہے اس لئے کہ انکی ذہنی و فکری تربیت و صلاحیتیں علی گڑھ کے زمانہ طالب علمی ہی میں اجاگر ہوئیں۔ اور یہیں وہ شاعرانہ صلاحیتیں بروئے کار آئیں جنھوں نے حسرت کے نام کو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں مشہور کردیا۔ اور یہیں ان کو مولانا شوکت علی مرحوم، سید سجاد حیدر یلدرم، فانی مرحوم، پروفیسر ذا یعنی مسٹر محمد حیات گوالیری جیسے ہمعصر ملے جنھوں نے ایک دوسرے کے جوہر قابل کو ابھارا اور نکھارا۔

اردوئے معلی کی ایڈیٹری

۱۹۰۳ء میں بی اے کا امتحان دینے کے بعد حسرت نے اردوئے معلی کے نام سے ایک ادبی رسالہ علی گڑھ سے جاری کیا جو اپنے بلند معیار کی وجہ سے ملک میں بہت ہی مقبول ہوا

ادبی خدمات

حسرت نے زبان و ادب کی جو خدمات انجام دیں اُن میں ان کا سب سے بڑا اہم اور مفید کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے شعراء متقدمین کے نایاب کلام کا انتخاب شائع کیا جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

حسرت نے بعض بہت ہی مفید رسالے بھی شائع کئے ہیں ان میں نوادر سخن، معائب سخن، متروکات سخن، اہل علم میں بہت ہی مقبول و مشہور ہیں۔

ان کی دیوان غالب کی شرح ایک ایسی اہم ادبی خدمت ہے۔ جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

کلیات حسرت

حسرت کا کلام گیارہ حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول میں ۱۹۰۳ء سے ۱۹۱۲ء تک کا کلام ہے، حصہ دوم ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک کے کلام پر مشتمل ہے حصہ سوم اکتوبر ۱۹۱۶ء سے جولائی ۱۹۱۷ء تک کے کلام پر مشتمل ہے، حصہ چہارم اگست ۱۷ء اپریل ۱۸ء تک کا کلام ہے حصہ پنجم ۱۸ء سے ۲۲ء تک کے کلام پر مشتمل ہے حصہ ششم ۲۲ء کے کلام سے شروع ہوکر ۲۲ء پر ختم ہوتا ہے، حصہ ہفتم ۲۱ ستمبر ۲۳ء سے ۳۰ ستمبر ۲۳ء پر ختم ہوتا ہے۔ حصہ ہشتم یکم اکتوبر سے ۲۳ء سے ۹ نومبر ۲۳ء تک کے کلام پر مشتمل ہے حصہ نہم نومبر ۲۳ء آخر دسمبر ۲۴ء تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ گیارہواں حصہ ۲۵ء سے شروع ہوتا ہے

اور دسمبر ۱۹۳۳ء پر ختم ہوتا ہے بارہواں حصہ جنوری ۱۹۳۵ء سے جون ۱۹۴۲ء تک کے کلام پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ضمیمہ جات علیحدہ ہیں

حسرت ناقدین کی نظر میں

پروفیسر حامد حسن قادری تحریر فرماتے ہیں کہ حسرت کے کلام میں صحیح تغزل یعنی دہلی کا اصلی طرز ہے نہایت اعلیٰ ہے صحیح جذبات و واردات، جوش و شوق، لطافت بیان جدت اسلوب سب کچھ دلکش و موثر شکل میں موجود ہے۔

جناب نیاز فتح پوری رسالہ نگار جنوری ۱۹۲۵ء میں تحریر فرماتے ہیں، حسرت موہانی کا ذکر تفصیل کے ساتھ میں نے قصداً نہیں کیا ان کا مرتبہ غزل گوئی میں میر و درد کی طرح مسلم ہے۔

سلسلہ تلمذ

حسرت کا سلسلہ تلمذ اردو شاعری کے مشہور شاعر مومن خاں مومن سے دو واسطوں کے بعد جا ملتا ہے یعنی حسرت شاگرد ہیں تسلیم لکھنوی کے اور تسلیم شاگرد ہیں نسیم دہلوی کے اور نسیم شاگرد ہیں مومن کے۔

انتخاب کلام

حسرت کے کلام میں سوز و گداز والہانہ ربودگی، لطیف انداز بیان، علوئے تخیل شیرینی الفاظ کا ایک ایسا لطیف امتزاج ہے جو ان کو اپنے تمام ہمعصروں سے ممتاز کرتا ہے ان کے مجموعہ کلام میں بے شمار اشعار ایسے ہیں کہ اگر ان سب کو پیش کیا جائے تو وہ بجائے خود ایک مختصر سا دیوان ہو جائے۔ بہرحال ہم انکے چند منتخب اشعار ذیل میں درج کرتے ہیں۔

دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگار عشق کی
اب نظر کاہے کو آئیں گی یہ تصویریں کہیں

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کر دیا

بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بیتابیاں
ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دل کو شکیبا کر دیا

عطا ہو اس وفا دشمن کو توفیق کرم یارب
نہیں تو پھر مجھی کو بے نیاز مدعا کر دے

شرم کر شرم کہ اے جذبۂ تاثیر وفا
تیرے ہاتھوں وہ پشیمان جفا ہوتے ہیں

یہی عالم رہا گر اس کے حسن سحر پرور کا
تو باقی رہ چکی دنیا میں راہ و رسم ہشیاری

یہ کیا اندھیر ہے اے دشمن اہل وفا مجھ سے
ہوس نے کام جاں پایا محبت شرمسار [illegible]

تری محفل سے ہم آئے مگر با حال زار آئے
تماشا کامیاب آیا تمنا بیقرار آئی

اب تو آتا ہے یہی جی میں کہ اے محو جفا
کچھ بھی ہو جائے مگر تیری تمنا نہ کریں

اک تم کو وفا تم سے نہ ہوگی نہ ہوئی ہے
اک ہم کہ تقاضہ نہ کیا ہے نہ کریں گے

اس کا انجام بھی کچھ سوچ لیا ہے حسرت
تم نے ربط ان سے جو اس درجہ بڑھا رکھا ہے

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل
التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

محفل یار کی رہ جائے گی آدھی رونق
ناز کو اس نے اگر انجمن آرا نہ کیا

ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی
دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا

بات کیا ہے جو ہوئے جاتے ہو تم یوں ہی خفا
مجھ کو دیکھو نہ میرے دل کا دھڑکنا دیکھو

مانا کہ رسا ہیں تیرے نالے مگر اے دل
آنا بھی نہیں کرتے ہیں مجبور کسی کو

شکر الطاف نہیں شکوۂ بیداد نہیں
کچھ بھی تیری تمنا کے سوا یاد نہیں

تبصرہ

نوک جھونک

ازجناب الف ق صاحب

فن۔ افسانہ۔ مصنف۔ کوثر چاندپوری۔ ناشر عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد۔ مطبع عہدآفرین پریس سائز ۲۰×۳۰ ½ ۱/۱۶ صفحات (۱۲۴) کاغذ سفید چکنا، کتابت و طباعت دیدہ زیب قیمت ۱۲ آنے
جناب کوثر چاندپوری ایک کہنہ مشق ادیب اور ایک اچھے انشاء پرداز ہیں افسانوی ادب پر ان کی متعدد کتابیں اب تک شائع ہو چکی ہیں۔ نوک جھونک بھی ان کے (۹) مزاحیہ افسانوں کا مجموعہ ہے، جسے عبدالحق اکیڈیمی نے نہایت زیب و زینت شائع کیا ہے۔

ان مزاحیہ افسانوں کی بنیاد ان چھوٹی چھوٹی گھریلو لڑائیوں پر رکھی گئی ہے جو مختلف خاندانوں اور مختلف جماعتوں کے افراد میں پیش آتی رہتی ہیں۔

اس کتاب کو پڑھ کر کوثر صاحب کے مشاہدے کی داد دینی پڑتی ہے، انہوں نے خاں صاحب کی لڑائی سے لے کر بھٹیاروں کی لڑائی تک قلمبند کی ہے اور واقعات کے پیش کرنے میں معمولی سی معمولی جزئیات کو بھی نظرانداز نہیں کیا ہر طبقہ اور ہر پیشہ ور کی زبان سے وہ بخوبی واقف ہیں اور ان کے محاوروں اور ضرب الامثال کو نہایت سلیقہ سے استعمال کرتے ہیں۔
کتاب شروع سے لے کر آخر تک دلچسپ ہے، اور خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو مزاحیہ ادب کے دلدادہ ہیں ایک بیش بہا تحفہ ہے

ہماری شاعری

فن۔ تنقید۔ مصنف۔ سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔ اے صدر شعبۂ فارسی و اردو لکھنؤ یونیورسٹی۔ مطبع نولکشور پریس لکھنؤ سائز۔ ڈیمی ضخامت (۲۴۲) صفحات۔ کاغذ سفید کھرا۔ طباعت و کتابت دیدہ زیب قیمت مجلد (۱۲/ روپے)

مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ایک نقاد اور ادیب کی حیثیت سے ملک میں کافی مشہور ہیں۔ ہماری شاعری اُن کی مقبول ترین

کتاب ہے اور اس وقت ہمارے سامنے
اس کا چوتھا ایڈیشن ہے۔ کسی فنی اور ٹھوس
کتاب کا ہمارے ملک میں چار مرتبہ شائع
ہو جانا ہی بلاشبہ اس کی مقبولیت کی روشن
دلیل ہو سکتا ہے۔

فاضل مصنف نے نہایت ہی تفصیل کے
ساتھ اس کتاب میں اردو شاعری پر تنقید
وتبصرہ کیا ہے، اور اہل نظر کی بصیرت و واقفیت
میں اپنی کاوش دماغی سے غیر معمولی اضافہ
کیا ہے۔ اردو شاعری اور فارسی شاعری کی
اہمیت کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب خضر راہ ہے
اس کے علاوہ سخنوروں اور سخن فہموں کے لئے
اس کتاب کے مطالعہ سے شعر گوئی اور سخن
فہمی کی بہت سی صحیح راہیں کھلتی ہیں اور ذوق
سلیم کے لئے یہ کتاب فنی حیثیت سے مشعل راہ
ہے غرضکہ یہ کتاب بہترین غور و فکر، عمدہ
تلاش و تفحص معلومات کا ایک گنجینہ ہے
جس سے ایک ادیب کا استفادہ نہ کرنا
نہ کفران نعمت کے مترادف ہے۔

بلاغ مبین

(یعنی)

مکاتیب سید المرسلین

فن سیرت۔ مولف۔ مولنا حفیظ الرحمن صاحب
سیوہاروی۔ مطبوعہ۔ خواجہ پریس دہلی سائز
رائل۔ صفحات (۹۶) طباعت وکتابت عمدہ
کاغذ سفید چکنا قیمت (۲/ سے)

مولنا حفیظ الرحمن صاحب سیوہاروی نے
اب تک صالح ادب کا جو ذخیرہ ملک کے سامنے
پیش کیا ہے وہ اپنی اس مخلصانہ اسلامی
خدمات پر تمام مسلمانوں کے شکریہ کے مستحق
ہیں۔ پیش نظر کتاب بھی مولنا کے تجربہ علمی اور
وسعت نظر کی ایک بہترین مثال ہے اور دین
و مذہب کی ایک جلیل القدر خدمت ہے جسے
جتنا سراہا جائے کم ہے۔

کتاب کے ابتدائی صفحات میں فاضل مولف نے
اصول تبلیغ سے بحث کی ہے اور اسلامی تعلیمات
کی صحیح روشنی میں بتایا ہے کہ دین کی تبلیغ کا
صحیح طریقہ کیا ہے اور اسلام نے تبلیغ کے لئے
کیا اصول مقرر فرمائے ہیں۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں سرورکائنات
فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان
فرامین کو جمع کیا گیا ہے جو آپ نے مختلف

بادشاہوں کے نام روانہ فرمائے تھے۔ یہ اس
کتاب کا خصوصی حصہ ہے جہاں مولف کی جودت
تفقہ اور تجربہ علمی کے جوہر نمایاں طور پر نظر آتے ہیں
کتاب کا تیسرا حصہ بصائر وغیرہ کے عنوان
سے معنون ہے اس میں فاضل مولف نے
تبلیغ کا مفہوم، تکفیر اہل قبلہ، اسلام اور اس کا
نظام جزیہ کی تعریف، اسلام کا دوسرے مذاہب
پر تفوق، اسلم و تسلم کا مطلب اور اسی قسم کی
دوسری معرکۃ الآراء بحثوں کو درایت و روایت
کی روشنی میں نہایت محققانہ طریق پر شرح
وبسط کے ساتھ پیش کیا ہے۔

رسولِ پاک کی صاحبزادیاں

فن۔ سیرت۔ مولف۔ مولنا اعجاز الحق
قدوسی۔ مطبوعہ۔ دستگیری پریس حیدرآباد
سائز کراون۔ صفحات ۱۰۰۔ طباعت و کتابت
دیدہ زیب۔ کاغذ سفید دبیز۔ قیمت ۶/۱۲
عورتوں اور بچوں کے لئے ایسی کتابوں
کی نہایت ضرورت ہے۔ جو اُن کے خصوصی
مسائل کی آئینہ دار ہوں اور جن کے پڑھنے سے
ایک مسلمان عورت کی زندگی کا صحیح اور مکمل
نمونہ آسکے۔

زیر تبصرہ کتاب میں مولنا اعجاز الحق قدوسی نے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں
صاحبزادیوں کے حالات یعنی اخلاق، معاشرت
وعبادت کو نہایت ہی دل آویز پیرایہ اور
سہل سلیس زبان میں مرتب فرمایا ہے۔
اور صحت روایات کا خاص طور پر خیال رکھا
ہے۔ ماخذ کے حوالے ہر جگہ ذیلی حواشی میں
دیدیئے ہیں۔ جس سے بچے اور بچیوں کیلئے
کتاب بہت مفید اور دلچسپ ہوگئی ہے کتاب کے
شروع میں علامہ عبداللہ العمادی سابق رکن
دارالترجمہ سرکار عالی کا ایک چھوٹا سا
پیش لفظ ہے۔ جس میں علامہ موصوف نے
اس کتاب کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے
ہوئے بتایا ہے کہ ابتدائی جماعتوں کے
نصاب تعلیمی کے لئے موزوں ترین رسالہ
ہے اور اس قابل ہے کہ لاکھوں کی تعداد
میں شائع کرایا جائے اور ہر ایک گھر
اس سے فائدہ اٹھائے۔"

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ مولوی اعجاز الحق
قدوسی نے یہ کتاب لکھ کر مسلمان عورتوں
کی ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔

تعارف

(از ع۔ خ۔ صاحبہ)

نوشاب پنجاب کی نامور ادیبہ محترمہ رضیہ سلطانہ کا ایک مختصر ناول ہے۔ پلاٹ کی ندرت اور انداز بیان کی سادگی نے اس ناول کو بیحد دلچسپ بنا دیا ہے۔ قیمت مجلد (عاں)

گولڈ اسمتھ کے خطوط گولڈ اسمتھ کے [illegible] انگریزی ادب میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ محمد سرور [illegible] نے [illegible] خطوط کا اردو میں نہایت [illegible] ترجمہ کیا ہے۔ خطوط کا شمار یوں بھی [illegible] ادب میں ہوتا ہے پھر گولڈ اسمتھ کے انداز بیان نے ان میں جو دلچسپی پیدا کر دی ہے وہ اس ترجمہ کے دیکھنے سے ظاہر ہو گی قیمت عہ

قمر جہاں ایک شوہر پرست خاتون کی پرتاثیر اور عبرتناک داستان ہے۔ قمر جہاں کی زبان بامحاورہ اور اسلوب نہایت دلچسپ ہے۔ قیمت مجلد عصہ ۱۲

بہادروں کی بہادری یہ بے مثل بہادری کی سچی کہانیاں پروفیسر رام سروپ کوشل ایم اے نے مرتب کی ہے جو دلکش بھی ہیں اور سبق آموز بھی قیمت (۱۵/)

میٹھے گیت لطیف فاروقی کی ان نظموں کا مجموعہ ہے جو انھوں نے بچوں کے لئے لکھی، ان کی زبان سادہ آسان اور عام فہم ہے۔ اور بچوں کے لئے یہ کتاب ایک نایاب تحفہ ہے قیمت عصہ ۶/۲

آثار اقبال مولٰنا غلام دستگیر رشید پروفیسر نظام کالج نے اردو کے مشہور اہل قلم کے مضامین کو جن کے پڑھنے سے اقبال اور اس کی تعلیمات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ یکجا جمع کر دیا ہے۔ اقبال پر لکھی ہوئی مستند کتابوں کا ریکارڈ شمار کیا ہوتا ہے۔

قیمت (للعہ) ۴

ہندوستانی تمدن ہندوستانی تمدن کی تشکیل اور ساخت میں جو عمرانی، مذہبی، سیاسی اور رفنی محرکات موجود ہیں ان کا ذکر اس کتاب میں مسٹر ایشور اٹو پاریڈر تاریخ تمدن ہند جامعہ عثمانیہ سرکار عالی نے بڑی تفصیل سے کیا ہے ہندوستانی تمدن اور قدیم ہند کے تمدن محرکات پر یہ ایک دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت (بچے)

سرگذشت حاتم ڈاکٹر سید قادر محی الدین قادری زور پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ نے اردو کے مشہور شاعر شاہ ظہور الدین حاتم کے حالات زندگی اور ان کے اردو فارسی کلام پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ قیمت

وحشی انصار ناصری کی لکھی ہوئی چھوٹی سی دلچسپ کہانی ہے۔ قیمت (عمہ/۳)

مقالات الہلال مولنا ابو الکلام آزاد کے وہ بلند پایہ مضامین جو اسلامی سیاست اور تفقہ کے بہترین شارح ہیں اخبار الہلال سے انتخاب کرکے اس مجموعہ کی زینت بنائے گئے ہیں قیمت مجلد عا/

مسلمانوں کا ماضی حال اور مستقبل میاں بشیر احمد بی اے آکسن بیرسٹر ایٹ لا مدیر ہمایوں کا مشہور مقالہ ہے جسے المنار اکاڈمی نے نہایت ہی جاذب نظر شائع کیا ہے۔ قیمت (عمہ/۹)

حقیقت نفاق نفاق اور منافق کی حقیقت پر ایک بصیرت افروز مضمون ہندوستان کے مشہور رسالے ترجمان القرآن میں مولوی صدر الدین اصلاحی کا چھپا۔ اب اس مضمون کو مجموعہ کی صورت میں اقبال اکیڈمی۔ لاہور نے شائع کیا ہے۔ قیمت (عمہ/۲)

معرکۂ اسلام و جاہلیت یہ مضمون بھی رسالہ ترجمان القرآن میں شائع ہو چکا ہے اب اس کو اقبال اکیڈمی نے مجموعہ کی صورت میں شائع کیا ہے مولنا صدر الدین اصلاحی نے اس مضمون میں اسلام کی جو دلدوز حکایت بیان کی ہے کون ہے جو اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکے قیمت (عمہ/۱۲)

قم قم قمقیل عبد الحق اکیڈمی نے اس سال خصوصیت سے بچوں کے

کالا دیو

ا، ب کی طرف توجہ کی ہے

چھنکی خان

چھوٹی چھوٹی کہانیوں کا

بولتی کیتلی

ایک خوبصورت اور دیدہ زیب

یوراشیما سیٹ ہے جسے مسلم ضیائی ایم

شیپی تارو نے بچوں کے لئے مرتب کیا ہے

ان کتابوں کے نام جتنے عجیب ہے کہانیاں اس سے بھی عجیب تر ہیں۔ ان کہانیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ بچے ایک کہانی پڑھ لینے کے بعد اس سلسلہ کی دوسری کہانیوں کا خود بخود مطالبہ کرتے ہیں۔ قیمت بالترتیب

۵ر-۳ر-۵ر-۳ر-۲؍۶ر-۳؍۶ر-

نظام الادب ادب اور فن شعر سے دلچسپی رکھنے والے مبتدیوں کے لئے ایک معلومات آفریں مجموعہ ہے جسے محمد محی الدین خاں ایم اے پروفیسر مہاراجہ کالج جے پور نے مرتب کیا قیمت (۱۲؍)

بچوں کی نفسیات بچوں کے تعمیری ادب پر ابھی تک بہت کم توجہ کی گئی ہے بچوں کی نفسیات اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک اہم کتاب ہے اور بچوں کے ادب میں ایک ایسا بیش بہا اضافہ ہے جو آیندہ بچوں کے ادب پر کام کرنے والوں کے لئے شمع راہ ثابت ہوگا شیر محمد صاحب اختر نے بچوں کی نفسیات لکھکر ایک نئی شاہراہ کو بچوں کے ادیبوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ قیمت مجلد (عال) حالی

سرنوشت حضرت مجنوں گورکھپوری اپنی ادبی اور افسانوی زندگی میں ایک خاص امتیاز کے مالک ہیں۔ ان کا ایک بیحد دلچسپ افسانہ ایک تنکے کی سرگذشت کے عنوان سے ایوان میں شائع ہوا تھا۔ جسے اب سرنوشت کے عنوان سے نفیس اکیڈیمی حیدرآباد نے نفیس طباعت و کتابت کے ساتھ شائع کیا ہے۔

قیمت (عال) کلدار

قابل مطالعہ کتاب

غلامانِ اسلام

ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی نے تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامی علوم کی کتابوں کا نایاب ذخیرہ ملک کے سامنے پیش کیا ہے ادارہ دار المصنفین کے بعد یہ دوسرا ادارہ ہے کہ جس نے اپنے یہاں سے ہر کتاب معیاری اور دیدہ زیب شائع کی ہے۔

آج ہم سلسلۂ ندوۃ المصنفین کی ساتویں کتاب غلامانِ اسلام کا کچھ حصہ اس لئے پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ کو اس مفید اور بصیرت افروز کتاب کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا جائے۔

یہ کتاب اُن متعدد ہستیوں کی سیرت طیبہ اور ان بزرگوں کے فضائل و کمال کی آئینہ دار ہے جو غلام یا آزاد کردہ غلام ہونے کے باوجود اپنے تاریخی، اصلاحی، علمی، اور عملی کارناموں کی وجہ سے آج ساری دنیائے اسلام میں سروری کا مرتبہ رکھتے ہیں۔

مولوی سعید احمد ام۔اے فاضل دیوبند نے اس کتاب کو مرتب کر کے حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی بڑی خدمت انجام دی ہے یہ کتاب حضرت ثوبان رضؓ کے تذکرے سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت ثوبانؓ کے والد کا نام بجدر یا بجدد تھا۔ حضرت ثوبانؓ یمن کے باشندے تھے یہ پہلے غلام تھے سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو خرید کر آزاد کیا اور فرمایا اگر تم اپنے گھر جانا چاہتے ہو تو جا سکتے اگر میرے پاس رہنا چاہتے ہو تو رہو۔ انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنا پسند کیا اور سفر و حضر میں وہ حضور انورؐ کے ساتھ رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضرت ثوبانؓ کچھ دنوں مدینۂ منورہ میں رہے پھر رملہ (شام) میں رہنے لگے۔

حضرت ثوبان رضؓ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی پر اس قدر فخر تھا کہ ایک مرتبہ

حمص میں وہ بیمار ہوئے۔ وہاں کا گورنر ان کا
مزاج پوچھنے کے لئے نہ آیا آپ نے اس سے
کہلا کر بھیجا کہ اگر حضرت موسیٰ او عیسیٰ کا غلام
تمہارے یہاں ہوتا تو کیا تم اس کی مزاج پرسی
کے لئے نہ آتے۔ وہ آپ کے اس پیام سے
اس قدر متاثر ہوا کہ وہ فوراً گھبرا کر آپ کے
مکان پر دوڑا ہوا آیا اور بہت دیر تک مزاج
پرسی کرتا رہا۔

حضرت ثوبان رض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی حدیثیں کثرت سے یاد تھیں اور
وہ مسلمانوں میں ان کی اشاعت و تبلیغ کا
فرض انجام دیتے رہتے تھے

حضرت بلال رض

کوئی مسلمان ایسا نہیں جو حضرت بلال رض کے
نام سے واقف نہ ہو، یہ حبشی تھے مکہ میں پیدا
ہوئے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے

اسلام کے ابتدائی زمانے میں یہ ایمان
لے آئے ان کے آقا کو جو بڑا کافر تھا ان کا اسلام
لانا سخت ناگوار گزرا۔ وہ ان کو طرح طرح
کی اذیتیں پہنچاتا۔ تپتی ہوئی ریت اور
دھوپ سے جلتے ہوئے پتھروں پر ان کو
لٹاتا۔ ان کے گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کے
سپرد کرتا۔ کبھی کبھی ابوجہل ان کو منہ کے بل
سنگریزوں پر لٹا کر اوپر سے پتھر کی چکی رکھ دیتا
اور جب سورج کی گرمی خوب تیز ہو جاتی تو
پوچھتا اب بھی محمد کے خدا سے باز نہ آؤ گے،
حضرت بلال رض کہتے احد، احد یعنی اللہ ایک ہے
اللہ ایک ہے۔

ایک دن حضرت بلال رض کو حضرت ابوبکر
صدیق رض نے اس حالت میں دیکھا تو امیہ سے
ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت بلال رض کی آواز نہایت شیریں
اور دلکش تھی، جب مدینہ میں مسجد نبوی تعمیر
ہوئی تو یہ اس مسجد کے لئے موذن مقرر ہوئے
یہ سب سے پہلے موذن تھے یہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے خاص خادم تھے آپ کے
ساتھ سفر و حضر میں رہتے تھے جس دن مکہ
فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔
حضرت عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر ہمارے
سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار
بلال رض کو آزاد کرایا۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
حضرت بلال رض سے فرمایا تم مجھے اپنا کوئی عمل
ایسا بتاؤ جس پر کہ ثواب کی سب سے زیادہ توقع
ہو کیونکہ میں نے تمہارے جوتوں کی آواز اپنے
آگے جنت میں سنی، حضرت بلال رض نے عرض کیا
میں نے ایسا تو کوئی عمل نہیں کیا البتہ دن رات
میں کوئی وضو ایسا نہیں جس کے بعد میں نے

دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلال رضؓ شام کے ملک میں رہنے لگے۔

سنہ ۲۰ھ میں تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور دمشق میں باب الصغیر میں دفن ہوئے۔

حضرت صہیب رُومی رضؓ

آپ کا نام صہیب تھا آپ کے والد [illegible] اور آپ کے چچا شاہ فارس کی جانب سے مقام ابلہ میں حاکم تھے۔

اہل روم نے ایک دفعہ ابلہ پر شب خون مارا اور حضرت صہیب رضؓ کو جو اس وقت بچے تھے پکڑ کر لے گئے اور ان کو غلام بنا لیا بعد میں اُن سے قبیلۂ کلب کے لوگوں نے خرید لیا اور مکہ لے آئے اور عبداللہ بن جدعان نے قبیلۂ کلب کے لوگوں سے خرید کر آزاد کر دیا

اسلام کے شروع زمانے میں جب کہ صرف تیس آدمی اسلام لائے تھے حضرت صہیب رضؓ رومی اور حضرت عمار رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حارث بن صمہ کا بھائی بنا دیا مشرکین نے ان کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی۔ مختصر یہ کہ سیدنا حضرت علی رضؓ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور آخر عمر تک وہیں رہے۔

حضرت صہیب رضؓ بہت خوش طبع تھے جب وہ مکے سے روانہ ہو کر قبا پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں تھے اور اس وقت آپ کے سامنے کھجوریں رکھی ہوئی تھیں اور آپ انہیں نوش فرما رہے تھے۔ حضرت صہیب رضؓ کی ایک آنکھ دکھ رہی تھی۔ راستہ کی بھوک اور پیاس کی شدت تھی آتے ہی حضرت صہیب رضؓ نے کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صہیب تم آنکھ دکھتے ہوئے بھی کھجوریں کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو اچھی ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرانے لگے یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔

حضرت صہیب رضؓ غزوۂ بدر، احد، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں شریک رہے اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔

سیدنا عمر رضؓ کو حضرت صہیبؓ سے بےحد محبت تھی حضرت عمر رضؓ نے اپنی وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ صہیب میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں۔

حضرت صہیب رضؓ نے متعدد حدیثیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روایت کی ہیں۔

شوال کے مہینہ میں ۳۸ھ کو حضرت صہیب رضؓ نے وفات پائی اس وقت ان کی عمر ستر سال کی تھی۔

حضرت سلمان رضؓ

اسلام سے پہلے آپ کا نام ماہ بہ تھا مجوسی المذہب تھے۔ بعد میں عیسائی ہوئے اور اپنے زمانۂ عیسائیت میں وہ کئی ایک پادریوں کے پاس طلب ہدایت کے لئے رہے آخر میں حضرت سلمان رضؓ عموریہ آئے آخر میں ایک بشپ نے ان سے کہا کہ اب اس نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ جو ریگستان عرب کی سرزمین سے اٹھ کر دین ابراہیمی کو زندہ کرے گا۔ اس پیغمبر کی علامت یہ ہے کہ وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ کو اپنے لئے حرام سمجھیں گے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیاں مہر نبوت ہوگی اس بشپ کے انتقال کے بعد کچھ دن تک حضرت سلمانؓ عموریہ ہی میں رہے کہ اتفاقاً بنی کلب کا ایک قافلہ اس گاؤں میں سے گزرا انہوں نے قافلہ والوں سے کہا کہ میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں ہیں وہ سب میں تم کو دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم مجھ کو اپنے شہر لے چلو۔ قافلے والے راضی ہوگئے اور ان کو اپنے ساتھ لے کر چلے راستہ میں ان لوگوں نے غداری کی اور وادی القریٰ پہنچ کر حضرت سلمانؓ کو غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکۂ معظمہ میں مقیم تھے حضرت سلمانؓ اپنے آقا کی سختی کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اسی زمانے میں بنو قریظہ کے ایک شخص نے حضرت سلمان رضؓ کو خرید لیا اور خرید کر مدینہ لایا۔

حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے آقا کے کھجوروں کے باغ میں ایک درخت پر کام کر رہا تھا کہ اتنے میں میرے آقا کا چچا زاد بھائی آیا اور اس نے کہا (عیاذاً باللہ) خدا بنی قیلہ (انصار) کو غارت کرے میں ابھی ان کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے مکہ سے آیا ہے اور یہ سب لوگ اس کے گرد جمع ہیں۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر مسرت کی وجہ سے میرا یہ عالم ہوا کہ قریب تھا کہ میں درخت سے گر پڑوں میں جلدی سے اپنا کام کر کے درخت سے اترا اور اپنے آقا کے پاس آیا اور پوچھا کیا معاملہ ہے اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا تمہیں اس سے کیا مطلب تم اپنا کام کرو۔

رات کو مجھے موقع ملا میں کچھ چیز لے کر قبا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ میرے پاس یہ چیز جمع ہو گئی ہے اب میں اس کو آپ کے پاس بطور صدقہ کے لایا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ بزرگ ہیں اور آپ کے پاس حاجت مند لوگ جمع ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنا ہاتھ روک لیا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کھاؤ چنانچہ وہ سب کھانے لگے ، حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر چلا آیا دوسری مرتبہ میں پھر کچھ چیز لے کر حاضر ہوا اور اس مرتبہ میں نے آپ سے کہا کہ یہ ہدیہ ہے صدقہ نہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس میں سے خود بھی نوش فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلایا ان دونوں علامتوں کے صحیح نکلنے کے بعد میں اس فکر میں رہا کہ تیسری علامت مہر نبوت کو بھی کسی طرح دیکھنا چاہئے ایک روز میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک جنازے کے ساتھ بقیع الغرقد جا رہے تھے آپ نے میرا منشا معلوم کر لیا اور دوش مبارک سے چادر سرکا دی میں نے مہر نبوت کو دیکھا بوسہ دیا اور رونے لگا اور اپنا سارا واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سنایا اور اسلام قبول کیا۔

لیکن میں غلامی کی وجہ سے اسلامی فرائض مکمل کر انجام نہ دے سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ ... نے میری بے بسی اور مجبوری کو دیکھا تو فرمایا سلمان تم اپنے آقا سے مکاتبت کر کے آزادی حاصل کر لو میں اپنے آقا سے مکاتبت کی اور معاوضہ آزادی اس پر ٹھیرا کر میں اس کے تین سو کھجور کے درخت لگاؤں اور چالیس اوقیہ سونا ادا کروں حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ درخت لگانے میں میری مدد کریں سب نے میری مدد کی جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی شریک تھے اتفاقاً ایک دن ایک شخص انڈے کے برابر سونا رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ وہ سونا تولا گیا تو پورے چالیس اوقیہ تھا آپ نے مجھے بلا کر وہ سونا مجھے دلایا اور میں نے وہ سونا اپنے آقا کو ادا کر کے آزادی حاصل کی بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے اور ابوالدرداؓ کو بھائی بھائی بنا دیا۔

غزوہ خندق میں حضرت سلمان کی دانائی فراست ، اور حسن تدبیر سے بڑی مدد ملی انہی کے مشورے کی بنا پر ... چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ جنت جن کی مشتاق ہے علیؓ ، عمار اور یاسرؓ کسی نے سیدنا حضرت علیؓ سے حضرت سلمانؓ کے علم کے متعلق دریافت کیا۔

فرمایا انہیں اول و آخر کا علم دیا گیا ہے اور وہ
ایک ایسے سمندر ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔

سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضؓ نے اپنے
زمانۂ خلافت میں ان کو مدائن کا گورنر بنایا تو انکی
زہد و اتقا کی وجہ سے یہ کیفیت تھی کہ اس زمانے
میں بھی صرف ان کے پاس ایک عبا تھی جس میں
لکڑیاں جمع کر کے لاتے تھے اور اس کا آدھا
حصہ اوڑھتے اور آدھا بچھاتے تھے۔

حضرت سلمان رضؓ نے کبھی اپنے رہنے
کے لئے گھر نہیں بنایا۔ ایک دفعہ حضرت حذیفہؓ نے
ان سے کہا کہ ہم آپ کے لئے مکان بنانا چاہتے
ہیں۔ فرمایا کیا تم میرے لئے ایسا ہی مکان بنانا
چاہتے ہو جیسا ہمارا مکان مدائن میں ہے۔
انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم بانس کا مکان بنائینگے
جس کی چھت گھاس کی ہوگی۔ اور اس قدر مختصر
ہوگا کہ آپ کھڑے ہوں گے تو اس کی چھت آپکے
سر کو لگے گی اور آپ لیٹیں گے تو اس کی دیواریں
آپ کے پیروں کو لگیں گی حضرت سلمان نے
فرمایا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
سلمان رضؓ کی عمر اڑھائی سو سال کی تھی۔ آپ
حضرت عثمان رضؓ کی عہد خلافت میں علیل ہو گئے
حضرت سعد رضؓ آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف
لائے۔ آپ رونے لگے حضرت سعد رضؓ نے
کہا آپ روتے کیوں ہیں؟ اب موت قریب آرہی ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم آپ سے
خوش دنیا سے رخصت ہوئے اب وہاں
آپ ان سے جا کر ملیں گے۔ فرمایا خدا کی
قسم میں موت سے نہیں ڈرتا اور نہ دنیا کی زندگی
اور اس کی حرص میرا دامن گیر ہے بلکہ رونا اس کا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے
فرمایا تھا کہ ہمارا سامان ایک مسافر کے سامان سے
زیادہ نہ ہونا چاہئے اور میرے یہاں اس قدر
سانپ جمع ہیں۔ حضرت سعد رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے
ان کے سامان کو دیکھا جس کو انہوں نے سانپ
سے تعبیر کیا تھا وہ صرف ایک پیالہ ایک لگن اور
ایک تسلہ تھا، حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے
کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے فرمایا جب کسی کام کا
ارادہ کرو فیصلہ کرو یا تقسیم کرو تو خدا کو یاد رکھو۔

حضرت سعدؓ کے علاوہ بعض دوسرے دوستوں نے
وصیت و نصیحت کی خواہش کی تو فرمایا کہ تم میں سے
ہر شخص کو یہ کوشش کرنا چاہئے کہ حج، عمرہ، جہاد
کرتے ہوئے یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے اور
گناہ و معصیت کی حالت میں نہ مرے۔

عین وفات کے وقت آپ نے لوگوں کو اپنے
پاس سے ہٹا دیا تھوڑی دیر کے بعد لوگ آئے تو
دیکھا آپ جنت کو سدھار چکے تھے۔

ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت طیبہ
آپکو پوری کتاب کی دلچسپی اور افادیت کا اندازہ ہو سکتا
ہے ضرورت ہے کہ آپ خود بھی اس کتاب کو پڑھیں اور

اچھے مضامین

از جناب ثالث صاحب

ماہ فروری اور مارچ کے بعض رسالوں کے اچھے مضامین حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شاہ جہاں کا ایک روحانی محافظ

(ندیم گیا بابتہ فروری ۱۹۴۳ء) مولانا سید مناظر احسن گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ کا یہ ایک مختصر مضمون ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ مغل بادشاہوں کا یہ عام دستور تھا کہ وہ اپنے ذاتی حالات اور عہد حکومت کے واقعات کبھی تو خود قلمبند کرتے تھے اور کبھی باضابطہ کسی اہل قلم کو اس کام پر مقرر کیا جاتا تھا۔ شاہ جہاں نے اس کام کے لئے اولاً امین قزوینی کو مقرر کیا تھا پھر محمد وارث کے ذمہ یہ کام کیا تھا محمد صالح نے اسی مواد کو اپنی کتاب "عمل صالح" میں پیش کیا ہے۔ "عمل صالح" چند سال پہلے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی جانب سے شائع ہوئی ہے کتاب مذکور کے حوالہ سے "شیخ ناظر" کا تعارف کرانا مضمون کا مقصد ہے۔ شیخ ناظر شب بیدار رہکر بادشاہ کی حفاظت کرتے تھے۔

۲۔ خلافت بنی امیہ کی تاسیس اور اس کا استحکام

(ہندوستانی ادب حیدرآباد مارچ ۱۹۴۳ء) میر ظہیر حسین صاحب ایم اے (عثمانیہ) نے اس مضمون میں اولاً بنی امیہ کا شجرہ نسب پیش کیا ہے ان کی حکومت کی تاسیس پر روشنی ڈالی ہے مختلف وجوہ کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد ان کی سلطنت کے استحکام پر نظر ڈالی ہے۔ حجاج بن یوسف۔ محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم، کے فتوحات کا مختصر حال لکھا ہے، ولید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک کو استحکام کے ہیرو قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ ہندوستان کے پرانے اخبار فارسی اور اردو

(رسالہ ہندوستانی بابتہ جنوری ۱۹۴۳ء) ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صدر شعبہ مشرقی الہ آباد یونیورسٹی کے مضمون کا ایک حصہ ہے اس میں پانچ اخباروں کا نہایت تفصیل سے تذکرہ

کیاگیا ہے۔ یہ سب ... ب فارسی میں ان
ہی سے چار اخبار نکلا ... ۔ اور ایک لودھانہ
سے نکلتا تھا۔ ڈاکٹر ... ے کا یہ مضمون جب
مکمل ہوجائیگا تو اپنی نوعیت کا خاص مضمون ہوگا

۴۔ اورنگ آباد کی تاریخی اہمیت

(شہاب حیدرآباد بابتہ مارچ) عبدالمجید صاحب
صدیقی لکچرار جامعہ عثمانیہ کا یہ دلچسپ اور
معلومات آفرین مضمون ہے۔ اس میں بیان
کیا گیا ہے کہ صدیوں سے اورنگ آباد کو تاریخی
اہمیت حاصل ہے ہندوں اور مسلمانوں کے
کئی ایک خاندان یہاں گزرے ہیں۔ آج سے
دو ہزار سال قبل اندھرا کی سلطنت کا پائے تخت
"پیٹھن" تھا جو اورنگ آباد سے تیس میل پر واقع
ہے۔ اس کے بعد دولت آباد پائے تخت
بن رہا۔ "کھرکی" یعنی اورنگ آباد، آباد ہوا۔ جو
برسوں علم وفضل اور تمدن و تہذیب کا گہوارہ
بنا رہا۔ ملک عنبر نے اس کو فتح آباد سے موسوم
کیا تھا۔ لیکن یہ نام مشہور نہ ہوسکا۔ ملک عنبر کے
زمانہ میں اورنگ آباد کو بڑی ترقی ہوئی تھی
اورنگ زیب کے بعد آصفی عہد کے ابتدائی
دور میں بھی اورنگ آباد ہی سلاطین آصفیہ کا
پائے تخت تھا۔ اس کے بعد اورنگ آباد پر
زوال آگیا

۵۔ اردو کے لئے مناسب عروض

(ہمایوں بابتہ مارچ) ارد بشیر صاحب نے
اس مضمون میں اولاً عربی اور سنسکرت کے
علم عروض سے بحث کی ہے۔ اور پھر بیان کیا
ہے کہ اردو کی بحریں اس سے ماخوذ ہیں۔
ہند آریائی قوم کے عروض کا دارومدار کل دو
اجزا پر ہے۔ یعنی اصوات مقصورہ و ممدودہ
عربی میں عروض کا سنگ بنیاد حروف واحد پر
نہیں رکھا گیا۔ اس بحث کے بعد اس امر کی
تفصیل کی ہے کہ شعر کا کل دارومدار آواز پر
ہے۔ اور اسے ہم جن اوزان و میزان پر
چاہیں ناپ تول سکتے ہیں۔ مثالوں کے
ذریعہ مضمون کو واضح کیا گیا ہے اس کے
بعد بیان کیا گیا ہے کہ عربی اوزان اور بحریں
چھوڑ دینے کی کوشش جاری ہے اس لئے
شائد وہ وقت آجاتے جبکہ بزرگوں کی
میراث تباہ اور ان کی جگر خراشیوں اور
سینہ کاویوں کے ثمرات تعصب قومی کے
گور میں دفن کردئے جائیں۔

۶۔ نئی شاعری کی پروڈی (عالمگیر بابتہ مارچ)

عبادت بریلوی ایم اے کا یہ مضمون دراصل
غلام احمد صاحب فرحت کی تالیف "مداوا"
کا جواب ہے۔ اسی مضمون میں ترقی پسند ادب کی

جانب سے جواب دیا گیا ہے۔ صرف شاعری کو
موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ عبادت صاحب کے
خیال میں "مداوا" نیم سنجیدہ اور نیم مزاحیہ کتاب
اور رجعت پسند اور قدامت پرست ادیبوں
کے نگارشات کا مجموعہ ہے۔ ان کے خیال میں
بعض حضرات کو ترقی شاعری پسند ہے لیکن اس کے
انداز بیان اور طرز ادا سے اختلاف ہے ان کے
احساس جمال کی تسکین نہیں ہو سکتی۔ یہ سب
باتیں ممکن ہو سکتی ہیں اور اس میں کسی کو بھی تعجب
نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہر انسان کا مذاق
ایک سا نہیں ہوتا۔

عبادت صاحب نے مضمون نہایت
محنت و کاوش سے مرتب کیا ہے اس سے
اختلاف کرنے کے لئے بظاہر کوئی وجہ نہیں
پائی جاتی۔

۷۔ املا کی غلطیاں (آج کل بابتہ یکم مارچ) کپتان منظور حسن صاحب

کا یہ ایک دلچسپ مضمون ہے جو جوش ملسیانی
کے جواب میں قلمبند کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا
گیا ہے کہ املا کو آسان بنانے کے لئے اس کے
طرز تحریر کو بدلا نہیں جا سکتا۔ فن خطاطی اور
خوشنویسی کے لحاظ سے الفاظ کے جوڑ
اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ مضمون میں اکیس اعتراضات
کے جواب دئے گئے ہیں۔

۸۔ ہندوستان کے پراچین قبیلے (آج کل بابتہ ۱۵ مارچ ۵۱ء)

یہ مضمون خود ادارہ آج کل کا مرتبہ ہے۔ اس
میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں تقریباً
ڈھائی کروڑ باشندے پراچین قبائل کی نسل
سے ہیں۔ ان کے نسلی تعلقات ابھی تک معلوم
نہیں ہو سکے۔ ان میں سے زیادہ تر آسٹریلیا
کے پراچین قبیلوں سے متعلق رکھتے ہیں۔
جزائر انڈمان کے لوگ حبشی نسل کے اور آسام
کی پہاڑیوں کے باشندے صاف صاف
منگول نسل کے معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان
میں کافی اختلافات ملتے ہیں لیکن اس کے
باوجود ان میں مشترک خصوصیات بھی ہیں۔
یہ سب کے سب جنگلوں میں رہا کرتے ہیں
اور ان کی ساری زندگی کی تکمیل بھی جنگلوں
میں ہوتی ہے۔

۹۔ ترقی پسند شاعری (مصنف علی گڑھ بابتہ جنوری تا مارچ ۵۱ء)

ڈاکٹر ابواللیث صاحب صدیقی
لکچرار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا یہ دلچسپ مقالہ
ہے۔ اس میں اولاً انگلستان کی شاعری کو
مضمون کے پس منظر کے طور پر پیش کیا گیا
ہے۔ اس کے بعد نفس مضمون پر روشنی
ڈالی ہے مولانا حالی اور عبدالحلیم شرر اور
اسمٰعیل میرٹھی کو بھی جدید شاعری کے رہنماؤں میں

ٹھیک کیا ہے۔ اس کے بعد ترقی پسند شعرا کے نام ان کی نظموں کے عنوان بتائے ہیں۔ احسان دانش، فیض، راشد، مجاز، احمد ندیم قاسمی اور میرا جی کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔ قیوم نظر اسلام مچھلی شہری پر بھی مختصر نوٹ ہے آخر پر بتایا ہے کہ نئی شاعری کے صرف دو مرکز یا محور ہیں: "انقلاب" اور "عورت" مصنف کے خیال میں اس فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس امر کی بھی ضرورت ہے ترقی پسندی کا کوئی معیار مقرر کیا جائے اور ایک ایسی ایجنسی قائم ہو جو ترقی پسند تحریک کی نگرانی اور صحیح ترقی پسند ادب کی اشاعت کے لئے ذمہ دار ہو۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ ترقی پسند شاعری نام نہاد ترقی پسندوں کی مہمل گوئی۔ عریاں نگاری اور فحاشی کی وجہ سے بدنام ہو جائے اور نئی شاعری کی آواز صد الصحرا ثابت ہو، ترقی پسند تحریک میں زندگی کے آثار ہیں کیونکہ ترقی کا راستہ کبھی مسدود نہیں ہوتا۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں
ہزار بادہ ناخوردہ در رگ تاک است

استفسارات

از ادارہ

جناب مکرم!

اودھ کے نا[illegible] نواب آصف الدولہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہت اچھا شعر کہتے تھے۔ کیا آصف الدولہ کا کوئی دیوان شائع [illegible] ہے۔ ان کا کوئی شعر میری نظر سے نہیں گزرا ان کے دو چار پسندیدہ شعر اگر ممکن ہو تو تحریر فرمائیے۔

عبد الغنی

جواب:

آصف الدولہ کا مطبوعہ دیوان جاری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن جہاں تک تذکروں [illegible] معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کا ذ[illegible] شعری بلند اور وہ بہترین سخن سنج [illegible] ان کی قلمی کلیات کا تذکرہ بعض [illegible] ملتا ہے۔

آپ آصف کے چند شع[illegible] [illegible] درج کیے جاتے ہیں

اچھا پہلے ایک [illegible] رباعی سنئے

ہر لحظہ [illegible] ری گلی میں رو جاتا ہوں
[illegible] دل و دین و ہوش کھو جاتا ہوں
[illegible] ہوں ہوں ادھر ادھر کہ جب کوئی نہیں
[illegible] پ کے سے کہیں بیٹھ کے رو جاتا ہوں

بلند اور معیاری شعر آصف کے یہاں [illegible] کثرت سے ملتے ہیں۔ ان کے چند شعر یہاں درج کیے جاتے ہیں جو سلیس انداز بیان سادہ جذبات کے آئینہ دار ہوں۔

کھل گیا باراں برس کر لا کھ با۔
پر یہ اشک چشم نت برسے گیا

اب کوئی لمحہ میں آتا ہے وہ یاد
دل سے۔ سارا دن یہی کہتے گیا

ایک کروٹ سے سو نہیں سکتا
اس [illegible] بے حسیت [illegible] کے باعث

چو انی باد صبا نے کیا کیا خاک
میری وحشت، غبار کے باعث

اتنا تو کیا کہ آہ کا تو یہ تو گزر نہیں
اے آہ تجھ میں تاب جو نالہ میں اثر نہیں
ہر دم کی آہ سرد، رخ زرد، چشم تر
آصف یہ کیا ہے تیرے تئیں عشق گر نہیں

مرے یار کیسی ادا یہ ہے کہ چمن میں جس گھڑی آ گئے
سبھی گل کو آکے ہنسا گئے سبھی بلبلوں کو رلا گئے

نہ وصال ہی میں قرار تھا نہ فراق ہی میں قرار ہے
وہ وصال کیسا دکھا گئے یہ فراق کیسا لگا گئے

یہ پیام دیجیو قاصدا کہ خرابی اور تو کیا کہوں
وہ جو جائے امن تھا ایک دل غم و درد اس میں بسا گئے

تکملہ

ماہ خورداد سنہ ۱۳۵۴ف

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند
شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن

نوٹ :- براہ کرم شرکاء بوقت داد و ستد فن اور نشان فن کی صراحت فرمائیں

تعداد کتب (۵۷۱۵+۵=۵۷۲۰) ‖ تعداد مصنفین (۱۵۳۹+۴=۱۵۴۳)

نشان فن	نام کتاب	نام مصنف یا مولف یا مترجم	سنہ اشاعت	ناشر یا مطبع	قیمت	نشان داخلہ	کیفیت
ڈراما ۱							
۱۶۲	لیسٹر	فضل حق قریشی دہلوی	۱۹۴۰ء	محبوب المطابع دہلی	عاا/	۵۷۱۶	
افسانہ ۳							
۵۲۹	آئینہ حیرت	سید رفیق حسین	۱۹۴۴ء	محبوب المطابع دہلی	عاا/	۵۷۱۷	
۵۳۰	بدنصیب ستارہ	منظر گیلانی	″	دین محمدی پریس لاہور	عہ/	۵۷۱۸	
۵۳۱	بھنور	شیر محمد اختر	″	مرکنٹائل پریس لاہور	عہ/	۵۷۱۹	
۵۳۲	جھونکے	اشرف صبوحی	″	علمی پریس دہلی	سے/	۵۷۲۰	

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر داخلہ	کیفیت
۵۳۳	خودکشی	رپیر عابدی	۱۹۴۴ء	امرت الکٹرک پریس لاہور	للعہ ۱ر	۵۷۲۱	
۵۳۴	دل کے آنسو	رئیس احمد جعفری	〃	سلطانی فاسق پریس بمبئی	عہ ۹ر	۵۷۲۲	
۵۳۵	رقص بہار	ایم اسلم	〃	مفید عام پریس لاہور	صہ	۵۷۲۳	
۵۳۶	رنگین افسانے	موپاساں	〃	پنجاب نیشنل پریس لاہور	عہ ۱۲ر	۵۷۲۴	ترجمہ
۵۳۷	سراب	مجنوں گورکھپوری	۱۹۴۵ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	سے ۱۲ر	۵۷۲۵	
۵۳۸	سوزحیات	سلمان سالار رشید فاروقی	۱۹۴۴ء	اعظم اسٹیم پریس 〃	عاں ۸ر	۵۷۲۶	
۵۳۹	عجیب	قاضی عبدالغفار	.	گیلانی الکٹرک پریس لاہور	عہ ۱۲ر	۵۷۲۷	
۵۴۰	[illegible] کی نگاہیں	سرت چندر چٹرجی	۱۹۴۴ء	ہندوستانی کتاب گھر لاہور	عہ ۱۲ر	۵۷۲۸	ترجمہ
۵۴۱	فیروزی گنبد	-	〃	دین محمدی پریس لاہور	عاں ۳ر	۵۷۲۹	
۵۴۲	[illegible]	-	〃	〃 〃 〃	عاں ۳ر	۵۷۳۰	
۵۴۳	لڑکی	پریم چند	〃	پریم پرنٹنگ پریس جموں	عاں ۳ر	۵۷۳۱	
۵۴۴	[illegible]	گوپال متل	.	پنجاب نیشنل پریس لاہور	عاں ۸ر	۵۷۳۲	
۵۴۵	[illegible]	مظفر حسین شمیم	۱۹۴۵ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	سے ۱۲ر	۵۷۳۳	
۵۴۶	[illegible]	کوثر چاندپوری		عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد	عہ ۱۲ر	۵۷۳۴	
۵۴۷	[illegible]	سہیل عظیم آبادی	〃	〃 〃 〃	عاں ۱۲ر	۵۷۳۵	
۵۴۸	ہندوستان افسانے	اعظم کریوی	.	انوار احمدی پریس الہ آباد	عاں ۸ر	۵۷۳۶	

ناول ب ۳

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر داخلہ	کیفیت
۷۷۵	باغی	رئیس احمد جعفری	۱۹۴۴ء	برٹش انڈیا پریس بمبئی	صہ ۱۵ر	۵۷۳۷	
۷۷۶	براہمن کی بیٹی	سرت چندر چٹرجی	〃	پنجاب نیشنل پریس لاہور	عاں ۸ر	۵۷۳۸	ترجمہ
۷۷۷	پھانسی	بشاید احمد	,	جمال پریس دہلی	عاں ۸ر	۵۷۳۹	
۷۷۸	خطا	قیسی رامپوری	〃	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	سے	۵۷۴۰	
۷۷۹	خودکشی	رفیق غازی سیالکوٹی	〃	اردو اکیڈیمی لاہور	سے ۱۲ر	۵۷۴۱	
۷۸۰	ڈاکٹر فومانچو کا انتقام	تیرتھ رام فیروزپوری	〃	پریم پرنٹنگ پریس جموں	سے ۲ر	۵۷۴۲	ترجمہ
۷۸۱	راہی	انتصار نیوتنوتی	〃	عالمگیر الکٹرک پریس لاہور	عہ ۴ر	۵۷۴۳	
۷۸۲	زخم	آغا اشرف	.	پنجاب نیشنل پریس لاہور	عاں ۳ر	۵۷۴۴	
۷۸۳/۱	سرنوشت	مجنوں گورکھپوری	۱۹۴۴ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	عاں ۵ر	۵۷۴۵	
[illegible]	〃 (نسخہ ثانی)	〃 〃	〃	〃 〃 〃	عاں ۵ر	۵۷۴۶	

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۷۸۴	شیریں	قیسی رام پوری	۱۹۴۴ء	ہندوستانی پبلشرز دہلی	عہ/۴	۵۷۴۷	
۷۸۵	فانوس خیال	سید منظور حسین زیدی	"	اشیائک بکڈپو لاہور	سے/۱۲	۵۷۴۸	
۷۸۶	ہما خانم	سجاد حیدر یلدرم	"	ادارۂ ادب جدید حیدرآباد	سے/۱	۵۷۴۹	
۷۸۷	ہیرا رانجھا	ایم اسلم	"	پریم پرنٹنگ پریس جموں	عمار/۸	۵۷۵۰	

مکاتیب ب ۵

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۵۸	گمنام خطوط	سید محمود حسین کاظمی فراق	۱۹۴۴ء	جمال پریس دہلی	عہ/۱۲	۵۷۵۱	
۵۹	گولڈ اسمتھ کے خطوط	محمد سرفراز علی نیوش	.	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	عہ	۵۷۵۲	ترجمہ
۶۰	محبت بھرے خطوط	ماہر القادری	۱۹۴۳ء	مست قلندر بکڈپو لاہور	[illegible]/۸	۵۷۵۳	

مضامین و مقالات ب ۶

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۹۲	خطبات مولانا عبید اللہ سندھی	محمد سرور	۱۹۴۴ء	گیلانی الکٹرک پریس لاہور	سے/۲	۵۷۵۴	
۹۳	مردے بولتے ہیں	کشاف	"	فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور	عہ/۱۴	۵۷۵۵	

ادبی تنقید ب ۷

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۷۹	آثار غالب	شیخ محمد اکرام	۱۹۴۴ء	مرکنٹائل پریس لاہور	للعہ/۱۱	۵۷۵۶	
۸۰	اقبال	اختر اورینوی	۱۹۴۲ء	رام نرائن لال کٹیہرا لاہور	/۱۵	۵۷۵۷	
۸۱	تنقیدی حاشیے	مجنوں گورکھپوری	۱۹۴۵ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	للعہ	۵۷۵۸	
۸۲	حکمت اقبال	غلام دستگیر رشید	۱۹۴۵ء	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	للعہ/۱۰	۵۷۵۹	

ادبی سوانح ب ۸

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۶۴	میرا بچپن	رابندر ناتھ ٹیگور	۱۹۴۴ء	لاجپت رائے لاہور	عہ/۹	۵۷۶۰	ترجمہ

نظم ب ۱۱

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۱۶۱۴	ارمغان غالب	شیخ محمد اکرم	۱۹۴۴ء	مرکنٹائل پریس لاہور	للعہ/۱	۵۷۶۱	

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	
۴۶۲	دود دل	میکش درانی	۱۹۴۴ء	مرکنٹائل پریس لاہور	عمان	۵۷۶۲	
۴۶۳	عشقیہ کلام	شیخ عبدالغنی	.	تاج آفس بمبئی	۱۵ا/	۵۷۶۳	
۴۶۴	مقامات	احسان دانش	.	گیلانی الیکٹرک لاہور	سے ۲/	۵۷۶۴	

تاریخی سوانح ج ۱۴

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	
۱۱۰	برادران اورنگ زیب	حکیم محمد ابراہیم	۱۹۴۴ء	انوار احمدی پریس لاہور	عہ ۲/	۵۷۶۵	
۱۱۱	سرخ چین کا رہنما	اسرار احمد آزاد	؍؍	نیا کتاب گھر دہلی	سے ۱۲/	۵۷۶۶	

سوانح ژ

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	
۱۱۸	اعمال نامہ	سید رضا علی	۱۹۴۳ء	دیال پرنٹنگ پریس دہلی	سہ	۵۷۶۷	
۱۱۹	سائی بابا شرڈی	بی۔ وی۔ نرسہا سامی	۱۹۴۱ء	عہد آفرین پریس حیدرآباد	۱۲/	۵۷۶۸	

سیاسیات ز

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	
۲۰۶	جدید طرز حکومت	گورکھ ناتھ چوبے	-	نیشنل پریس الہ آباد	صہ	۵۷۶۹	
۲۰۷	قائدین کے خطوط جناح کے نام	عبدالرحمن سعید	۱۹۴۵ء	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	عمان ۵/	۵۷۷۰	

عکاسی و فلمسازی ع ۱

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	
۷	فلم ایکٹنگ گائیڈ	ڈاکٹر پرتھی سنگھ	۱۹۳۵ء	رسالہ مست قلندر لاہور	سے ۲/	۵۷۷۱	

معاشیات ک

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	
۶۲	آسان علم معاشیات	پنڈت دیا شنکر دوبے	۱۹۲۱ء	رام نرائن لعل الہ آباد	سے ۲/	۵۷۷۲	
۶۳	اسلام اور سود	ڈاکٹر انور اقبال قریشی	۱۹۴۴ء	ادارہ معاشیات حیدرآباد	سے ۱/	۵۷۷۳	
۶۴	ہندوستان کا نظام زر	؍؍	؍؍	؍؍ ؍؍	سے	۵۷۷۴	
۶۵	ہندوستان کی آبادی	؍؍	؍؍	؍؍ ؍؍	سے	۵۷۷۵	

مزاحیہ ل

۱۰۹	روسی ظرافت	مسلم ضیائی	۱۹۴۴ء	مکتبہ ابراہیمیہ پریس حیدرآباد	عہ/	۵۷۷۶	
۱۱۰	مسکراہٹیں	کوثر چاند پوری	۱۹۴۵ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	۱/۲	۵۷۷۷	
۱۱۱	مضامین فرحت حصہ ہفتم	مرزا فرحت اللہ بیگ	۱۹۴۴ء	عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد	سے	۵۷۷۸	
۱۱۲	موج کوثر	کوثر چاندپوری	۔	مشہور پبلشنگ ہاؤس دہلی	عہ/	۵۷۷۹	
۱۱۳	نواب صاحب کی ڈائری	مرزا فرحت اللہ بیگ	۱۹۴۴ء	عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد	۸/	۵۷۸۰	
۱۱۴	ہنسانے والے افسانے	ابو تمیم فرید آبادی	۱۹۲۹ء	مکتبہ انجمن ترقی اردو دہلی	۱/	۵۷۸۱	

نفسیات م

۱۹	رہنمائے عقل	محمد عثمان فارقلیط	۔	زمزم بک ایجنسی لاہور	۸/	۵۷۸۲	
۲۰	کامیابی	پنڈت بھگت رام شرما	۱۹۴۱ء	مفید عام پریس لاہور	۱۲/	۵۷۸۳	

ادب نسواں ن ا

۱۴۱	بیوی محبت کیوں کرے	مس ساجدہ نادر علی	۱۹۴۴ء	جناح پریس دہلی	عہ/	۵۷۸۴	

ادب اطفال و ا

۳۷۹	چچا میاں	مرزا جی	۱۹۴۵ء	پنجاب بک ایجنسی لاہور	۸/	۵۷۸۵	
۳۸۰	خانو بلی	رشیہ صدیقی سیوہاروی	"	اسلامی کتاب گھر دہلی	۵/	۵۷۸۶	
۳۸۱	شیر ماموں	"	"	" "	۵/	۵۷۸۷	
۳۸۲	عقلمند قاضی	مرزا جی	"	پنجاب بک ایجنسی لاہور	۸/	۵۷۸۸	
۳۸۲/الف	" " (نسخہ ثانی)	"	"	" "	۸/	۵۷۸۹	
۳۸۳	قم قم قاقیل	مسلم ضیائی	۱۹۴۴ء	عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد	۵/	۵۷۹۰	

اردو کتابوں کا تذکرہ

کتاب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) عابد روڈ حیدرآباد دکن نے بڑی محنت اور کاوش سے اردو مطبوعات کی ایک مکمل و جامع فہرست تیار کی ہے جو پندرہ سو مصنفین کی چھ ہزار کتابوں پر مشتمل ہے یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اردو مطبوعات کی واحد تصنیف ہے اس کے تین اجزا ہیں۔

ا۔ عام مطالعہ کی کتابیں۔ ب۔ خواتین کے مطالعہ کی کتابیں
ج۔ اطفال کے مطالعہ کی کتابیں۔

اردو تبویب کے لحاظ سے یہ فہرست حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہے۔

ا۔ کتابوں کے نام معہ مصنف، ناشر، قیمت، سنہ اشاعت۔
۲۔ فہرست کو (۹۹) فنون پر تقسیم کیا گیا ہے۔
۳۔ ہر فن میں حروف تہجی کی ترتیب ہے۔
۴۔ جو کتاب مترجم ہے فہرست کے خانہ کیفیت میں لفظ "ترجمہ" درج ہے۔
۵۔ حروف تہجی کے لحاظ سے مصنفین اور ان کی مطبوعات کا اشاریہ درج ہے۔

مدارس۔ کالج۔ عام کتب خانے اور خانگی کتب خانوں کیلئے ایک نادر تحفہ ہے سرورق نہایت خوشنما اور جاذب نظر ضخامت (۲۵۰) صفحات مجلد سائز ۲۰×۲۷/۱۶ (رائل سائز)

قیمت معہ محصول ڈاک (عہ)

سول ایجنٹ

کتاب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) عابد روڈ شاخ چارکمان
حیدرآباد دکن

دارالاشاعت سیاسیہ

طبع شدہ

پارلیمانی طرز حکومت — منظور الحسن ہاشمی — ۱۲/
مشرق بعید — شاہد حسین رزاقی — ۱۲/
مشاہیر کی بیویاں (مغرب) — ۱۲/
مشاہیر کی بیویاں (مشرق) — ۱۰/
دکن کی سیاسی تاریخ — ابوالاعلیٰ مودودی — اول دوم عہ عاں
تقاریر جناح — عثمان صحرائی — عاں
دولت آصفیہ و حکومت برطانیہ — ابوالاعلیٰ مودودی — عہ
اسلام اور اشتراکیت — مسعود عالم ندوی — ۲/
تاریخ اتحاد المسلمین — عہ
لسان الامت — ۸/
پاکستان و ہندوستان — عبدالقدوس ہاشمی — عاں
مشاہیر چین — میر عابد علیخاں — عہ
عہد حاضر کے بڑے لوگ — محمد مرزا دہلوی — للعہ
فاقہ کیوں — ترجمہ مرزا عصمت اللہ بیگ — ۱۲/
مقالات جمال الدین افغانی — مبارز الدین — اول دوم عہ علی

زیر طبع

سفرنامہ بلاد اسلامیہ — قائد ملت بہادر یار جنگ علیہ الرحمہ
خطبات بہادر یار جنگ — ادارہ
تقاریر بہادر یار جنگ — ادارہ
سوانح بہادر یار جنگ — ادارہ
اقبال اور وطنیت — عبدالقدوس ہاشمی
پولیٹیکل ڈکشنری — " "
قرآنی تصور مملکت — شاہد حسین رزاقی
معاہدات آصفیہ — عمیر یافعی
ہمارے کارخانے — منظور الحسن ہاشمی
سیاسی نظمیں — نظر حیدرآبادی
دساتیر عالم — شاہد حسین رزاقی

اداریہ

آزاد انصاری اردو شاعری کے وہ گوہر نایاب ہیں کہ جو اپنے انفرادی رنگ اور اپنی دوسری شاعرانہ خصوصیات کی وجہ سے اپنی آپ مثال نظر آتے ہیں صفائی و سادگی، لطف زبان، محاورات، ندرت اسلوب اُن کی شاعری کی جان ہیں

اس مرتبہ حضرت آزاد انصاری کا تذکرہ پیش کیا جارہا ہے اور بلاشبہ یہ ادب اردو کی خوش نصیبی ہوگی کہ ان کے کلام اور ان کی سوانح سے ملک کو متعارف کرایا جائے

قابل مطالعہ کتاب کے سلسلہ میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی کتاب "حیات شبلی" کو پیش کیا جارہا ہے، مولانا شبلی مرحوم کی حالات زندگی بجائے خود مفید اور قابل مطالعہ ہیں لیکن سید صاحب نے اس کتاب کو اس عمدگی سے ترتیب دیا ہے کہ مولانا شبلی کی سوانح حیات کے ساتھ ساتھ یہ کتاب ہندوستان کے علمی، ادبی سیاسی، تعلیمی، قومی واقعات کی پچاس سالہ مکمل تاریخ ہوگئی ہے۔

ہمیں اعتراف ہے کہ اس کتاب کے سلسلہ میں جس اجمال کو ہم پیش کر رہے ہیں وہ کتاب کی تفصیلی دلچسپیوں کا متحمل نہیں۔ اگر آپ اس کتاب سے صحیح استفادہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا مستقل مطالعہ کیجئے، یہ ناممکن ہے کہ کتاب کو شروع کرنے کے بعد آپ ختم کئے بغیر رہ سکیں۔

علی شبر حاتمی

تذکرہ

حضرت آزاد انصاری

[illegible] صاحب

اُردو شاعری کے جلیل القدر خدمت گزار
میں ادب و شعر کے بعض گراں مرتبت قدیم ایسے
بھی ہیں کہ باوجود صاحب فن و [illegible] کمال ہونے
کے دنیا ان کے منزل و مقام کو نہ جان سکی، [illegible]
میں سے حضرت حکیم آزاد انصاری مرحوم بھی ہیں
اُردو کا یہ عظیم شاعر تقریباً [illegible] سال تک [illegible]
کے ساتھ ان کی خدمت انجام دیتا رہا لیکن آج
کتنے لوگ ہیں جو ان کی شاعرانہ عظمتوں سے واقف ہیں
ان مختصر صفحات میں ہم اُن کے حالات زندگی
اور شاعرانہ خصوصیات پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے
ان کی فنی خدمات کا اندازہ ہو سکیگا۔

نام۔ نسب۔ سکونت۔ خاندان | حضرت
آزاد انصاری کا مشہور نام الطاف احمد، تاریخی نام
نظیر حسین ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی [illegible]
نسلاً آپ شیخ انصاری ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب
آخر میں مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری
سے جا ملتا ہے۔ آزاد انصاری کا وطن [illegible]
کا ایک مشہور قصبہ [illegible] سہارنپور ہے۔

پیدائش: ۲۷ [illegible] ۱۲۸۸ھ کو اردو کا یہ
مایہ ناز شاعر ناگپور میں پیدا ہوا جب ان کے والد
بسلسلۂ ملازمت ناگپور میں مقیم تھے۔

تعلیم: قدیم دستور کے مطابق حضرت آزاد
انصاری کی ابتدا قرآن مجید سے ہوئی، قرآن مجید
ختم کرنے کے بعد ان کو بغرض تعلیم مولانا عبد اللہ
انصاری مرحوم [illegible] ناظر امور مذہبی علی گڑھ کالج
کے سپرد کیا گیا جو آپ کے قریبی عزیز بھی تھے اور
اس وقت مدرسہ عربی گلاؤٹھی کے صدر مدرس تھے
ابتدائی فارسی تعلیم حکیم آزاد انصاری نے مولانا
عبد اللہ انصاری ہی سے حاصل کی اور بعد میں مختلف
اساتذہ سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کرتے
رہے۔ فارسی و عربی کی تعلیم کے بعد بعض اساتذۂ
فن سے حضرت آزاد انصاری نے ڈاکٹری و
طبی تعلیم پائی۔

شاعری کی ابتدا: حضرت آزاد انصاری

کی شاعری کی ابتدا ۱۳ یا ۱۴ سال کی عمر میں ہوئی نمونتہً اس زمانہ کا ان کا ایک مطلع یہاں درج کیا جاتا ہے۔

بہار چمن گل کھلانے کو ہے
یہ جوش جنوں رنگ لانے کو ہے

یہ وہ زمانہ تھا کہ وہ خود شعر کہتے اور کسی کو اپنا کلام دکھانا پسند نہیں کرتے تھے۔

تلمذ ۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں ان کی نگاہ انتخاب نے اصلاح شعر و سخن کے لئے مولانا حبیب الرحمٰن بیدل شاگرد حضرت غالب کو چنا اور عطارد تخلص کر کے ان کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہو گئے۔ ابتدائے شعر گوئی کے شروع زمانے میں وہ ذوق کا تتبع کرتے تھے، لیکن بعد میں وزیر، امانت، ناسخ و رشک کو ناخدائے سخن سمجھ کر ان کا تتبع اختیار کیا، چنانچہ لکھنوی رنگ تغزل کی جھلک ان کے ابتدائی کلام میں پائی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

عاشق گیسوئے خمدار چلے جاتے ہیں
پا بہ زنجیر گرفتار چلے جاتے ہیں

تری آنکھوں میں کبھی پاس مروت نہ ہوا
تجھ کو طوطے کی طرح آنکھ بدلتے دیکھا

بوالہوس گنجفۂ عشق کوئی کھیل نہیں
یہ وہ بازی ہے کہ جانباز کے سر جاتے ہیں

سنہ ۱۸۹۵ء میں آزاد انصاری نے حضرت حالی کا دیوان دیکھا تو ان کی جدید رنگ کی شاعری نے حضرت آزاد انصاری کو بیحد متاثر کیا۔ حالی کے مقدمۂ شعر و شاعری اور حالی کے دیوان کے مطالعہ نے اُن کی شاعری کے رخ کو بدلا۔ عطارد تخلص کو خیرباد کہا۔ آزاد تخلص اختیار کیا اور حضرت حالی کی شاگردی اختیار کی۔ سنہ [illegible] وصال تک مولانا حالی سے اصلاح لیتے رہے۔

آخر سنہ ۱۹۱۳ء میں مولانا حالی [illegible] مولانا حبیب الرحمٰن بیدل [illegible] کیا۔ ایک رباعی میں اپنے ان دونوں باکمال استادوں کا تذکرہ ایک عجیب انداز میں کرتے ہیں۔

[illegible] کا حل ہی نہ ملا
[illegible]
[illegible]

حضرت آزاد انصاری کو مخصوص انداز بیان عطا کیا اور ان کی شاعری کے [illegible] کو دوسروں سے ممتاز بنایا۔

خصوصیات کلام: آزاد کی شاعری کا اگر غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے تو ان کا کلام حسب ذیل خصوصیات کا آئینہ دار ہے۔

(۱) کلام کی اصلی ترتیب (۲) سلاست و صفائی زبان (۳) ندرت بیان (۴) تکرار الفاظ حسین (۵) صنعت ترجیع و تقابل (۶) صنعت ترجیع جدید کی ایجاد۔

کلام کی اصلی ترتیب [illegible]

کلام کے اجزا کی جو اصل ترتیب نثر میں ہے اسے
حتی الامکان نظم میں بھی باقی رکھا جائے۔ یہ نظم کا
سب سے بڑا کمال ہے، اور عجیب بات یہ ہے
کہ یہ خصوصیت حضرت آزاد انصاری کے کلام
کے بیشتر حصہ میں پائی جاتی ہے یعنی اس خصوصیت
کے مظہر چند شعر ملاحظہ فرمائیے۔

نہ محبت نہ محبت کے ہر اسم کا لحاظ
تم کو بیشک روشِ اہلِ وفا آتی ہے
صبر ممکن سہی امکان سے خارج تو نہیں
ہم کو خود دردِ محبت کی دوا آتی ہے

ہم اور یہ طلب کہ تمہاری خوشی کریں
تم اور یہ غضب کہ ہمارا بھلا نہ ہو

سخت مشکل ہے کہ ضبطِ شوق ہو سکتا نہیں
سخت نادم ہوں کہ میرے ساتھ تو رسوا ہو

سلاست و صفائی زبان حضرت آزاد
کی شاعری کی جان ہے، فرماتے ہیں ۔

اے وفا کے خبط والے کچھ اور سن
اب تمہیں شکرِ جفا مطلوب ہے
سیکڑوں خوبیوں کے مالک ہو
ایک صاحبِ وفا نہیں، نہ سہی

دیکھ لی تیری تجلی دیکھ لی
دیکھنے کو بھی کلیجا چاہیے

تیری وہ غفلت کہ پروا ہی نہیں،
میری یہ حالت کہ دیکھا چاہیے

دل اور ترے خیال سے راحت نہ پا سکے
شاید مرے نصیب میں راحت نہیں

تکرار الفاظ حضرت آزاد انصاری کے کلام
میں بڑی کثرت سے ہے۔ انہوں نے الفاظ اور
جملوں کی تکرار اپنے اشعار میں ایسے حسین اور دلکش
طریقے پر کی ہے کہ شعر اپنی دلکشی اور تاثر کے لحاظ
سے بہت بلند ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں ۔

تم اور دل آزاریِ اربابِ محبت
اربابِ محبت کا یہ شیوہ نہیں ہوتا

خلافِ سلوکِ محبت کے خوگر
خلافِ سلوکِ محبت کہاں تک

ادھر برقِ تپاں رکھدی ادھر برقِ تپاں رکھدی
محبت نے مری ہستی غضب کے درمیاں رکھدی

نگارانِ چمن صدقے بہارانِ چمن صدقے
نگارِ حور پیکر ہو بہارِ حور پیکر ہو

ادھر ریشہ دوانی ہے ادھر ریشہ دوانی ہے
جدھر دیکھو وہ کافر گرمِ شغلِ دلستانی ہے

جب صدا آئی کہ بارِ عشق اٹھا سکتا ہے کون
ہم بڑھے اور بڑھ کے بولے ہم اجی سرکار ہم

سیکڑوں خوبیوں کے مالک ہو
ایک صاحبِ وفا نہیں نہ سہی

زباں تک شکوۂ محرومیٔ دیدار آنا تھا
خطاب آیا کہ جا اور طاقتِ دیدار پیدا کر

طلبِ عاشقِ صادق میں اثر ہوتا ہے
گو بہت دیر سے ہوتا ہے مگر ہوتا ہے
دارِ منصور کے قصے سے سبق حاصل کر
بے خبر طبقۂ عشاق نڈر ہوتا ہے

وفات سنہ ۱۹۴۲ء میں اردو کا یہ شیریں مقال شاعر چند روز بیمار رہکر حیدرآباد دکن میں راہیٔ عالم بقا ہوا، اور عنبر پیٹھ میں اپنے صاحبزادے مولوی احسان احمد صاحب بی۔ اے رکن دار الترجمہ کے مکان کے قریب اپنے بھائی مولوی اشفاق احمد انصاری مرحوم کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دیوان حکیم صاحب کا مجموعہ کلام سنہ ۱۹۳۸ء میں "معارفِ جمیل" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جو ان کی بہترین یادگار ہے

عبدالحق اکیڈیمی | اشاعت منزل اردو گلی حیدرآباد دکن

کتاب	مصنف
۱۔ کلیات فانی	فانی بدایونی
۲۔ یادِ ایام	عبدالرزاق کانپوری
۳۔ مقالات	مولوی عبدالحق
۴۔ النور (ناول)	منشی فیاض علی
۵۔ روزنامچہ	قاضی عبدالغفار
۶۔ نقشِ فرنگ	〃 〃 〃
۷۔ نئی بیماری	مہندر ناتھ
۸۔ طوفان	نثار احمد
۹۔ مقدس صحیفہ	حسن الدین خاموش
۱۰۔ ماں کی مامتا	〃 〃 〃
۱۱۔ نئے افسانے	عزیز احمد
۱۲۔ سفرنامہ بلادِ اسلامیہ	قائد ملت بہادر یار جنگ
۱۳۔ خطبات بہادر یار جنگ	ادارہ
۱۴۔ تقاریر 〃	〃
۱۵۔ سوانح 〃	〃
۱۶۔ اقبال و وطنیت	عبدالقدوس ہاشمی
۱۷۔ پولیٹیکل ڈکشنری	〃 〃 〃
۱۸۔ قرآنی تصورِ مملکت	شاہد حسین رزاقی
۱۹۔ معاہداتِ آصفیہ	عمر یافعی

قابل مطالعہ کتاب

حیاتِ شبلی

علامہ شبلی مرحوم، سیرت النبی صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم اور اپنی دوسری علمی و ادبی کتابوں کی
وجہ سے ملک کے طول و عرض میں جس غیر معمولی
شہرت کے مالک ہیں، وہ کسی تعارف کی محتاج
نہیں۔ ایسی جلیل القدر ہستی جس نے
مسلسل تیس سال تک اپنے قلم سے مسلمانوں
کی خدمت انجام دی ہو، جن کی زندگی اپنے
اندر نوجوانوں کے لئے علم و عمل کے
ہزاروں پیغام رکھتی ہو، ہر طرح اس کی حق
تھی کہ اُن کے حالاتِ زندگی کو تفصیل کے
ساتھ کتابی صورت میں پیش کیا جائے
خدا کا شکر ہے کہ اس ضرورت کو علامہ
شبلی کے شاگرد رشید اور ہندوستان کے
مایۂ ناز عالم و بیمثل ادیب مولٰنا سید سلیمان
صاحب ندوی نے بدرجۂ اتم پورا کیا ہے
یعنی علامہ شبلی کی سوانح "حیاتِ شبلی" کے
نام سے لکھ کر ایک ایسی کمی کو پورا کیا ہے جو
ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ ان
اوراق میں ہم اس مفید، دلچسپ اور زیادہ
معلومات کتاب کا ایک ہلکا سا خاکہ ہدیہ ناظرین
کرتے ہیں، جس سے اصل کتاب کی دلچسپی
اور دلکشی کا اندازہ ہوسکیگا۔

مولٰنا سید سلیمان صاحب ندوی کی
یہہ کتاب تقریباً ساڑھے آٹھ سو صفحات
پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں علامہ شبلی کے مولد اور سلسلۂ
نسب کا تذکرہ کرتے ہوئے مولٰنا سلیمان ندوی
نے بتایا ہے کہ مولٰنا شبلی مرحوم کا مولد ضلع
اعظم گڑھ میں پرگنہ سکرڑی کا ایک قصبہ "بندول"
نامی ہے، بندول میں راجپوتوں کی آبادی
تھی، جن کے مورث اعلیٰ آج سے چار سو
سال پہلے مسلمان ہوئے، اسی راجپوتوں
کے خاندان میں مولٰنا شبلی کی پیدائش ہوئی
اس خاندان کے قبولِ اسلام کا تذکرہ مولٰنا
نے تفصیل سے فرمایا ہے۔ علامہ شبلی کے
والد مرحوم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ
اُن کا نام شیخ حبیب اللہ تھا، شیخ حبیب اللہ
مرحوم کے چار بھائی ہزاروں میں سب سے

بڑے صاحبزادے علامہ شبلی تھے جن کی پیدائش مئی سنہ ۱۸۵۷ء میں ہوئی۔ والد نے مولانا کا نام محمد شبلی رکھا۔ مولانا شبلی نے قرآن مجید اور فارسی کی تعلیم اپنے قصبہ ہی میں پائی۔ علامہ شبلی کے پہلے استاد حکیم عبداللہ تھے جو مولوی نذیر حسین دہلوی اور مفتی محمد یوسف فرنگی محلی کے شاگرد تھے بعد میں اعظم گڑھ کے مدرسے میں مولانا سخاوت علی جونپوری مرحوم سے جو وہاں کے مدرسہ میں مدرس تھے، مولانا نے عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں، اس کے بعد غازی پور حاضر ہوکر اس دور کے مشہور عالم مولانا محمد فاروق صاحب چریا کوٹی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ چند ہی روز میں مولانا شبلی جیسے طباع طالب علم کے جوہر قابل کو مولانا فاروق جیسے متبحر عالم نے اس طرح نکھارا کہ نگاہیں چکاچوند ہوکر رہ گئیں۔ علامہ شبلی مرحوم قریب قریب اپنی ساری تعلیم کی تکمیل مولانا فاروق ہی سے کی، بعد میں رامپور میں جاکر مولانا ارشاد حسین صاحب سے ایک سال تک فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد کچھ دن مولانا شبلی دارالعلوم دیوبند میں بھی رہے، اگرچہ وہاں تعلیم حاصل نہیں کی لیکن فرائض کا علم انھوں نے دیوبند ہی میں سیکھا۔ ادب کا شوق انھیں لاہور کھینچ کر لایا اور امام الادب مولانا فیض الحسن سہارنپوری پروفیسر اورینٹل کالج سے ادبیات کا درس لیتے رہے، مختلف علوم و فنون سے فراغت پا لینے کے بعد علم حدیث کی تعلیم کے لئے مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل تعلیم حدیث کی، اس طرح علامہ نے سنہ ۱۲۷۹ھ سے تعلیم شروع کرکے سنہ ۱۲۹۳ھ میں تعلیم کی تکمیل کرلی، اس وقت علامہ کی عمر ۱۹ سال کی تھی، آخر میں علامہ مرحوم نے وکالت کا بھی امتحان دیا۔

کچھ دنوں مولانا شبلی سنہ ۱۸۸۲ء میں ضلع بستی میں وکالت کرتے رہے۔ سنہ ۱۸۸۳ء میں علی گڑھ کالج کو مشرقی زبانوں کے ایک معلم کی ضرورت ہوئی۔ علامہ نے بھی اس سلسلے میں درخواست دی آخر کالج میں علامہ کا تقرر ایک پروفیسری کے عہدہ پر بشاہرہ چالیس روپیہ ماہوار ہوا، چند دن کے بعد علامہ کی تنخواہ سو روپیہ ماہوار ہوگئی۔ کالج میں وہ قرآن پاک اور دینیات کا درس دیتے تھے، اسی زمانہ میں مولانا کا ربط و ضبط سر سید مرحوم سے بڑھا جوں جوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے گئے اسی درجہ دونوں ایک دوسرے کے علمی کمالات

کے معترف ہوتے گئے۔ علی گڑھ کے ابتدائی
زمانہ قیام میں مولانا کا ذوقِ شاعری خوب
پروان چڑھا اور کالج علامہ کے شعر و سخن
کے چرچوں سے گونج اٹھا۔ علی گڑھ ہی
میں مولانا کا تصنیفی ذوق نمایاں ہوا۔ سر
سید کے کتب خانہ میں عربی تاریخ و جغرافیہ
کی وہ نادر کتابیں ان کو نظر آئیں جو یورپ
یا مصر و شام اور قسطنطنیہ میں چھپی تھیں، ان کو
دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں اور انہیں سے تاریخ اسلام
کے مطالعہ کا نیا دور شروع ہوا۔ ان کتابوں
کے مطالعہ سے مولانا کو پہلے پہل ایک مکمل
تاریخ اسلام لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن
بعد میں یہ خیال تاریخ بنی عباس تک محدود
ہوگیا۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں سب سے پہلے علامہ کی
مثنوی "صبح امید" چھپ کر شائع ہوئی اس کے
علاوہ مولانا کے محققانہ مضامین، تعلیمی کانفرنس
کے خطبے اور عالمانہ تصانیف نے ہندوستان
اور ہندوستان کے باہر مولانا کی شہرت
کو چار چاند لگائے، مولانا کے خلوص و ایثار
کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ جو
تصانیف انہوں نے کالج کے زمانہ میں
کیں ان تمام تصانیف کو کالج کی نذر کر کے
اس کی مالی امداد میں بھی حصہ لیا۔ جون سنہ ۱۸۹۸ء
میں سر سید مرحوم نے وفات پائی تو کچھ
دن کے بعد مولانا بھی کالج سے علیحدہ ہوگئے

سنہ ۱۸۸۷ء میں علامہ کی پہلی مستقل تصنیف
"المامون" شائع ہو کر اس قدر مقبول ہوئی کہ اس
کا پہلا ایڈیشن تین مہینے میں ختم ہوگیا۔
سنہ ۱۸۸۹ء میں مولانا نے "سیرۃ النعمان"
لکھی، یہ کتاب بمبئی کالج کی طرف سے چھپی اور
ہاتھوں ہاتھ نکل گئی، جس نے مولانا کو کافی
طور پر ملک سے روشناس کرایا۔
علمی ذوق کی بنا پر مولانا نے سنہ ۱۸۹۲ء
میں قسطنطنیہ کا سفر کیا، اس سفر سے مولانا کا
اصل مقصد قدیم کتابوں کا مطالعہ تھا
قسطنطنیہ کے متعدد کتب خانے مولانا نے
دیکھے، الفاروق کے لئے انہوں نے تمام
مواد یہیں سے اکٹھا کیا۔ تقریباً چھ ماہ انہوں
نے دنیائے اسلام کے ان ممتاز حصوں
کے دیکھنے میں صرف کئے، اس سفر سے
واپسی کے بعد ان کا سفرنامہ، کلیات اردو
رسائل شبلی و الفاروق شائع ہوئی جن نے
ان کے آفتاب شہرت کو بلند سے بلند تر
کر دیا۔ سنہ ۱۸۹۴ء میں علامہ کو گورنمنٹ کی
جانب سے "شمس العلماء" کا خطاب ملا۔
سنہ ۱۸۹۵ء میں الہ آباد یونیورسٹی نے
علامہ کو فیکلٹی آف آرٹس اور بورڈ آف
اسٹڈی مقرر کیا۔
سنہ ۱۹۰۱ء میں علامہ حیدرآباد آئے
اور حیدرآباد میں مولوی عزیز مرزا مرحوم

ہوم سکریٹری کے مہمان ہوئے۔ حیدرآباد میں
مولٰنا کی آمد کی جب لوگوں کو خبر ہوئی تو ہر
طرف سے ان کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا گیا
۲۲ مئی ۱۹۰۱ء کو مولٰنا کا تقرر سررشتہ علوم
وفنون کی نظامت کے عہدہ پر ہوا جس کی
تنخواہ اس وقت چار سو روپیہ ماہوار تھی۔ علامہ
شبلی حیدرآباد میں چار برس رہے، اس عرصہ
میں انہوں نے پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں
"الغزالی" "الکلام" "علم الکلام" "سوانح مولٰنا
روم" "موازنہ انیس و دبیر"۔

۱۹۰۵ء کے شروع میں علامہ نے
حیدرآباد کی ملازمت سے استعفا پیش کر دیا
اور مستعفی ہو کر اپنے وطن چلے آئے۔ ملازمت
سے علیحدگی کے بعد اُن کے نام حیدرآباد
سے دو سو روپیہ کا منصب جاری ہو گیا جو
اُن کو پہلے سے ملتا تھا۔

۱۹۰۵ء میں علامہ دارالعلوم ندوہ کے
معتمد مقرر ہوئے۔ ندوۃ العلماء کے انتظام
کو ہاتھ میں لیتے ہی وہاں کے نصاب میں
آپ نے سب سے پہلے ضروری اور مناسب
تبدیلیاں کیں، اس کے بعد بہت سی مفید
اور ضروری اصلاحیں کیں۔

۱۹۰۴ء میں جب دارالعلوم ندوہ
سے رسالہ الندوہ جاری ہوا تو مولٰنا نے
ایک ایڈیٹر کی حیثیت سے علوم اسلامیہ
کی تجدید، عقل و نقل کی تطبیق، معقول و منقول
اور قدیم و جدید علوم کے موازنہ اور عربی
نصاب تعلیم کی اصلاح پر بہت سے محققانہ
مضامین لکھے، جس نے اُس دور کے علماء
کے خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کیا

۱۹۰۶ء میں مولٰنا نے اپنی مشہور
کتاب "شعر العجم" کی بنیاد ڈالی۔ ۱۷ مئی ۱۹۰۶ء کو
اُن کے وطن اعظم گڑھ میں جبکہ وہ وہاں
چند روز کے لئے تشریف لے گئے تھے
پاؤں کا حادثہ پیش آیا، اس واقعہ کی
تفصیل یہ ہے کہ ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء کو
علامہ شبلی منزل کے ہال میں تخت پر پاؤں
لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے اس بنگلہ میں
باغ بھی تھا جس میں لیچیاں لگی تھیں اور
کوّے ان کو نقصان پہنچاتے تھے، علامہ
کے صاحبزادے حامد صاحب نے اُن
کو اُڑانے کے لئے بندوق میں چھرّوں
کے کارتوس بھر کر رکھے تھے اور اس بندوق
کو ہال میں چھوڑ گئے تھے، علامہ نے
اس بندوق کو ہاتھ سے اُٹھایا تو بہت
وزنی معلوم ہوئی پاس ہی ان کی بہو
حامد صاحب کی بیوی بیٹھی ہوئی تھیں
اُن کو یہ کہکر دی کہ یہ عورتوں سے تو
اٹھ بھی نہیں سکتی، اس دینے لینے میں
اتفاقاً ہاتھ بندوق کے گھوڑے پر پڑ گیا

اور بندوق چل گئی جس کا نشانہ مولانا کا پاؤں ہوا ڈاکٹروں نے اس کا علاج بتایا اور یہ پاؤں کاٹ دیا گیا۔

سنہ ۱۹۱۳ء تک علامہ دار العلوم ندوہ کی مختلف خدمات انجام دیتے رہے سنہ ۱۹۱۳ء میں بعض ہنگاموں کی وجہ سے وہ اس قدر بد دل ہوئے کہ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء میں بمبئی سے انہوں نے معتمدی دار العلوم سے استعفاء پیش کر دیا۔ علامہ بمبئی سے پھر ایک مرتبہ سنہ ۱۹۱۳ء میں حیدرآباد آئے اور ان کی علمی خدمات کے پیش نظر اعلیٰحضرت بندگان اقدس و اعلیٰ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے از راہ معارف نوازی ان کے وظیفہ میں مزید دو سو روپیہ ماہوار کا اضافہ منظور فرمایا، وہ دو تین ماہ حیدرآباد رہے اور یہیں انھوں نے اپنی مشہور کتاب سیرت النبیؐ کے پہلے حصے کی تالیف شروع کی اور بعد میں وہ مستقل طور پر اعظم گڑھ میں مقیم ہو گئے۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں علامہ نے دار المصنفین اعظم گڑھ کی بنیاد رکھی اور اپنا ذاتی باغ اور بنگلہ اس کے لئے وقف کر دیا۔

اگرچہ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں انہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کی ابتداء کی تھی لیکن باقاعدہ سیرت النبیؐ کے کام کا آغاز جون سنہ ۱۹۱۲ء میں کیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں علامہ نے سیرۃ النبیؐ کے پہلے حصہ کا مسودہ قریب قریب مکمل کر لیا۔

یوں تو علامہ کی صحت ایک عرصہ سے خراب چلی آتی تھی لیکن سنہ ۱۹۱۴ء میں انکی صحت بہت خراب ہو گئی۔ ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۱۴ء کو ایک خط میں مولوی حمید الدین صاحب مرحوم کو لکھتے ہیں:-

"دو دن اچھا رہا تو چار دن بیمار"
" رہتا ہوں لیکن بات چیت کرتا"
" رہتا ہوں، لوگ جانتے ہیں کہ"
" کوئی شکایت نہیں۔ نظام جسم"
" برہم ہو چکا، ابھی ابھی سخت"
" سردی لگی ہے، حالانکہ دوپہر"
" کا وقت ہے، افسوس یہ ہے کہ"
" سیرت پوری نہ ہو سکی اور کوئی"
" نظر نہیں آتا کہ اس کام کو پورا"
" کر سکے"

۷ نومبر سنہ ۱۹۱۴ء کو مولانا کو سخت پیچش اور بواسیر کا دورہ رہا، جب خود کو اپنی صحت سے بالکل مایوسی ہوئی تو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مسودے اور بیاضیں کپڑے میں بندھوا کر ایک الماری میں مقفل کر دئیے اور اپنے عزیزوں کو وصیت فرمائی کہ یہ مسودے مولوی حمید الدین اور سید سلیمان ندوی

کے سپرد کئے جائیں۔
آخر ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء صبح ساڑھے پانچ بجے بروز چہارشنبہ ملک کے اس جلیل القدر اور مایۂ ناز عالم نے وفات پائی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ اور شبلی منزل کے ایک گوشہ میں دفن کئے گئے تمام شہر کے مسلمان نمازِ جنازہ میں شریک تھے حیاتِ شبلی نہ صرف علامہ شبلی کی سوانح حیات ہے بلکہ اس دور کے علمی، ادبی، سیاسی، تعلیمی، مذہبی، قومی واقعات کی پچاس سالہ مکمل تاریخ ہے جس کو مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے جادو نگار قلم اور دلکش انداز بیان نے دلچسپ سے دلچسپ بنا دیا ہے اگر آپ اس کا صحیح لطف اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا تفصیل سے مطالعہ کیجئے۔

تعارف

(جناب ع ۔ خ صاحبہ)

سراپائے رسولؐ ۔ مولوی اعجاز الحق صاحب قدوسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک آپ کے شمائل وخصائل، اخلاق، معاشرت و عبادات واوقات کو نہایت ہی سہل وسلیس زبان میں یکجا جمع کر دیا ہے ۔ بلاشبہ یہ کتاب مسلمان بچوں کے لئے ایک نفیس تحفہ ہے ۔ قیمت [illegible]

داستانِ کربلا حادثۂ کربلا پر ملک کے مایۂ ناز علماء اور اہلِ قلم کے بصیرت افروز مقالات کو مولوی محمد عبد الرحمٰن سعید صدیقی نے کتابی صورت میں پیش کیا ہے ۔ ان میں سے اکثر مقالات میں حادثۂ کربلا کی جامع اور مکمل تاریخ بھی ہے، اور فلسفۂ شہادت کی توضیح وتشریح بھی، نفیس اکیڈمی نے اس مجموعہ کو شائع کر کے صالح ادب کی بیش بہا خدمت انجام دی ہے ۔ قیمت مجلد ([illegible])

نگارشاتِ محمد علی ہندوستان کے مسلم سیاست دانوں میں مولانا محمد علی مرحوم جس امتیاز خاص کے مالک ہیں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں، "نگارشات محمد علی" مولانا محمد علی مرحوم کے بیش بہا مقالات کا مجموعہ ہے، جسے ادارۂ اشاعت اردو نے نہایت ہی دیدہ زیب کتابت وطباعت کے ساتھ شائع کیا ہے ۔ قیمت مجلد ([illegible])

شعاعیں ، شبلی بی کام نے ہندوستان کی تمام زندہ زبانوں میں لکھنے والے مشاہیر افسانہ نویسوں کے ایک ایک شاہکار کو اردو میں منتقل کر کے "شعاعیں" کے نام سے پیش کیا ہے ان افسانوں کے مطالعہ کے بعد انسان کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے فنِ افسانہ نویسی کے جدید رجحانات کیا ہیں ۔ قیمت مجلد ([illegible])

دھوپ قیسی رامپوری کا ایک دلچسپ ناول ہے، جسے ادارۂ اشاعت اردو نے بہترین طباعت وکتابت کے ساتھ پیش کیا ہے قیمت مجلد ([illegible])

عورت افسانوی دنیا میں فنی حیثیت سے شرت چندر چیٹرجی کو جو مقبولیت وشہرت حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے متعدد ناول ہماری زبان میں منتقل ہو چکے ہیں ۔ فطرتِ انسانی کی نقاشی شرت کا طرۂ امتیاز ہے ۔ "عورت" بھی اس کے ایک

چھوٹے سے ناول "شورشی" کا ترجمہ ہے جسے پریم چند نے اردو کا جامہ پہنایا ہے قیمت مجلد ([illegible])

زلزلہ، شرت چند رچیٹرجی کے ایک لاجواب شاہکار کو پریم چند نے اردو میں "زلزلہ" کے نام سے منتقل کیا ہے۔ بیان کی دلکشی اور طرز ادا کی خوبی کتاب کے ہر صفحہ میں نمایاں ہے

ایک ادبی ڈائری، ہندوستان کے مشہور شاعر اختر انصاری نے ادب اور ادیبوں کے متعلق اپنے مشاہدات وتجربات و رائے کو جو انہوں نے ڈائری کی صورت میں مرتب کی تھی، اب کتابی شکل میں پیش کیا ہے۔ کتاب شروع سے آخر تک بہت دلچسپ ہے۔ قیمت مجلد ([illegible])

خندۂ دل، کوثر چاند پوری کے بیس دلخوش کن افسانوں کا مجموعہ ہے

حسنِ سوگوار، مشہور چینی مصنف "ان یوتنگ" کے ایک شہرہ آفاق ناول کو حضرت ایم، اسلم نے اردو کا جامہ اس خوبصورتی سے پہنایا ہے کہ بعض جگہ ترجمہ پر اصل کا گمان ہونے لگتا ہے قیمت مجلد (۱/۸ [illegible])

تشنگی، رشید اختر ندوی کا یہ چھٹا ناول ہے جس میں انہوں نے اردو ادب میں بالکل ایک انوکھے تخیل کے پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ قیمت مجلد ([illegible])

خط کا جواب، جناب ایم اسلم صاحب کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو انھوں نے اپنے مختلف دوستوں کو لکھے ہیں ان میں سے اکثر خط ادبی لطافتوں کے حامل ہیں۔ قیمت مجلد (۱/۶ [illegible])

خلش، حامد حسن قادری کے پندرہ افسانوں کا مجموعہ ہے، جن میں اکثر افسانے ان کے طبع زاد ہیں اور بعض مترجمہ افسانوں میں انہوں نے اس کی کوشش کی ہے کہ مشرقی و مغربی تمدن و معاشرت کے فرق کو ملحوظ رکھکر مشرقی ماحول کے مطابق افسانے کو ڈھال لیں۔ قیمت مجلد ([illegible] ۱/۴)

بیل بوٹے، مظفر حسین صاحب شمیم کے مختلف ادبی، تنقیدی، اصلاحی اور تاریخی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ کی نمایاں خصوصیت، دلکش سلاست اور بے تکلف روانی ہے۔ قیمت مجلد ([illegible])

پنکھڑیاں، محترمہ شیریں صاحبہ کے بارہ افسانوں کا مجموعہ ہے جن میں پڑھنے والے کو ارتقائی رنگ بہت ہی واضح اور صاف نظر آتا ہے۔ قیمت مجلد ([illegible] ۱/۳)

تبصرے

اوراقِ گل

فن۔ "ادبی سوانح"۔ مرتب۔ ضمیر احمد ہاشمی سائز۔ رائل۔ صفحات (۳۶۷) کتابت وطباعت دیدہ زیب۔ کاغذ سفید آرٹ پیپر۔ قیمت مجلد عـہ۔

ریاستِ رامپور کی مجلس بزمِ سخن کی جانب سے جو مشاعرے ہوتے رہے ان مشاعروں میں شریک ہونے والے اساتذہ کا منتخب کلام، فوٹو اور عکس تحریر اور اُن کی مختصر سوانح زیر تبصرہ کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب دورِ حاضر کے انتیس ۲۹ شعراء کا ایک مختصر تذکرہ ہے، جس میں آرزو لکھنوی، آزاد انصاری مرحوم احسان دانش، اختر شیرانی، جگر مرادآبادی، نواب فصاحت جنگ حضرت جلیل۔ جوش ملیح آبادی، روش صدیقی، ساغر نظامی، سیماب اکبرآبادی، ماہر القادری، فراق گورکھپوری اور ہندوستان کے دیگر ممتاز شعراء کا تذکرہ اس کتاب کی زیب و زینت ہے۔

اس تذکرہ کو اُن سوالات نے بھی دلچسپ بنا دیا ہے جو بزمِ سخن کی جانب سے ان اساتذۂ فن سے کئے گئے اشعار کا انتخاب بھی معیاری ہے جنھیں اردو شاعری کا شاہکار کہا جاسکتا ہے۔ ہم یہاں نموناً بعض شعراء کے منتخب اشعار اس تذکرہ میں سے درج کئے دیتے ہیں جس نے اس کتاب کو بہت دلچسپ اور قابلِ مطالعہ بنا دیا ہے۔

آزاد انصاری

ترے بیخبر کو یہ کیا کم خبر ہے
کہ تو مبتدا اور عالم خبر ہے

اگر آزاد سا درویش نظروں میں نہیں جچتا
تو جا اور جا کے اہلِ اللہ کی پہچان پیدا کر

احسان دانش

حقیقی رہبری بھی بینائی ہے، وہی منزلِ بینائی
سکونِ دل بہ تقدیرِ مشکل ہوتا جاتا ہے
محبت میں مکان و لامکاں ہیں دو قدم لیکن
مجھے یہ دو قدم چلنا بھی مشکل ہوتا جاتا ہے

اختر شیرانی

اُس کے عہدِ شباب میں جینا
جینے والو تمہیں ہوا کیا ہے

جھوم کر بدلی اُٹھی اور چھا گئی
ساری دنیا پر جوانی آ گئی

جگر مراد آبادی

یوں زندگی گزار رہا ہوں ترے بغیر
جیسے کوئی گناہ کئے جا رہا ہوں میں

محبت میں اک ایسا وقت بھی دل پر گزرتا ہے
کہ آنسو خشک ہو جاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی

حضرت جلیل

زمانہ ہے کہ گزرا جا رہا ہے
یہ دریا ہے کہ بہتا جا رہا ہے
بہاریں لُٹا دیں، جوانی لُٹا دی
تمہارے لئے زندگانی لُٹا دی

حسرت موہانی

تری یاد بے اختیار آ رہی ہے
تمنا کی فصلِ بہار آ رہی ہے

دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

رضا لکھنوی

خیالِ حسن میں یوں زندگی تمام ہوئی
حسین صبح ہوئی اور حسین شام ہوئی

کھینچ دیتی ہیں خطِ موجِ شراب
مد بھری آنکھوں میں رنگین دھاریاں

نئے پرانے

فن - افسانہ - مصنف - سہیل عظیم آبادی
ناشر - عبد الحق اکیڈیمی حیدر آباد دکن،
مطبع - محمود یہ مشین پریس چار مینار حیدرآباد
دکن - ضخامت - (۲۳۴ صفحات)
سائز - کراؤن - کتابت و طباعت دیدہ زیب
کاغذ سفید عمدہ قیمت مجلد (۱۲ عہ)
زیر نظر مجموعہ سہیل کے (۱۳) افسانوں
پر مشتمل ہے - سہیل کے افسانے زیادہ تر

اصلاحی و معاشرتی ہوتے ہیں، ان کے
افسانوں میں ہماری معاشرتی خرابیوں پر
ایسا لطیف طنز ہوتا ہے کہ بعض جگہ اس
بگڑے ہوئے معاشرتی نظام پر بے اختیار
منہہ سے آہ نکل جاتی ہے۔ ادبی لطافتیں،
دلکش انداز بیان، غائر مطالعہ، معنویت
کے الفاظ کا انتخاب، یہہ سب خصوصیتیں ہیں
ان کے اس مجموعہ میں نمایاں طور پر نظر
آتی ہیں۔ دیہاتی مناظر کی تصویر کھینچنے
میں وہ خاص کمال رکھتے ہیں۔ دیہات کے
میٹھے اور رسیلے الفاظ کو اپنے ادب میں
ایک ماہر فن کار کی طرح بٹھا سکتے ہیں
اور اس طرح بٹھاتے ہیں کہ افسانہ کا لطف
دوبالا ہوجاتا ہے۔ اس مجموعے میں ان
کے دو افسانے "مصنف کی زندگی" اور "ناچیز"
کو اگر ان کا شاہکار کہا جائے تو غیر مناسب
نہیں۔

تذکرۂ دار العلوم

فن - تذکرہ۔ مرتب - نصیرالدین
صاحب ہاشمی۔ مطبوعہ - اعظم اسٹیم پریس
حیدرآباد۔ ضخامت - ۱۲۹ صفحے۔
سائز - کراؤن۔ کتابت و طباعت
دیدہ زیب۔ کاغذ سفید۔ قیمت۔
درج نہیں۔

دار العلوم حیدرآباد کی ایک تاریخی
اور ممتاز درسگاہ ہے جس کے گہوارۂ
تربیت سے ملک کی بہت سی مایہ ناز
ہستیاں علم و عمل سے آراستہ ہوکر
نکلیں۔ حال ہی میں اس درسگاہ
کا نود سالہ جشن منایا گیا تھا۔ اگرچہ جامعہ
عثمانیہ کے قیام کے بعد دار العلوم کی
وہ سابقہ حیثیت باقی نہیں رہی لیکن
آج بھی اس کی تاریخ اپنے اندر ایک
شاندار ماضی رکھتی ہے۔ اس لئے
ضرورت تھی کہ اس عظیم الشان درسگاہ
کی تاریخ کو صحت روایات کی روشنی
میں مرتب کیا جائے۔

مولوی نصیر ہاشمی جو ہمارے ملک کے
ایک کامیاب مصنف اور بہترین انشاپرداز
ہیں، انہوں نے یہ تذکرہ لکھ کر حیدرآباد
کی علمی تاریخ کے ایک باب کو مکمل کر
دیا ہے۔ خصوصاً فرزندان دار العلوم
کی ایک بیش بہا خدمت انجام دی ہے
ورنہ یہہ فرض دار العلوم والوں کے
ذمہ باقی رہتا۔

اچھے مضامین

از

جناب ثالث صاحب

اپریل اور مئی بابتہ ۱۹۴۵ء کے بعض رسالوں کے اچھے مضامین درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) **اقبال اور وطنیت** (ہمایون بابتہ مئی ۱۹۴۵ء) سید شوکت سبزواری نے اس مضمون میں اقبال کی وطنیت پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اولاً وطنیت پر تبصرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ وطنیت کے معنی وطنی اشتراک، وطنی اتحاد، وطنی رشتہ بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ وسیع اشتراک انسانیت ہے۔ انسان کے تمام افراد بہر حال انسان ہیں، اس کے بعد بتایا ہے کہ ڈاکٹر اقبال کی اسلامی وحدت کی حیثیت وطنیت سے بالاتر ضرور ہے لیکن اس طرح جیسے دس نو سے زیادہ اور اس سے برتر ہے۔

اقبال مسلمان تھے اور قرآن کو احکام الٰہی تصور کرتے تھے کل مومنون اخوت کے زرین اصول سے کوئی مسلمان منحرف نہیں ہو سکتا، اقبال کی تعلیم بھی یہی تھی۔

(۲) **تصانیف اور ذوق مطالعہ** (ہمایون مئی ۱۹۴۵ء) اثر فتح پوری بی۔ اے۔ بی ٹی نے فلسفی لحاظ سے اس عنوان پر صراحت کی ہے۔ ہر زمانہ میں دو قسم کی کتابیں ہوتی ہیں، اچھی اور بری۔ بری کتابوں کے مطالعہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ حقیقی ادب ترقی کرتا جاتا ہے اور اس کو وہی لوگ مطالعہ کرتے ہیں جو واقعی علم و ادب اور شاعری کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ میلان علم و ادب میں انسانی ذہن کا ارتقا ہوتا رہتا ہے۔

(۳) **جوش کا ادبی ذوق** (ادبی دنیا بابتہ اپریل ۱۹۴۵ء) عمران یار لو نے اس مضمون میں زیادہ تر اقبال اور جوش کا مقابلہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ اقبال ایک قوم کو حرم کی پاسبانی کے لحاظ سے دنیا کی دوسری

قوموں سے ممتاز اور بلند سمجھتا ہیں۔ ان کا پیغام مسلمان کے لئے ہے۔ انسان کے لئے نہیں ہے، اس کے برعکس جوش اشتراکیت کے قائل ہیں، اور ان کی تخریب تعمیر کا پیش خیمہ ہے، جوش نے نوجوانوں کی بڑھتی ہوئی امنگوں کے راستہ میں بہت سے چراغ جلا دئیے ہیں۔ اُن کی شاعری آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔" اگرچہ مضمون محنت سے مرتب ہوا ہے مگر افراط کے دائرہ میں شامل ہو جانے سے اس کا اثر کم ہو جاتا ہے۔

(۴) اردو میں قصیدہ و مثنوی نگار (بابتہ مئی ۱۹۴۵ء) ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی پروفیسر علیگڑھ نے اس مضمون میں پروفیسر حکیم الدین کی کتاب تذکرہ جدید شاعری کے ایک حصہ پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ پروفیسر حکیم الدین نے اردو کے قصائد اور مثنوی پر جو اعتراضات کئے ہیں اس کا جواب قلمبند فرمایا ہے۔ اگرچہ تنقید و جواب مدلل ہے، لیکن اگر دوسری قصائد اور مثنویوں سے اور زیادہ استفادہ کیا جاتا تو تنقید اپنے مواد کے لحاظ سے قابل وقعت ہو جاتی۔

(۵) خطبہ صدارت (معارف اعظم گڈھ بابتہ اپریل ۱۹۴۵ء) مولانا سید سلیمان ندوی کا یہ وہ خطبہ ہے جو موصوف نے آل انڈیا ہسٹری کانگریس میں شعبہ تاریخ ہند ازمنہ وسطیٰ کی صدارت کے طور پر سنایا تھا۔ یہ مقالہ تاریخی لحاظ سے نہایت قابل قدر ہے۔ اولاً اس میں بتایا گیا ہے کہ موجودہ تاریخ کس طرح مرتب ہوی ہے اور اس کے نقائص کیا ہیں، اور ان نقائص کے وجوہ کیا تھے اس کے بعد اصلاح کے طریقے اور جدید تاریخ مرتب کرنے کے متعلق عمدہ خیالات کا اظہار ہوا ہے۔

(۶) جنسی مسائل اور ہمارا سماج (نیرنگ خیال مئی ۱۹۴۵ء) اصغر انصاری صاحب نے اس مضمون میں اولاً فحاشی کی ابتداء پر روشنی ڈالی ہے اور مختصر طور پر واضح کیا ہے کہ جہاں عورت یا محبت مانگے سے ملجاتی ہو وہاں اُس کو خریدنے کی ضرورت نہیں یا دوسرے الفاظ میں وہاں بدکاری کی ضرورت نہیں اور یہی وجہ ہے کہ عہد جاہلیت کے تمدن اور تہذیب میں فحاشی اور بدکاری کا سراغ کبھی نہیں ملتا اور پھر فحاشی کے آغاز اور ابتداء کی صراحت کی ہے۔ ابتداءً معبدگاہوں ہی میں اس کی ابتداء ہوی ہے،

رعبادت کے طور پر ہی اس کا آغاز ہوا ہے
تو میں فحاشی کو دور کرنے کے طریقے بتائے
گئے ہیں جو یہ ہیں: غربت، بیکاری، شراب نوشی
دولت کے برے ہوئے معیار، غیر متوازن
اور اسی قبیل کی دیگر سماجی بیماریوں کا علاج
پہلے کرنا ہوگا۔

(۷) اقبال اور اس کے معترضین (آجکل ... مئی) یہ طویل مضمون ہے جو رسالہ کے
دو نمبروں میں شائع ہوا ہے۔ پروفیسر
محمود احمد (سری نگر) نے اس میں بتایا ہے
کہ اقبال کے مداحین کے ساتھ ان کے
معترض بھی ہیں اور کئی ایک اعتراض اقبال
پر کئے جاتے ہیں اور تفصیل کے ساتھ
اپنے موضوع پر بحث کی ہے۔ ایک
اعتراض یہ ہے کہ اقبال کا فن سے
ہم آہنگ نہ ہو سکے۔ ایک دوسرا
اعتراض یہ ہے کہ اقبال کی دعوت عمل میں
جارحانہ عنصر کی تحریک ہے اور ایسے
جذبات کی محرک ہے جو انسانی روح میں رحم
اور کشادہ حوصلگی کے جذبات کو پس پشت
ڈال دیتی ہیں۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ
اقبال اسلامی شاعر ہیں، ان کی شاعری
اسلامیت میں محدود ہے۔ مضمون میں
ان تمام اعتراضوں کا تشفی بخش جواب دینے
کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ مضمون

دلچسپ اور معلومات آفریں ہے۔

(۸) نواب میر معصوم بکھری (آجکل بابت ۵ ار مئی ۱۹۵۸ء) مولانا لطف اللہ بدوی نے
اس مضمون میں نواب میر معصوم بکھری کے
حالات کافی تحقیق سے قلمبند کئے ہیں۔ یہ اکبری
عہد کے ایک باکمال شاعر، مورخ، طبیب
اور شاہی سپاہی بھی تھے۔ ان کے اجداد ترمذ
کے سادات سے تھے، اور سندھ میں بس گئے
تھے۔ اکبر کی جانب سے شاہ عباس صفوی کی
خدمت میں سفیر کی حیثیت سے گئے تھے، اور
تاریخ میں اپنے کارناموں کے باعث مشہور ہیں۔

(۹) جہانگیری عہد کے چند سکے (آجکل بابت ۵ ار مئی ۱۹۵۸ء) راجہ نور محمد صاحب شفق
سرحدی نے مختصر طور پر جہانگیر کے سکوں
کی صراحت کی ہے۔ سکوں پر عموماً شعر کندہ
ہوتے تھے، اور وہ سونے اور چاندی
سے بنائے جاتے تھے۔ تیس سے زیادہ
سکوں کی صراحت کی گئی ہے، جو مختلف
مقامات میں مضروب ہوتے تھے۔ ان
سکوں میں ایک سکہ ایسا بھی تھا، جس پر ملکہ نور جہاں
کا نام بھی مضروب ہوتا تھا۔ چنانچہ اس سکہ
پر ایک جانب

"بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور"

اور دوسری طرف

"بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر"

منقش ہوتا تھا، مضمون کے آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن سکوں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ بناوٹ اور خوبصورتی کے لحاظ سے دوسرے تمام اسلامی ممالک کے سکوں سے بہت زیادہ خوبصورت ہیں

پارلیمانی طرزِ حکومت "منظور الحسن ہاشمی" نے موجودہ زمانہ کے سب سے زیادہ مناسب طرزِ حکومت پر سب سے زیادہ معلومات آفریں کتاب پارلیمان کے ذریعہ حکومت کا پورا نقشہ کھینچا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ **قیمت** ۱۲ر

مشرقِ بعید مشرق بعید کے حالات سے متعلق ایک بیحد جامع اور مبسوط کتاب ہے جسمیں وہاں کی سیاست، سیاسی تعلقات اور معاہدات پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ (شاہد حسین رزاقی) ۔ ۔ ۔ **قیمت** عہ

مشاہیر کی بیویاں (مغرب) سیاسی مشاہیر کی عظمت ان کی بیویوں کی مرہونِ منت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ **قیمت** ۱۲ر

مشاہیر کی بیویاں (مشرق) قائد قوم کی تعمیر کرتا ہے، لیکن بیویاں قائد کی تعمیر کرتی ہیں، بشرطیکہ ان میں وہی خصوصیات ہوں، جو مشرق کے ان پانچ قائدین کی رفقائے حیات میں موجود ہیں۔ **قیمت** ۱۰ر

دکن کی سیاسی تاریخ "ابو الاعلیٰ مودودی" مولانا سیاسی تاریخ دکن پر ایسا عبور رکھتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کو سالہا سال کے مطالعہ ہی سے حاصل ہوسکتا ہے یہ کتاب مولانا کے وسیع مطالعہ کا ماحصل ہے۔ قیمت اول ۸ر دوم ۸ر

تقاریر جناح "عثمان صحرائی" قائد اعظم کی حالیہ تقاریر کا اردو ترجمہ۔ ۸ر

دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ "مولانا ابو الاعلیٰ مودودی" دو صدسالہ تعلقات پر گہری نظر، جس کا مطالعہ ہر ملکی کے لئے ضروری ہے۔ **قیمت** عہ

استفسارات

از
ادارہ

جناب محترم! السلام علیکم،
اپنے رسالہ میں کچھ ایسی کتابوں کے نام درج کیجئے کہ جن کا مطالعہ بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہو، اور وہ نہایت ہی سہل اور آسان زبان میں ہوں۔ اس کے ساتھ کچھ ایسی کتابوں کے نام بھی درج کر دیں جس سے بچوں کی معلومات میں اضافہ ہو، تو میرے لئے مزید موجب تشکر ہوگا۔

شیخ محمد

جواب!

اس دور میں جب کہ بچوں کے ادیب کثرت سے بچوں کے لئے کتابیں لکھ رہے ہیں، آج بھی ایسی کتابیں جو بچوں کی تربیت میں صحیح طور پر ممد و معاون بن سکیں، بہت کم ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بچوں کی دل بہلائی کے لئے اُن کے ادب میں تفریحی ادب کا اضافہ کیا جا رہا ہے، اور تعمیری پہلو کی حیثیت کو ثانوی حیثیت دیدی گئی ہے تاہم بچوں کے ادیبوں میں احمد الیاس مجیبی کی کتابیں "سرکار کا دربار" "چار یار"۔ "دس جنتی" ہمیں بہت پسند ہیں۔
اسی طرح مولانا اعجاز الحق قدوسی کی کتابیں "سرایائے رسولؐ" "رسول پاکؐ کی صاحبزادیاں" "پاک بیبیاں" "مسلمان بیبیاں" بھی بچوں اور بچیوں کے لئے بہت مفید کتابیں ہیں،
بچوں کے لئے ادبی کتابوں میں کوثر چاندپوری اور شجاع احمد قائد کا وسٹ

تکملہ

ماہ تیر ۱۳۵۴ف

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند)

نوٹ۔ براہ کرم شمار کار بوقتِ داد و ستد فن اور نشانِ فن کی صراحت فرمائیں۔

تعداد کتب (۵۷۹۰ + ۷۵ = ۵۸۶۵) تعداد مصنفین (۱۵۴۳ + ۵ = ۱۵۴۸)

نشان فن	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف یا مترجم	سنہ اشاعت	ناشر یا مطبع	قیمت	نشان داخلہ	کیفیت
	اسلامیات (۲ الف)						
۱۶۷	اسلامی عبادت پر ایک تحقیقی نظر	سید ابو الاعلیٰ مودودی	۱۹۴۵ء	مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن	عہ	۵۷۹۱	
۱۶۸	حقیقت نفاق	صدر الدین اصلاحی	۱۹۴۵ء	مکتبہ پاکستان لاہور	عہ/ ۱۲آر	۵۷۹۲	
۱۶۹	خطبات عرشی	———	....	قریشی بک ڈپو لاہور	عہ/ ۱۲آر	۵۷۹۳	ترجمہ
۱۷۰	دربار رسولؐ کے فیصلے	حکیم محمد عبد الرشید	۱۳۵۸ھ	اقبال اکیڈیمی لاہور	للعہ/ ۱۲آر	۵۷۹۴	
۱۷۱	علم بیان	سید اسد الرحمٰن قدسی	•	عزیزی پریس آگرہ	عالہ/ ۸آر	۵۷۹۵	
۱۷۲	قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	سید ابو الاعلیٰ مودودی	۱۹۴۵ء	مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن	عہ/ ۱۲آر	۵۷۹۶	
۱۷۳	معرکۂ اسلام و جاہلیت	صدر الدین اصلاحی	•	اقبال اکیڈیمی لاہور	عہ/ ۱۲آر	۵۷۹۷	

ڈراما (ب۱)

۱۶۳	آرنیسٹ	تمکین و سعدی	.	مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد	عہ ۱۲ر	۵۷۹۸	
۱۶۴	ترکی بہ ترکی	سید سلیمان آصفا	.	سلطان حسین بمبئی	۷ر۶ر	۵۷۹۹	

افسانہ (ب۲)

۵۴۶	آسیب	خان احمد حسین خان	۱۹۴۴ء	گلاب چند کپور لاہور	عہ ۱۲ر	۵۸۰۰	
۵۴۷	افسانچے	برج موہن دتاتریہ کیفی	۱۹۴۴ء	عبدالحق اکیڈمی حیدرآباد	۲ر	۵۸۰۱	
۵۴۸	انقلابات ہیں زمانے کے	محمد محمود بنگلوری	۱۹۴۴ء	مرکنٹائل پریس لاہور	عالر ۸ر	۵۸۰۲	
۵۴۹	بادۂ گل رنگ	ایم۔ اسلم	۱۹۴۴ء	عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور	سے	۵۸۰۳	
۵۵۰	پرانے خدا	کرشن چندر	۱۹۴۴ء	عبدالحق اکیڈمی حیدرآباد	عالر ۱۲ر	۵۸۰۴	
۵۵۰/۱	؍؍ ؍؍ (نسخہ ثانی)	؍؍	؍؍ ۱۹۴۴ء	؍؍	عالر	۵۸۰۵	
۵۵۱	جوانی کے خواب	رابندر ناتھ ٹیگور	۱۹۴۴ء	ہندوستانی کتاب گھر لاہور	عالر ۱۲ر	۵۸۰۶	ترجمہ
۵۵۲	حسن و شباب	؍؍ ؍؍	.	جین بک اسٹال لاہور	عہ ۸ر	۵۸۰۷	؍؍
۵۵۳	زلزلے	قدوس صہبائی	۱۹۴۴ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	عالر ۱۲ر	۵۸۰۸	
۵۵۴	سپید و سیاہ	———	.	پنجاب آرٹ پریس لاہور	عہ ۴ر	۵۸۰۹	
۵۵۵	سیلاب	احمد ندیم قاسمی	۱۹۴۳ء	اعظم اسٹیم پریس لاہور	سے ۸ر	۵۸۱۰	
۵۵۶	شعاعیں	شبلی بی کام	۱۹۴۴ء	ہاشمی بک ڈپو لاہور	للعہ ار	۵۸۱۱	
۵۵۷	نہ بھولنے والی بات	سری رام سرن شیوا	.	جناح پریس دہلی	عالر ۸ر	۵۸۱۲	
۵۵۸	وسوسے	فضل حق قریشی	۱۹۴۴ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	سے ۳ر	۵۸۱۳	
۵۵۹	ہوائی محل	پریم چند	.	حجازی پریس لاہور	عہ ۱۴ر	۵۸۱۴	

ناول (ب۳)

۷۸۸	بیکس	سرت چندر چٹرجی	۱۹۴۳ء	پنجاب آرٹ پریس لاہور	عہ ۱۴ر	۵۸۱۵	ترجمہ

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	ناشر	قیمت	نمبر	
٧٨٩	تشنگی	رشید اختر ندوی	۱۹۴۴ء	مکتبہ سلطانی بمبئی	۱۵/۸ للعہ	۵۸۱۶	
٧٩٠	تصویر	اے۔ آر۔ خاتون	۱۹۴۴ء	انشا پریس دہلی	۱۰/ جہ	۵۸۱۷	
٧٩١	تمنائے دید	———	۔	مخزن ادب دہلی	۱۲/۴	۵۸۱۸	
٧٩٢	جنت کا دولھا	سید سلیمان آصف	۔	سلطان حسین بمبئی	۴/۶	۵۸۱۹	
٧٩٣	دکھی جوانیاں	تسکین حافظ آبادی	۱۹۴۴ء	آفتاب عالم پریس لاہور	۸/ عہ	۵۸۲۰	
٧٩٤	طلسمی برج	سید باقر رضا جوش	۱۹۴۴ء	ادبی پریس لکھنؤ	۹/	۵۸۲۱	
٧٩٥	عشق خاموش	پریم چند	۔	گیلانی الکٹرک پریس لاہور	۲/ سے	۵۸۲۲	
٧٩٦	لیل و نہار	کوثر چاندپوری	۔	انوار احمدی پریس الہ آباد	۸/ عہ	۵۸۲۳	

ادبی تنقید (ب ۷)

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	ناشر	قیمت	نمبر	
٨٣	انتقادیات حصہ اول	نیاز فتح پوری	۱۹۴۴ء	عبد الحق اکیڈمی حیدرآباد	۸/ للعہ	۵۸۲۴	
٨٤	״ ״ حصہ دوم	״ ״	״	״ ״	۸/ للعہ	۵۸۲۵	
٨٥	مقام اقبال	اشفاق حسین	۱۹۴۵ء	دزنا قی مشین پریس حیدرآباد	۸/ للعہ	۵۸۲۶	
٨٦/١	میخانہ ریاض	نسیم مینائی	۱۹۴۵ء	״ ״ ״	۱۲/ سے	۵۸۲۷	
٨٦/٢	״ ״ نسخہ ثانی	״ ״	۱۹۴۵ء	״ ״ ״	۱۲/ سے	۵۸۲۸	
٨٧	نیا ادب میری نظر میں	آغا سرخوش قزلباش	۱۹۴۴ء	ہندوستانی پبلشرز دہلی	۸/ عاں	۵۸۲۹	

نظم (ب ۱۱)

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	ناشر	قیمت	نمبر	
۴۶۵	بزم ادب	سید اسد الرحمن قدسی	۔	لطیفی برقی پریس دہلی	۱۵/	۵۸۳۰	
۴۶۶	چراغاں	احسان دانش	۔	مکتبہ دانش لاہور	۳/ سے	۵۸۳۱	
۴۶۷	دھوپ	فضل الرحمن	۔	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۱۲/ عہ	۵۸۳۲	
۴۶۸	رباعیات قدسی	سید اسد الرحمن قدسی	۔	لطیفی برقی پریس دہلی	۱۵/	۵۸۳۳	
۴۶۹	عشق و محبت	ایم۔ ایس۔ صدیقی	۔	تاج آصف بمبئی	۳/ سے	۵۸۳۴	

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۴۷۰	کنول	میر کاظم علی برقؔ موہنگو	.	مشیر عالم پریس حیدرآباد	۱۲ر	۵۸۳۵	
۴۷۱	مضراب	راجہ مہدی علی خاں	۱۹۴۴ء	ساقی بکڈپو دھلی	عہ ۱۴ر	۵۸۳۶	
۴۷۲	لغات	اسد الرحمن قدسی	.	———	۱۵ر	۵۸۳۷	
۴۷۳	نقش امروز	علی اشرف	۱۹۴۵ء	عبدالحق اکیڈمی حیدرآباد	عا	۵۸۳۸	

تاریخ اسلام (ج ۱)

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۵۰	آسان تاریخ اسلام	———	۱۹۴۴ء	عبدالحق اکیڈمی حیدرآباد	عا ۱۴ر	۵۸۳۹	
۵۱	اسلام کیسے پھیلا	عبدالواحد سندھی	۱۹۴۴ء	جنات پریس دہلی	۱۱ر ۶ر	۵۸۴۰	
۵۲	تاریخ مدینہ منورہ	غلام دستگیر نامی	۱۹۲۳ء	حجازی پریس لاہور	عہ ۱۴ر	۵۸۴۱	
۵۳	تاریخ مکہ معظمہ	" " "	۱۹۳۸ء	" " "	عہ ۱۴ر	۵۸۴۲	

تاریخ ہند (ج ۱۱)

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۵۴	تاریخ الہ آباد جلد اول	سید مقبول احمد صمدانی	.	اسٹار پریس الہ آباد	للعہ ۱۵ر ۱۴ر	۵۸۴۳	

حیوانیات (خ ۱)

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۱۹	تربیت الدجاج	محمد اسمٰعیل خاں	.	سیلانی اسٹور لاہور	عہ ۹ر	۵۸۴۴	
۲۰	خرگوش کی پرورش	———	.	———	۱۲ر ۶ر	۵۸۴۵	
۲۱	دنیا کے عجیب غریب جانور	رام لبھایا	۱۹۲۹ء	پنجاب آرٹ پریس لاہور	عہ ۱۳ر ۶ر	۵۸۴۶	.

سوانح (ش ۱)

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۱۲۰ / ۱	حیدرآباد کی نسوانی دنیا	نصیر الدین ہاشمی	۱۹۴۴ء	ادارۂ ادبیات حیدرآباد	عا ۱۴ر	۵۸۴۷	

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۱۲۰/۲	حیدرآباد کی نسوانی دنیا (نسخہ ثانی)	نصیر الدین ہاشمی	۱۹۴۴ء	ادارہ ادب جدید حیدرآباد	عا/	۵۸۴۸	
	سیاسیات (مز)						
۲۰۸	اسلام کے سیاسی تصورات	———	۱۹۴۵ء	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۱۴/	۵۸۴۹	
	معاشیات (ک)						
۶۶	فاقہ کیوں	مرزا عصمت اللہ بیگ	۱۹۴۵ء	دارالاشاعت سیاسیہ حیدرآباد	۱۲/	۵۸۵۰	
۶۷	ہندوستان کی معیشت اور جنگ	محمد احمد خاں	۱۹۴۵ء	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۳/	۵۸۵۱	
	مزاحیہ (ل ا)						
۱۱۵/۱	آپ چوچنج ہیں	کشاف مریخ اشیای	۱۹۴۴ء	تاج کمپنی لاہور	۱۳/	۵۸۵۲	
۱۱۵/۲	،، (نسخہ ثانی)	،،	۱۹۴۴ء	،، ،، ،،	۱۳/	۵۸۵۳	
	کہانیاں (و ا)						
۳۸۴/۱	بیوقوفوں سے عقل سیکھو	سر فیروز خان نون	۱۹۴۰ء	منشی گلاب سنگھ لاہور	۱۲/	۵۸۵۴	
۳۸۴/۲	،، ،، (نسخہ ثانی)	،، ،،	۱۹۴۰ء	،، ،،	۱۲/	۵۸۵۵	
۳۸۵	پرستان کا پرندہ	خورشید فاطمہ	۱۹۴۴ء	پنجاب بک ایجنسی لاہور	۷/	۵۸۵۶	
۳۸۶	احمد شہزادہ	منشی تہور علی خاں	۱۹۴۴ء	،، ،،	۷/	۵۸۵۷	
۳۸۷	ژالہ پری	ابو تمیم فریدی	.	بک پو انجمن ترقی اردو (دہلی)	۵/	۵۸۵۸	
۳۸۸/۱	جنات کی دنیا	مقبول احمد سیوہاروی	.	مطبع دستگیری حیدرآباد	۴/	۵۸۵۹	ترجمہ
۳۸۸/۲	،، (نسخہ ثانی)	،، ،، ،،	.	،، ،، ،،	۴/	۵۸۶۰	،،

مسلم ضیائی
"دوسرا سیٹ"
بچوں کی کتابیں
مکمل سیٹ
چار روپے

کنول ، اعظم کریوی ، چمنستان اردو کا باغیچہ ، جس میں بیلا، چنبیلی اور موتیا جیسے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ ان پھولوں کی نفاست ، سادگی اور بے رنگی ہی ہزاروں رنگینیوں کی جان ہے۔ ... قیمت عال ۱۲ار

سادہ رنگین افسانے ، محض چند معیاری افسانوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ادب اُردو کے جمود اور رجعت پسندی کے خلاف ایک کوشش بلیغ ہے۔ اس کے مصنف ظفر قریشی ہیں۔ جن کے جدت پسند دماغ کا نتیجہ ہے۔ ... قیمت عال ۸ر

نقش ، ایم۔ اسلم کے نئے اور جدید افسانوں کا مجموعہ جو ہر حیثیت سے قابل دید ہے۔ ... قیمت عال ۱۲ر

لیلیٰ کے خطوط ، "قاضی عبد الغفار" چمنستان ادب کا وہ پھول جس کے رنگ و بو کو زوال نہیں۔ ایک حسن فروش فلسفی طوائف کے ان خطوط کا مجموعہ جن پر صحیفہ اخلاق ناز کر سکتا ہے، مصور اور جدید افسانے کے ساتھ۔ ... قیمت عال ۱۲ر

لہو ترنگ ، "دکن کے ہونہار اور مایہ ناز شاعر سکندر علی وجد (عثمانیہ) بی۔ سی۔ ایس کا یہ مجموعہ کلام آپ کی فکر و نظر کے لئے ایک دعوت عمل ہے۔ وجد لفظی شاعری کے قائل نہیں، ان کے نغمات کے شعلوں میں خواب زندگی کی حقیقی تعبیریں ہیں۔ قیمت اول ... دوم ...

ابی مہتمم کشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) نے اردو منزل اردو گلی حیدرآباد دکن سے

ہماری کتابیں
تکملہ - تبصرہ
تذکرہ

جلد (۳) | ماہ امرداد ۱۳۵۴ ف م جون ۱۹۴۵ء | نمبر (۶)

مطبع دستگیری

اداریہ

علوم و فنون میں اخلاقیات کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ "اساس الاخلاق" اخلاقیات پر ایک جامع اور مکمل کتاب ہے اس کتاب کے چیدہ چیدہ ابواب کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے، تاکہ اس دور میں جبکہ سطحی اور تفریحی ادب کی طرف لوگ زیادہ متوجہ ہیں، ایسی کتابوں کی طرف اُنکی توجہ کو مبذول کرایا جائے جن سے صحیح معنی میں زندگی کے حقائق کو سمجھنے میں مدد ملے،

مومن اُردو شاعری کے درخشاں آفتاب ہیں، وہ افقِ شاعری کے جس بلند مقام پر نظر آتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہاں اُنکی ہمعصروں کی بھی رسائی نہیں، یہ اور بات ہے کہ اُنکو وہ شہرت میسر نہ آسکی جو اُنکے ہمعصروں کا حصّہ ہوئی اس مرتبہ مومن کے حالات زندگی اور اُن کا انتخابِ کلام پیش کیا جا رہا ہے

عبدالجلیل حبیب صاحب کے استفسار کے سلسلہ میں میاں نظام شاہ رامپوری کا مختصر سا تذکرہ آ گیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ باوجود سعی و کوشش کے میاں نظام شاہ کا مجموعہ کلام میسر نہ آسکا اس لئے نظام شاہ رامپوری کے انتخابِ کلام میں دشواری رہی بہر حال جو کچھ بھی نظام کے شعر مل سکے، میں سمجھتا ہوں کہ اُن سے بھی ایک گانہ روزگار شاعر کی بے مثل شاعری کا ایک ہلکا سا خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔

علی شبر حاتمی

تذکرہ شعرا

مومن

مومن و غالب اردو شاعری کے
وہ درخشاں آفتاب ہیں کہ جن کی ذات
پر اردو شاعری کو بجا طور پر ناز ہے
طبقۂ متوسطین کے تیسرے دور میں جن
شعراء نے اردو شاعری کو آب و رنگ
بخشا اور زبان کو بہت صاف و ستھرا
کر کے نازک تخیل کے ساتھ فارسی
کی نہایت لطیف و خوشنما ترکیبوں کے
ساتھ اردو میں شیرینی اور ایک
خاص گھلاوٹ پیدا کر دی، ان
میں مومن اور غالب سب سے آگے
نظر آتے ہیں۔ غالب کا تذکرہ اس
سے قبل ہو چکا ہے، آج ہم مومن
کے حالاتِ زندگی اور ان کا منتخب
کلام ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔
اس یگانۂ عصر شاعر کا نام محمد مومن
خاں تھا، ان کی ولادت سنہ ۱۲۱۵ ہجری
میں ہوئی، ان کے والد کا نام حکیم
غلام نبی خاں تھا۔

تعلیم، مومن نے تعلیم کی ابتدا ہوش
سنبھالنے کے بعد ہندوستان
کے مشہور عالم حضرت مولانا شاہ
عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے کی
اور انھیں سے عربی کتابیں پڑھیں
بعد میں طب کی تعلیم اپنے والد اور اپنے
چچا حکیم غلام حیدر خاں اور حکیم غلام حسن خاں
سے پائی اور تحصیل طب کے بعد انھیں حضرات
کی زیر نگرانی ایک عرصہ تک نسخہ نویسی
کرتے رہے۔

نجوم، تعلیم کے دوران میں مومن کو
نجوم کا شوق ہوا، اس فن کو بھی
انہوں نے مختلف اہل کمال سے حاصل کیا،

شاعری، شعر و سخن سے مومن کو بچپن
ہی سے مناسبت تھی، ابتداءً
وہ اپنا کلام شاہ نصیر کو دکھاتے رہے
لیکن بعد میں اصلاح لینا چھوڑ دیا اور

خود بھی مشقِ سخن کرتے رہے۔

اگرچہ مومن رنگین مزاج اور رنگین طبع آدمی تھے، لیکن وہ مذہبی خیالات میں بڑے پختہ تھے، جوانی میں حضرت سید احمد سعید کے مرید ہوئے، انکی شاعری سے بعض جگہ ان کے مذہبی خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔

خودداری مومن کا خودداری امتیازی وصف ہے اگرچہ ان کی کلیات میں قصائد ملتے ہیں جو انہوں نے لوگوں کی شان میں کہے ہیں لیکن یہ بھی ایک یقینی امر ہے کہ انہوں نے صلہ و انعام کی تمنا میں کسی کے لیے ایک شعر بھی نہیں کہا۔

ایک قصیدہ انہوں نے راجہ اجیت سنگھ رئیس پٹیالہ کی شان میں لکھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک دن راجہ اپنے مصاحبوں کو لئے دلی میں اپنے بالاخانہ پر بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے ادھر سے مومن گزرے، لوگوں نے راجہ سے کہا کہ یہ دلی کے مشہور شاعر مومن ہیں، راجہ نے ان کو بلایا انتہائی عزت و تکریم کی اور حکم دیا کہ ہتھنی کس کر لاؤ، ہتھنی لائی گئی تو یہ ہتھنی مومن کو دی یہ قصیدہ مومن نے اسی کے شکریہ میں کہا ہے۔

ایک اور قصیدہ ان کی کلیات میں نواب وزیر الدولہ بہادر والی ٹونک کی تعریف میں ملتا ہے۔ یہ قصیدہ بھی انہوں نے کسی صلہ کی امید میں نہیں کہا بلکہ بات یہ تھی کہ نواب ممدوح ان کے پیر بھائی تھے، وہ چاہتے تھے کہ مومن خاں ٹونک آئیں اور نواب کے ساتھ رہیں، لیکن مومن کے لئے دلی کا چھوڑنا مشکل تھا اس لئے معذرت کا قصیدہ لکھ کر بھیجدیا۔

دیوان مومن کے کلام کو پہلے اُن کے شاگرد نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ نے جمع کیا تھا، بعد میں میر عبدالرحمن خلف میر حسین تسکین مومن کے فرزند نسبتی نے اس کو از سرِ نو ترتیب دیا، جو متعدد دفعہ شائع ہو چکا ہے۔

ان کے دیوان میں غزلوں کے علاوہ قصائد، آٹھ مثنویاں، مخمس، مسدس ترجیع بند، مرثیہ وغیرہ سب ہی کچھ ہے۔

دیوانِ فارسی مومن کبھی کبھی فارسی میں بھی کہتے تھے، اُن کا دیوان فارسی بھی ۱۸۵۷ء سے پہلے چھپا، جس کو حکیم احسن اللہ خاں مرحوم نے مرتب کیا تھا۔ مومن کی خصوصیات ان کے فارسی کلام میں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔

مومن، اپنے تذکرہ نگاروں کے آئینہ میں

مومن کے کلام کے متعلق ہم اُن کے تذکرہ نگاروں کی رائے یہاں نقل کئے دیتے ہیں، جن سے مومن کی خصوصیاتِ شاعری پر روشنی پڑتی ہے۔

مولنٰا محمد حسین آزاد نے آبحیات میں مومن کے کلام کے متعلق لکھا ہے

"اُن کے خیالات نہایت نازک
"اور مضامین عالی ہیں تشبیہ
"و استعارے کے زور سے اور
"بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچایا ہے
"ان میں معاملاتِ عاشقانہ عجیب
"مزے سے ادا کئے ہیں، اسی
"واسطے جو شعر صاف ہوتا ہے
"اُس کا انداز جرأت سے جا ملتا
"ہے۔ وہ اکثر اشعار میں ایک شے
"کو کسی صفت خاص کے لحاظ سے
"ذاتِ شے کی طرف نسبت کرتے
"ہیں اور اس ہیر پھیر سے شعر
"میں عجیب لطفِ لطیف بلکہ معانی
"پنہاں پیدا کر دیتے ہیں۔ اکثر
"عمدہ ترکیبیں اور نادر تراشیں
"فارسی کی اور استعارے اور
"اضافتیں اردو میں استعمال کر کے
"کلام کو نمکین کرتے ہیں۔"

مومن کے طرزِ ادا کے متعلق مولنٰا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں خصوصیاتِ غالب کے ضمن میں لکھا ہے کہ:۔

"مومن کے یہاں یہ بات بہت
"نمایاں ہے کہ اکثر موقعوں پر
"مضمون کے بعض اجزا چھوڑ
"جاتے ہیں، جس سے ایک
"خاص لطف پیدا ہو جاتا ہے
"یہ وہ موقعے ہوتے ہیں جہاں
"سننے والے کا ذہن خود بخود
"اُس جزو کی طرف منتقل ہو سکتا
"ہے، یہ شاعری کا ایک نازک
"پہلو ہے۔"

وفات، افسوس ہے کہ اردو کے اس یگانہ روزگار شاعر نے سنہ ۱۸۶۸ء میں صرف باون سال کی عمر میں وفات پائی اور دلی میں دلی دروازہ کے باہر حضرت عبد العزیز قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے پاس دفن کئے گئے۔

انتخاب کلام، مومن کے کلیات میں بلا مبالغہ سینکڑوں اشعار ایسے ہیں جو انتخاب کے اعلیٰ معیار پر پورے اُترتے ہیں۔ اور اردو شاعری کے وہ گوہر گرانمایہ ہیں کہ جن پر ہماری زبان کو ناز

ہم اُن کے چند منتخب ایسے اشعار پیش کرتے ہیں کہ جن کو ایک نقاد کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔

اسلوبِ بیان و ندرتِ ادا:

شبِ فراق میں بھی زندگی پہ مرتا ہوں
کہ گو خوشی نہیں ملنے کی پر ملال تو ہے

لے شبِ وصل غیر بھی کاٹی
تو مجھے آزمائے گا کب تک

ذکرِ اشکِ غیر میں رنگینیاں
بوئے خوں آئی تری گفتار میں

کیا سناتے ہو کہ ہے ہجر میں جینا مشکل
تم سے بے رحم پہ مرنے سے تو آساں ہوگا

نہ مانو گے نصیحت پر نہ میں سنتا تو کیا کرتا
کہ ہر ہر بات پر ناصح تمہارا نام لیتا تھا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ہم بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے
تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی

دیدۂ حیراں نے تماشا کیا
دیر تک وہ مجھے دیکھا کیا

جانے دے چارہ گر شبِ ہجراں میں مت بُلا
وہ کیوں شریک ہو مرے حالِ تباہ میں

بختِ بد نے یہ ڈرایا ہے کہ کانپ اُٹھتا ہوں
تو اگر لطف کی باتیں بھی اگر کرتا ہے

روز کہتا تھا کہیں مرتا نہیں ہم مر گئے
اب تو خوش ہو بے وفا تیرا ہی کہنا گیا

فارسی ترکیبیں:

یہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

شعلۂ دل کو نازِ تابش ہے
اپنا جلوہ ذرا دکھا دینا

جنت میں بھی مومن نہ ملا ہائے بتوں سے
جورِ اجلِ تفرقہ پرداز تو دیکھو

اہلِ بازارِ محبت کا بھی کیا سودا ہے
عشرتِ عمرِ ابد قیمتِ غم دیتے ہیں

سادگی:-

خنجر کو نہ توڑ سخت جانی
پھر کس کو گلے لگائیں گے ہم

اب یہ صورت ہے کہ اے پردہ نشیں
تجھی سے احباب چھپاتے ہیں مجھ

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

علوئے تخیل:-

رشکِ دشمن بہانہ تھا سچ ہے
میں نے ہی تم سے بیوفائی کی

خود بینی و بیخودی میں ہے فرق
میں تم سے زیادہ کم نما ہوں

بات ناصح سے کرتے ڈرتا ہوں
کہ فغاں بے اثر نہ ہو جائے

پامال اک نظر میں قرار و ثبات ہے
اس کا نہ دیکھنا نگہِ التفات ہے

محفل میں مرے ذکر کے آتے ہی اٹھے وہ
بدنامیِ عشاق کا اعزاز تو دیکھو

اس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

تا نہ پڑے خلل کہیں آپ کے خوابِ ناز میں
ہم نہیں چاہتے کمی اپنی شبِ دراز میں

دشنامِ یار طبعِ حزیں پر گراں نہیں
اے ہمنفس نزاکتِ آواز دیکھنا

منفعل محو رخِ یار ہیں کیا آئینہ دیکھیں
معلوم ہے یارو مجھے جو رنگ مرا ہے

کثرتِ سجدہ سے وہ نقشِ قدم
کہیں پامالِ سر نہ ہو جائے

مومن کے دلچسپ مقطعے:-

ہجرِ بتاں میں تجھ کو ہے مومن تلاشِ زہر
غم پر حرام خوار توکل نہ ہو سکا

مومن تم اور عشقِ بتاں سے پیر و مرشد ہو
یہ ذکر اور منہ آپ کا حضرت خدا کا نام لو

اے تپِ ہجر دیکھ مومن ہیں
ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

قابلِ مطالعہ کتاب

اَسَاسُ الاَخلاَق

از جناب الف ، ق صاحب

فلسفۂ اخلاق پر اردو میں بہت کم کتابیں لکھی گئیں ، اور اگر کچھ کتابیں اس موضوع پر ملتی بھی ہیں تو وہ اجمالی رنگ ہیں ، حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ مختلف نوعیتوں سے اس موضوع پر آسان و سہل زبان میں متعدد کتابیں شائع کی جائیں کہ انسانی زندگی کی تہذیب و شائستگی کا مدار اس پر ہے۔

خان بہادر میرزا سلطان احمد خاں صاحب ای ۔ اے ۔ سی ممبر مال ریاست بھاولپور کی کتاب "اساس الاخلاق" ایک گراں مایہ تالیف ہے ، جس میں انہوں نے واقعات کی بنا پر حکیمانہ انداز میں اخلاق کے ہر پہلو پر نہایت ہی سنجیدہ بحث کی ہے ، اور بتایا ہے کہ قوم کی زندگی کے لئے کونسے اخلاق و آداب مفید اور ضروری ہو سکتے ہیں اس موضوع کی اہمیت کے لحاظ سے آج ہم اس کتاب کا خلاصہ اس نقطۂ نظر سے پیش کر رہے ہیں تا کہ یہہ اجمال ، آپ میں اس کتاب کے تفصیلی مطالعہ کا ذوق پیدا کرے ۔

تبصرہ (۱) میں فاضل مولف نے بتایا ہے کہ انسان صرف ایک مادی جسم کا نام نہیں ، اگر انسان صرف ایک مادی جسم مان لیا جائے تو وہ ایک معمولی اور ادنیٰ درجہ کے حیوان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ، انسانی ترقیات کو دیکھتے ہوئے یہہ ماننا پڑے گا کہ انسان نام ہے اُن قوتوں اور اُن جذبات کا جو اُس کے جسم میں قدرت نے

ایک ترتیب اور ایک انداز سے
ودیعت کر دئے ہیں، اور جسم
نام ہے ایک قالب موزوں کا کہ جس
میں یہ قوتیں اور یہ جذبات خوش
اسلوبی سے پائے جاتے ہیں، قدرت
نے جن روحانی قوتوں سے انسان
کو شرف بخشا ہے، وہ دوسری مخلوق
کے حصہ میں نہیں آئیں، اگر کچھ قوتیں
دوسری مخلوق کو دی بھی گئی ہیں تو
وہ صرف اس حد تک کہ وہ ان سے
اپنی زندگی کی معمولی ضرورتیں پوری
کر سکے۔ انسان وحیوان میں مابہ الامتیاز
کو بتاتے ہوئے فاضل مولف نے
تحریر کیا ہے کہ ہماری رائے میں
انسان اور حیوان میں فرق یہ ہے
کہ انسان میں عقلی اور اخلاقی ترقی
کرنے کی استعداد اور طاقت اس قدر
موجود ہے کہ جس حد تک حیوان
نہیں جا سکتے۔ دوسرے لفظوں میں
یوں سمجھئے کہ انسانی ترقی کی کوئی
حد اور انتہا معلوم نہیں، بخلاف
حیوان کے کہ وہ خاص مقررہ
حد تک ترقی کر سکتے ہیں اور اس کے
آگے نہیں۔

اس بنا پر علم اخلاق کا تعلق بھی جسم نظام
یا مادی جسم نہیں بلکہ اس کا تعلق زیادہ تر
قوتوں اور جذبات سے ہے، جن کا
نام انسانیت ہے یا ان کے استعمالی
طریقوں اور ذرائع سے ہے۔

تبصرہ (۲) میں فاضل مولف نے
اس مشہور مقولہ پر بحث کی ہے کہ
انسان دوسری مخلوق پر نطق کی وجہ
سے شرف و فضیلت رکھتا ہے۔
انہوں نے اس تبصرہ میں یہ بتایا ہے
کہ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ صرف
بولنے کی وجہ سے دوسروں پر شرف
و امتیاز رکھتا ہے بلکہ اس کا مطلب
یہ ہے کہ انسانی نطق در اصل وہ ملکۂ
فاضلہ اور قوت صالحہ ہے، جو تمام
قوتوں کا ایک صورت میں قائم مقام
اور سربراہ ہے، صرف یہی ملکہ ہے کہ
جو تمام قوتوں اور تمام جذبات کے
تاثرات کا مظہر ہے اور اسی کے ذریعہ
سے تمام قوتیں اور سارے جذبات
اپنے اپنے تصرفات میں کامیاب اور
سرسبز ہوتے ہیں۔ بخلاف دوسری
مخلوق کے کہ وہ اپنے طرز نطق میں
نطق ہی تک رہجاتی ہے اور انسان
کا نطق، نطق ہی تک محدود نہیں رہتا
بلکہ زبان ایک ذریعہ اظہار قرار پا کر

دوسرے فضائل اور ملکاتِ حسنہ کی تکمیل
کا باعث ہوتی ہے۔

"اطلاقِ اخلاق" کے سلسلے میں فاضل
مولف نے بتایا ہے کہ لفظ اخلاق کا
اطلاق ہر ایک قسم اور ہر ایک صورت
اور ہر ایک عملی یا خیالی کیفیت پر کیا
جاتا ہے۔ ایک اچھے کام کا نام بھی
اخلاق ہے اور ایک بُرے فعل کا نام
بھی اخلاق ہے۔ ان دونوں میں صرف
فرق یہ ہے کہ جب کوئی شخص اچھے
خیالات رکھتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ
وہ ایک نیک خلق شخص ہے۔ اور
جب کوئی انسان بُرے افعال اور بُرے
خیالات میں گرفتار ہوتا ہے تو کہا
جاتا ہے کہ وہ بدخلق ہے۔ جب یہ
دونوں شقیں حدِ اخلاق میں داخل ہیں
تو ہمیں ہمیشہ یہ تمیز کرنے کا موقع حاصل
کرنا چاہیئے کہ ہمارے افعال، خیالات
اور تحریکات و تصرفات میں کونسی حسنہ
ہیں اور کونسی سیئہ۔

مبادیاتِ اخلاق کے ضمن میں
فاضل مولف نے بتایا ہے کہ قانونِ
اخلاق یہ سکھاتا ہے کہ کوئی تعلیم بغیر
تربیت کے مفید نہیں، ہر تعلیم بغیر
تربیت کے ادھوری اور نامکمل ہے
تربیت نام ہے اس طریقہ کا جس سے
کسی زندہ ہستی کی قوتیں خاصے تصرفات
اور جذبات ایک ایسے ڈھنگ پر لائے
جاتے ہیں جنھیں خود اس ہستی اور دیگر
ہستیوں کے واسطے باعتبار امورِ معاد
و معاشرت جامع اور مفید خیال کیا
جا سکتا ہے۔ تعلیم و تربیت میں فرق ہے
وہ یہ کہ تعلیم میں تربیت شامل نہیں، لیکن
تربیت میں تعلیم شامل ہے۔ تعلیم صرف
جاننے اور امورِ مختلفہ سے واقفیت
کا نام ہے، اور تربیت جو امور جانے
جاتے ہیں اور جن سے واقفیت حاصل
کی جاتی ہے، اُن کے استعمالی طرز
سے مراد ہے۔ تعلیم بغیر تربیت کے
ادھوری اور ناقص ہے اور کوئی تعلیم
بغیر تربیت کے مفید اور درست نہیں
چونکہ ہمارا دل و دماغ ہی تربیت
کا محل اور مرجع ہے اس لئے قانونِ
اخلاق اس پر خاص زور دیتا ہے
کہ دل و دماغ کے تزکیہ اور صفائی
کا خاص خیال رکھنا لازمی ہے۔

مصلیاتِ اخلاق کے ضمن میں فاضل
مولف نے اخلاق، آداب اور تہذیب
کے فرق سے بحث کی ہے۔
حسنِ خلق و سوئے خلق کے

سلسلے میں بتایا گیا ہے کہ قانون اخلاق
کی تعلیمات سے ایک صاحبِ خلق،
شخص کے لئے یہ بھی ضروری ہے
کہ وہ اخلاقی طاقتوں کا ایسے طریق
اور ایسی روش پر اظہار کرے جس،
سے اُن کی چمک دمک دوبالا ہو
اور لوگ اُس کے دلی شوق سے
گرویدہ ہوں۔ قانونِ اخلاق میں یہ
بھی بتایا گیا ہے کہ نیکی اور سعادت
اگرچہ نیکی امرِ سعادت ہے، لیکن
طرزِ عمل سے کبھی اس میں ایسی کمزوری
آجاتی ہے کہ اُس کی قیمت گھٹ جاتی
ہے۔ خلیق ہونے کے لئے یہ بھی
ایک شرط ہے کہ صاحبِ خلق کا
طرزِ عمل اور طور طریق ادب آمیز
اور تہذیب یافتہ ہو، جو خلق، ادب
اور تہذیب سے عاری اور خالی
ہے، وہ ایک خالی ڈھول ہے
جس کی آواز تو دور تک جاتی ہے
لیکن اس کے اندر کوئی چیز نہیں ہوتی۔

اخلاق اور فرائض کی بحث میں
فاضل مولف نے فرض کی بحث کرتے
ہوئے بتلایا ہے کہ فرض
وہ ہے کہ بغیر کسی شرط کے ہونے
یا نہ ہونے کے قابل عمل ہو، ہر
فرض بجائے خود اپنی ذات میں ایسی
عمدگی اور خوبی رکھتا ہے کہ خواہ
کوئی شرط ہو یا نہ ہو اس کا پورا
کیا جانا لازمی ہو جاتا ہے۔

اخلاق بھی ایک فرض ہے اس لئے
اخلاق کی تکمیل کے لئے یہ لازمی نہیں
کہ اُن کے ساتھ کوئی شرط یا قید لگائی
جائے یا اُن سے کوئی فائدہ حاصل
ہوتا ہو یا کسی نقصان سے وہ محفوظ
رکھتے ہوں۔ اخلاق نیکی ہے اور نیکی
اس لئے نہیں کی جاتی کہ اس سے نیکی
کرنے والا کوئی خواہش رکھتا ہے بلکہ
نیکی اس لئے کی جاتی ہے کہ نیکی کرنے
ہی کے لئے ہے۔ یہ دوسری بات
ہے کہ نیکی کرنے سے ضمناً انسان کو
کوئی فائدہ نکل آئے۔ جو لوگ نیکی کو
خود غرضی یا کسی اور دوسری وجہ سے
کرتے ہیں وہ اخلاقِ فاضلہ کے دائرے
سے نکل جاتے ہیں، نیکی کو تو محض نیکی
کے لئے کرنا چاہئے۔

اخلاقی اعتبار سے فرائض کی تقسیم حسب ذیل ہے
(۱) فرائضِ الٰہی، (۲) فرائضِ انسانیت
فرائضِ الٰہی کی ذیلی دو قسمیں ہیں:-
(۱) فرائض قادر، (۲) فرائضِ قدرت،
قانونِ اخلاق میں یہ ایک اعلیٰ فرض

قرار دیا گیا ہے کہ انسان اپنے خالق کی
تلاش میں مگن رہے اور اُس کے وجود
کے اعتراف سے اپنا دل اور اپنا
ضمیر روشن کرے۔

فرائض قدرت یہ ہیں کہ قدرتی
نعمتوں اور وسائل کا اپنے اپنے موقع
پر استعمال کرنا اور اُن میں جو کچھ خوبیاں
اور عمدگیاں رکھی گئی ہیں، اُن سے واقف
ہونا اور دنیا کے حق میں اُن کے ذریعہ
سے سامانِ آسائش اور سامانِ راحت
کا مہیا کرنا اشیا، کے نسبتی سلسلوں پر
غور وفکر کرنا اور اُن سے نتائج نکالنا،

فرائض انسانیت کی بھی دو قسمیں ہیں
(۱) فرائض بذاتہ (۲) فرائض بغیرہ۔

فرائض بذاتہ میں وہ سب فرائض
داخل ہیں جو انسان کے ظاہر و باطن سے
نسبت رکھتے ہیں۔ سب سے اول اخلاقی
رنگ میں انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ
اپنے خیالات پر قابو پائے اور
ذہنی زندگی پاکیزہ بنائے، پھر اُس
کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی ساخت پر
غور کرے اور اس سے صانع کی
طرف جائے، اور غور کرے کہ خود
اس کی بناوٹ میں خدا نے کیا کیا
نئی نئی کچھ خوبیاں اور عمدگیاں
رکھی ہیں۔ پھر وہ غور کرے کہ جب
زندگی کے قانون میں تھوڑا سا بھی
فرق آجاتا ہے تو اُس کا اثر زندگی
پر کیا کچھ ہوتا ہے، اس کے بعد
یہ سوچے کہ جب معمولی بے ترتیبی بھی
جسمانی نظام میں یہ فرق لا سکتی ہے
تو ذہنی زندگی میں فتور پیدا ہونے سے
کیا کچھ قباحت ہوگی۔

فرائض بذاتہ سے فرائض بغیرہ کی
ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔ کوئی
شخص اخلاق میں اُس وقت تک مکمل
نہیں ہوسکتا، جب تک وہ فریضۂ الٰہی
اور مخلوقِ خدا کے فرائض کی ادائیگی
نہ کرے۔

تقسیم اخلاق کے ضمن میں فاضل
مولف نے اخلاق کی حسب ذیل اصولی
قسمیں قرار دی ہیں۔ (۱) فطرتی اخلاق
(۲) موروثی اخلاق، (۳) کسبی اخلاق
(۴) اضطراری اخلاق (۵) اضافی اخلاق

فطری اخلاق وہ ہیں، جن کا نشوونما
فطرت یا فطرت کے اقتضا سے ہوتا ہے
اور فطرت ہی اُن کی اصل بنیاد ہوتی ہے
اور ایسے اخلاق عموماً اصولی یا بنیادی
ہوتے ہیں۔

موروثی اخلاق وہ ہیں کہ جو ایک

دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں۔
کسبی اخلاق وہ ہیں جو ارادتاً اپنی طبیعت میں پیدا کئے جائیں اور وہ بکلفت طبیعت پر حاوی ہو جائیں۔
تفریحی اخلاق وہ ہیں کہ جو محض تفریحات کے سلسلے میں اختیار کئے جاتے ہیں
اضطراری اخلاق وہ ہیں کہ جو اضطراراً طبیعت میں جگہ لے لیتے ہیں
اضافی اخلاق وہ ہیں کہ جن کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے، اُن کے ہونے سے نہ تو اخلاق میں کچھ اضافہ ہوتا ہے اور نہ کچھ کمی ہوتی ہے،
شرافت کی تعریف کرتے ہوئے فاضل مولف رقمطراز ہیں کہ انسان کی ذات میں قدرت نے جو خوبیاں ودلیعت رکھی ہیں، اُن کا نام ہی شرافت ہے۔ اُن قدرتی خوبیوں کے ماتحت یا اُن قدرتی خوبیوں کے ذریعہ سے انسان جو کچھ ترقی کرتا ہے، اُس کا نام دوسرے الفاظ میں شرافت ہے۔
رذالت وہ ہے جو قدرتی خوبیوں یا اور ماتحتی قدرتی خوبیوں کے علاوہ انسان کی طبیعت میں...... بیرونی مواد یا اندرونی مواد کے ناقص استعمال سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب کوئی انسان، انسانیت، اصالت اور شرافت کے دائرہ سے نکل جاتا ہے تو اُسے رذیل کہا جاتا ہے۔
شرافت کو مندرجہ ذیل قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
(۱) حقیقی شرافت (۲) نسلی شرافت (۳) امتیازی شرافت۔
حقیقی شرافت سے وہ شرافت مراد ہے جو محض خوبی مطلق کے مطابق اور ماتحت ہوتی ہے۔
نسلی شرافت سے مراد یہ ہے کہ جو شخص یا نسل یا خاندان یا کنبہ خوبی مطلق کی تربیت سے باضابطہ کام لینے کا عادی رہا ہے، اُس خاندان یا نسل یا کنبے کو کہا جائے گا کہ وہ نسلی شرافت سے ممتاز ہے، ورنہ کوئی نسل، کوئی قوم کوئی گروہ، کوئی خاندان محض باعتبار نام کے محترم نہیں بلکہ بہ اعتبار اپنے خیالات، افعال، اعمال اور نیات کے ممتاز ہوتا ہے۔ اخلاقی قانون کی رو سے وہی قومیں یا خاندان شریف کہلا سکتے ہیں کہ وہ شرافت کے نقطۂ شرف سے نہ ہٹیں۔
امتیازی شرافت سے وہ شرافت مراد ہے جو بعض امتیازات خوبی مطلق

کی وجہ سے خصوصاً تسلیم کیجاتی ہے
مثال کے طور پر یوں سمجھیے کہ
کہ بہت سے آدمی ایسے بھی ہیں کہ گو
اُن میں بہت سی کمزوریاں پائی جاتی
ہیں مگر اُن میں چند ایسی خوبیاں بھی
ہوتی ہیں جو مرکز خوبیٔ مطلق یا نقطۂ
شرافت سے بہت قریب ہوتی ہیں
ایسے اشخاص کے متعلق اندازاً کہا
جاتا ہے کہ وہ شریف یا دائرۂ شرافت
کے اندر ہے۔

یہ اقتباسات ہم نے اس طویل
کتاب کے مختلف ابواب سے دئے
ہیں ورنہ کتاب کی خوبی، جامعیت
اور فنی نقطۂ نظر سے بلندی کا اندازہ تو
اس کتاب کے تفصیلی مطالعہ ہی سے ہو
سکتا ہے۔ اگر آپ علم اخلاق کی حقیقت
جاننا چاہتے ہیں اور مفید آداب و
اخلاق سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو
اس کتاب کا تفصیلی مطالعہ ضرور
کیجئے۔

کتب زیر طبع

عبد یحق اکیڈیمی دارالاشاعت سیاسیہ

۱۔ "کلیات فانی" — فانی بدایونی	۱۔ "سفرنامہ بلاد اسلامیہ" — قائد ملت رحم
۲۔ "یاد ایام" — عبدالرزاق کانپوری	۲۔ "خطبات بہادر یار جنگ" — ادارہ
۳۔ "مقالات" — مولوی عبدالحق	۳۔ تقاریر بہادر یار جنگ — ادارہ
۴۔ "انور" (ناول) — منشی فیاض علی	۴۔ سوانح بہادر یار جنگ — ادارہ
۵۔ "روزنامچہ" — قاضی عبدالغفار	۵۔ "اقبال اور وطنیت" — عبدالقدس ہاشمی
۶۔ "نقش فرنگ" — " " "	۶۔ پولٹیکل ڈکشنری — " " "
۷۔ "نئی بیماری" — مہندر ناتھ	۷۔ "قرآنی تصور مملکت" — شاہد حسین رزاقی
۸۔ "طوفان" — نشاد احمد صدیقی	۸۔ "معاہدات آصفیہ" — عمر یافعی
۹۔ "مقدس چرخہ" — حسن الدین خاموش	۹۔ "ہمارے کارخانے" — منظور الحسن ہاشمی
۱۰۔ "ماں کی مامتا" — " " "	۱۰۔ "سیاسی نظمیں" — نظر حیدرآبادی
۱۱۔ "نئے افسانے" — عزیز احمد	۱۱۔ "دساتیر عالم" — شاہد حسین رزاقی

جناب ن ۔ ن صاحب

فن ، سیرت ، مولف ۔ اعجاز الحق صاحب قدوسی ۔ ناشر ۔ عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد مطبع ابراہیمیہ ضخامت ۔ ۲۷۰ صفحات کتابت و طباعت روشن و صاف کاغذ ۔ سفید عمدہ ۔ قیمت مجلد عہ

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی سیرتِ طیبہ پر اس وقت تک اردو میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں اُن میں بعض تو ایسی ہیں جن میں صحتِ روایات کا لحاظ نہیں رکھا گیا اور کچھ ایسی ہیں جو صحتِ روایات کی حیثیت سے تو اُن کا پایہ بلند ہے لیکن زبان و اندازِ بیان کے اعتبار سے بھی وہ اس قدر بلند ہیں کہ صرف اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین ہی ان سے استفادہ کر سکتی ہیں ۔

ضرورت تھی کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی سیرتِ مبارکہ پر ایسی کتاب مرتب کی جائے جو صحتِ روایات کے اعتبار سے بھی معیاری ہو اور زبان اور اندازِ بیان کے اعتبار سے بھی اتنی سہل ، سلیس اور آسان ہو کہ معمولی پڑھی لکھی خواتین اور بچیاں بھی اس سے مستفید ہو سکیں ۔

مولنا اعجاز الحق صاحب قدوسی نے یہ کتاب لکھ کر اس ضرورت کو بخوبی پورا کیا ہے ۔ فاضل مولف نے اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی مبارک زندگی کے حالات ، یعنی اخلاق ، معاشرت و عبادات کو بہت ہی سہل اور آسان زبان میں ترتیب

دیا ہے اور ماخذ کے حوالے ہر جگہ ذیلی حواشی میں دے دئے ہیں۔ کتاب کی ترتیب بھی بہت اچھی ہے۔ کتاب کے شروع میں ملک کے مایۂ ناز عالم مولینا مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ کا بصیرت افروز پیش لفظ اور جناب بیگم صاحبہ قادرالمت علیہ الرحمت کی رائے بھی شامل ہے۔

ہماری رائے میں یہ کتاب اس قابل ہے کہ مسلمانوں کا کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہئے بلکہ یہ کتاب اگر مدارس نسوان وسطانیہ کے نصاب میں شامل کی جائے تو اس کی افادیت زیادہ سے زیادہ عام ہوگی۔

عبدالحق اکیڈیمی ہم سب کے شکریہ کی مستحق ہے کہ اس نے ایسی مفید کتاب شائع کر کے تاریخ اسلام کی بہترین خدمت انجام دی ہے۔

سراپائے رسولؐ

فن۔ سیرت۔ مولف۔ اعجازالحق قدوسی۔ ناشر۔ مکتبۂ قدوسی۔ ضخامت ۱۴۲ صفحات۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ کاغذ۔ سفید۔ قیمت مجلد ؎

مولوی اعجازالحق صاحب قدوسی نے زیر تبصرہ کتاب لکھ کر مسلمان بچوں اور بڑوں کی ایک مفید اور دلنشیں بہا خدمت انجام دی ہے یہ کتاب ہے تو مختصر مگر اس کی جامعیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق ومعاشرت وعبادات واوقات پر اور آپ کی روزمرّہ کی مبارک زندگی سے متعلق (۱۱۰) عنوانات پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ فاضل مولف نے بچوں کی استعداد اور فہم کا خاص طور پر خیال رکھا ہے۔ اس کتاب کا اندازِ بیان بھی بہت سلیس اور نہایت دلچسپ ہے۔ یہ کتاب مستند ماخذوں کے حوالوں سے لکھی گئی اور فاضل مولف نے ماخذ کے حوالے فٹ نوٹ میں دے دئے ہیں" اس کتاب کے مطالعہ سے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں مسلمان بچوں کے سامنے اسلامی زندگی کا صحیح نظام العمل آجاتا ہے، اپنی افادیت کے لحاظ سے یہ کتاب اس قابل ہے کہ مسلمان بچوں کے نصاب میں اس کو شریک کیا جائے، ہم مسلمان کو خصوصاً اور ہر انسان کو عموماً اس کو پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں اور فاضل مولف سے متوقع ہیں کہ وہ اس قسم کی مفید اور بصیرت افروز کتابیں لکھ کر

ایک ادبی ڈائری

فن، ادب۔ مصنف، اختر انصاری
ناشر، ایم ثنا اللہ خاں۔ کتابت وطباعت
عمدہ۔ کاغذ، سفید۔ ضخامت ۲۳۴ صفحات
سائز، کراؤن، قیمت مجلد ص-۱۰/ر

اختر انصاری شعر و ادب کی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ بہترین شاعر بھی ہیں اور اچھے نثر نگار بھی، "ادبی ڈائری" اُن کی نثر نگاری کا بہترین شاہکار ہے۔ یہ ڈائری ۱۹۳۹ء سے شروع ہوتی ہے اور ڈسمبر ۱۹۴۲ء پر ختم ہوتی ہے۔ یہ اُن کی زندگی کا کوئی خانگی روزنامچہ نہیں جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے بلکہ موجودہ ادب اور ادیبوں کے متعلق اُن کے تاثرات ہیں، جن کو انھوں نے نہایت دلچسپ اور دلکش انداز بیان میں پیش کیا ہے۔ کتاب شروع کرنے کے بعد انسان اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا تاوقتیکہ اُس کو ختم نہ کرلے مجموعی حیثیت سے یہ صحیح معنی میں ادبی ڈائری ہے اور موجودہ ادب اور ادیبوں کے متعلق بہت ہی مفید اور دلچسپ معلومات پر یہ کتاب مشتمل ہے۔"

ملفوظات

فن، ادب، مرتب، محمود نظامی
ناشر، نرائن دت سہگل لاہور سائز ۲۰×۳۰/۸
کاغذ، سفید، چکنا۔ کتابت وطباعت
دیدہ زیب، ضخامت، ۲۳۴ صفحات
قیمت ــــــ (صہ)

علامہ اقبال مرحوم نے اپنی بلند پایہ شاعری، اپنے خیالات اور اپنی تعلیم و تبلیغ سے مسلمانوں کو بیدار کیا اور اپنی شاعری سے ایسا عظیم المرتبت پیام دنیا کو دیا کہ ہم سب اُن کے احسان مند ہیں۔

ملفوظات علامہ اقبال مرحوم کے متعلق شیخ عبدالقادر، میاں بشیر احمد ڈاکٹر تاثیر ایم۔ اے، عبدالواحد ایم اے اور دوسرے گرامی قدر ادیبوں کے مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں علامہ اقبال کے متعلق ان حضرات کا مشاہدہ، مطالعہ اور تجربہ سب کچھ موجود ہے۔ جن سے نہ صرف ہندوستان کے سب سے بڑے شاعر کے پیام کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ بلکہ اقبال کی شخصیت کو سمجھنے میں بھی یہ مضامین ہمارے مدد و معاون ہوسکتے ہیں۔ اس وقت تک علامہ اقبال کی شاعری کے متعلق بیشمار کتابیں شائع ہوئی ہیں، لیکن علامہ اقبال کی شاعری کے نقشناس شخص جنہیں اقبال کی شخصیت کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے ملفوظات اس نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ جناب محمود نظامی نے ان مضامین کو مرتب کرکے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ادب کی بہترین خدمت انجام دی ہے۔

تعارف

جناب ع - غ - صاحبہ

شاعراتِ اُردو، محمد جمیل احمد صاحب ایم۔اے بریلوی نے اس (۸۳۲) صفحہ کی کتاب میں شاعراتِ اردو کا ایک مبسوط تذکرہ مرتب کیا ہے، یہ تذکرہ دو ادوار پر مشتمل ہے۔ پہلا دور گذشتہ زمانے کی شعر کہنے والی خواتین، اُن کے حالات اور اُن کے انتخابِ کلام پر مشتمل ہے، دورِ حاضر میں موجودہ دور کی شعر کہنے والی خواتین کے حالات بھی ہیں، اور اُن کے کلام کا معقول نمونہ بھی اور بعض بعض جگہ تنقیدی اشارے بھی، شاعراتِ اردو، اردو ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ قیمت عہ

آسان تاریخِ اسلام، عبد الحق اکیڈیمی، نے بچوں اور معمولی اُردو داں حضرات کے لئے بہت ہی سہل و سلیس زبان میں تاریخِ اسلام کو شائع کیا ہے۔ یہ کتاب عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر خلفاء بنی عباس پر ختم ہوتی ہے، اور بلاشبہ معمولی اردو داں حضرات کے لئے اور خصوصاً بچوں کے لئے ایک نفیس تحفہ ہے۔ قیمت عام ۴ر

جلوۂ رنگیں، ڈاکٹر نصیر الدین صاحب کے چودہ افسانوں کا مجموعہ ہے، جسے ادارۂ اشاعتِ اُردو حیدرآباد نے نہایت ہی دیدہ زیب شائع کیا ہے اس سے قبل نصیر الدین صاحب کا ایک مجموعہ "پردۂ سیمیں" کے نام سے ملک میں کافی مقبول ہو چکا ہے۔ قیمت ۱ر

آوارہ، عشرت بابو کا نام دنیائے ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں اُن کو فن کے اعتبار سے اپنے ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے

یزدانی جالندھری نے ان کے ناول "چہ ترہین" کو اردو میں ترجمہ کرکے "آوارہ" کے نام سے پیش کیا ہے۔ ترجمہ سلیس و شگفتہ ہے۔ قیمت مجلد صہ/، ا/

تاریخ ادب ہندی، سید ظہیر الدین احمد صاحب علوی نے اس کتاب میں اردو داں طبقہ کو ہندی ادب کی تاریخ اور تدریجی ترقی سے متعارف کرایا ہے، اور ہندی ادب کے ادوار قائم کرنے کے بعد ہر دور کی خصوصیت اور تبدیلیوں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ فاضل مولف نے یہ کتاب لکھ کر اردو زبان میں ایک مکمل تاریخ ادب ہندی کی جو کمی محسوس کی جا رہی تھی، بلاشبہ اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ قیمت مجلد ہے

افسانچے، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی اردو ادب کے مشہور خدمت گزاروں میں ہیں۔ "افسانچے" ان کے (۹) چھوٹے چھوٹے افسانوں کا مجموعہ ہے۔ ان کے افسانوں میں رواداری، مشرقی تہذیب کی علمبرداری کا بہت ہی خوشگوار امتزاج ہے

قیمت مجلد عہ/ ۱۲/

جوانی کے خواب، ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور کی مختلف کہانیوں کو پریم چند نے اردو میں منتقل کیا ہے۔ قیمت مجلد عہ/ ۱۲/

بیوقوفوں سے عقل سیکھو، آنریبل سر فیروز خاں نون نے اس کتاب میں بہت ہی دلچسپ طریقہ پر نہایت ہی آسان زبان میں مفید معلومات کا ایک ذخیرہ جمع کر دیا ہے، جس سے یہ کتاب چھوٹے بڑے سب کے پڑھنے کے لائق ہو گئی ہے قیمت مجلد ہے ۱۲/،

زخم و مرہم، ہندوستان کے مشہور شاعر احسان دانش کے مختلف قطعات کا ایک کیف آور اور وجد آفریں مجموعہ ہے

قیمت عہ/ ۸/

اسلام کے سیاسی تصورات، پروفیسر غلام دستگیر رشید نے اس مجموعہ میں ملک کے مایۂ ناز اور قابل ترین افراد، علامہ اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد، سعید حلیم پاشا مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ، پروفیسر عبدالقادر صاحب کے مضامین کو جو مختلف نوعیتوں سے عنوان مندرجہ بالا کے تحت آسکتے تھے، یکجا جمع کر دئے ہیں۔ یہ کتاب افادی حیثیت سے اپنے اندر خاص اہمیت رکھتی ہے اور ہر پڑھے لکھے مسلمان کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ قیمت ہے

مقام اقبال، ادارۂ اشاعت اردو نے اقبال پر بہت ہی مفید، دلچسپ اور دیدہ زیب کتابیں شائع کی ہیں، اسی سلسلۂ زرین کی ایک کڑی "مقام اقبال" بھی ہے، یہ کتاب اقبال کے کلام کو سمجھنے میں بہترین ممد و معاون ہے۔ قیمت مجلد ۸/ للعہ

میخانۂ ریاض، تسنیم مینائی نے "میخانۂ ریاض" کے نام سے حضرت ریاض خیرآبادی کی شاعری اور ان کے حالات زندگی پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے، خصوصاً انتخاب کلام ذوق صحیح کا آئینہ دار ہے کتاب شروع سے آخر تک دلچسپ ہے۔ قیمت ۱۲ /ر۔

اردو کتابوں کا تذکرہ

کتاب خانہ انجمن ترقی اردو ہند عابد روڈ حیدرآباد دکن نے

بڑی محنت اور کاوش سے اردو مطبوعات کی ایک مکمل اور جامع فہرست تیار کی ہے جو ہزار سو مصنفین کی چھ ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔ یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اردو مطبوعات کی واحد تفسیر ہے اس کے تین اجزا ہیں:— ا۔ عام مطالعہ کی کتابیں۔ ب۔ خواتین کے مطالعہ کی کتابیں، ج۔ اطفال کے مطالعہ کی کتابیں۔

اردو تبویب کے لحاظ سے یہ فہرست حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہے:—

(۱) کتابوں کے نام معہ مصنف، ناشر، قیمت، سنہ اشاعت۔ (۲) فہرست کو (۹۹) فنون پر تقسیم کیا گیا ہے۔ (۳) ہر فن میں حروف تہجی کی ترتیب ہے۔ (۴) جو کتاب مترجم ہے فہرست کے خانہ کیفیت میں لفظ "ترجمہ" درج ہے۔ (۵) حروف تہجی کے لحاظ سے مصنفین اور ان کی مطبوعات کا اشاریہ درج ہے۔ مدارس، کالج، عام کتب خانے اور ذاتی کتب خانوں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔ سرورق نہایت خوشنما اور جاذب نظر

ضخامت (۲۵۰) صفحات مجلد

سائز ۲۰×۲۷/۱۶ (ڈیمائی سائز) قیمت مع محصول ڈاک ۔۔۔

علمی استفسارات

ادارہ

مکرمی! سلام مسنون!

میاں نظام شاہ رامپوری کا ایک شعر اکثر سننے میں آتا ہے:-

دنیا وہ اس کا ساغرِ مے یاد ہے نظام
منہ پھیر کر اُدھر کو اِدھر کو بڑھا کے ہاتھ

لیکن نہ کہیں نظام رامپوری کے حالات دیکھنے میں آئے اور نہ کوئی اور دوسرا شعر اُن کا سننے میں آیا۔ اگر زحمت نہ ہو تو رسالہ ہماری کتابیں میں اجمالاً اُن کے حالات زندگی پر روشنی ڈالئے اور اگر اُن کے کچھ اشعار کہیں سے مل سکیں تو نقل فرما دیجئے۔ آپ کا یہ کرم موجب منت ہو گا۔

عبدالجلیل (جبلپور)

اُردو شاعری کے بہت سے اہلِ کمال ایسے ہیں کہ باوجود اپنے کمالِ سخنوری کے گوشۂ گمنامی میں ہیں، ان ہی میں سے ایک میاں نظام شاہ رامپوری بھی ہیں۔ ان کے والد کا نام احمد شاہ تھا۔ میاں نظام شاہ ۱۲۳۵ھ میں ریاست رامپور میں پیدا ہوئے۔ نسبی حیثیت سے ان کے لئے یہ فخر کیا کم ہے کہ وہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے، ایک جگہ فرماتے ہیں:—

دولتِ فخر ہے آلِ شہِ جیلاں ہونا ہو نظام
اس کی پروا ہے کسے ہاتھ میں زر ہو کہ نہ ہو

فارسی و عربی تعلیم انہوں نے اس زمانے کے دستور کے مطابق حاصل کی، شعر و شاعری سے بچپن ہی سے مناسبت تھی۔ ابتداءً شیخ علی بخش بیمار سے اصلاح لیتے تھے جو شاگرد تھے مومن کے۔ بعد میں نواب محمد یوسف علی خاں بہادر والی ریاست رامپور

سے چودہ برس کی عمر میں ۱۲۸۹ھ میں
اس یگانہ روزگار شاعر نے رامپور
میں وفات پائی۔
۱۳۱۷ھ میں منشی قدرت علی نے
ان کا مجموعۂ کلام شائع کیا۔ ان کے چند
منتخب اشعار یہاں آپ کے لئے نقل
کئے دیتے ہیں جن سے آپ کو اندازہ
ہوگا کہ جذبات نگاری، مصوری
اور محاکات کے اعتبار سے نظام کا
پایہ کس قدر بلند ہے۔

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دئے مسکرا کے ہاتھ

کل کا وعدہ کیا پھر اس نے آج
اور بھی ایک دن جیسے ہی بنی

مُنہ چھپا کے ہنس ہنس کے وہ اقرار کی باتیں
اس طرح سے کرتے ہیں کہ با ور نہیں ہوتا

اب ہمارا نہ حال پوچھ نظام
کیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا

اب حال نظام کچھ نہ پوچھو
غم ہوگا نہیں کبھی گر کہوں گا

آجکل آپ سے باہر ہے نظام
کہیں محفل میں بلوا لیجئے گا

مجھے امید وفا تم سے تمہیں دشمن سے
یہ اگر ضبط ہے تو مجھ سے زیادہ بھی نہیں

اچھے مضامین

از

جناب شالت صاحب

ماہ مئی اور جون کے بعض رسالوں کے اچھے مضامین حسب ذیل ہیں :-

(۱) ستاروں سے آگے جہان اور بھی ہیں (ہمایوں بابتہ جون ۱۹۴۵ء)

سید احسن صاحب مارہروی ایم اے (علیگ) نے اس مضمون میں مختصر طور پر ہیئت کی رو سے ستاروں کا تذکرہ کیا ہے۔ سورج سے ان کی دوری اور ان کا حجم اور آبادی وغیرہ کا ذکر ہے۔ مضمون دلچسپ ہے۔

(۲) امیر مینائی کے ایک شعر کا مقدمہ، (عالمگیر بابتہ جون ۱۹۴۵ء)

مولانا محبوب صدیقی لکچرار مدراس یونیورسٹی نے اس مضمون میں امیر مینائی کے شعر

بجھنے کا دیا حکم تو بولے دہن زخم،
سلواتے ہو کیوں قابل شیون نفس ہیں ہم

کے متعلق صراحت کی ہے اور بتایا ہے کہ دوسرے مصرع میں در اصل لفظ "شیون" ہے، "سوزن" یا "سیون" نہیں ہے، ثبوت میں نہ صرف اپنے خیالات دلائل کے ساتھ پیش کئے ہیں بلکہ حضرت جلیل کا خط بھی درج کیا ہے۔

(۳) تسخیر امراض یا فن طب کی تاریخ اور اس کا تدریجی اضافہ، (رسالہ مصنف علی گڑھ بابتہ جون ۱۹۴۵ء)

مولانا سید طفیل احمد صاحب (علیگ) نے اس مضمون میں علم طب کی تاریخ بیان کی ہے۔ مضمون کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، یعنی عہد قدیم، عہد فلسفۂ یونان، عہد وسطیٰ، عہد جدید، عہد حاضرہ عہد قدیم میں سنہ ۵۰۰۰ قبل مسیح سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہر ایک عنوان ذیلی عنوانوں پر مشتمل ہے۔ عنوان کے لحاظ سے مضمون بہت سطحی ہے اس میں اور زیادہ تفصیل اور وضاحت کی گنجائش تھی، مثلاً "مسلمانوں یا عرب کے ہاتھ علم طب کا احیا" کے عنوان کو صرف ایک صفحہ میں بیان کیا گیا ہے، اس سے

واضح ہوسکتا ہے کہ مضمون کس قدر مختصر ہے

(۴) جنرل بخت خاں۔ وہیلہ (رسالہ مصنف بابتہ جون ۱۹۴۵ء)

سیدہ انیس فاطمہ بیگم کا یہ دلچسپ اور معلومات آفریں مضمون ہے۔ اس میں غدر یا دوسرے الفاظ میں جنگ آزادی بابتہ ۱۸۵۷ء کے واقعات اور جنرل بخت خاں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ جنرل بخت خاں انگریز کمپنی کا ایک فوجی افسر تھا۔ جنگ آزادی کے شروع ہونے پر دہلی آیا اور سپہ سالار بنا، قسمت کی بدنصیبی سے جب آزادی نہیں ملی تو ایسا غائب ہوا کہ کسی کو پتہ بھی نہیں چلا۔ انیس فاطمہ صاحبہ نے محنت کے ساتھ اس مضمون کو مکمل کیا ہے

(۵) حالی کی ترقی پسندی (رسالہ سب رس بابتہ مئی ۱۹۴۵ء)

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ کا یہ وہ مضمون ہے، جو یوم حالی میں سنایا گیا تھا اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مولانا حالی بھی ترقی پسند ادیب تھے۔ مضمون کے آخر میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ وہ حالی کے اور عہد حال کے کسی ترقی پسند شاعر کے زاویۂ نظر اور اظہار خیال میں بہت بڑا فرق ہے، اور یہ فرق نہ صرف زمانے کے اختلاف کا نتیجہ ہے بلکہ دونوں کی مختلف ذہنی نشو نما اور افتاد طبع کی وجہ سے بھی نمایاں نظر آتا ہے۔"

شعر العجم پر ایک نظر (ادبی دنیا لاہور بابتہ مئی ۱۹۴۵ء)

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب نے اس مضمون میں مولانا شبلی کے کتاب "شعر العجم" کی خوبیوں کو اجاگر کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا ہے کہ مولانا چونکہ تاریخ اسلام کے بہت بڑے ماہر، عربی زبان کے عالم اور فن شعر سے بخوبی واقف تھے اس لئے شعر العجم میں یہ تینوں باتیں جمع ہوگئی ہیں۔ جس کی وجہ سے کتاب کی اہمیت بہت زیادہ ہو جاتی ہے، تفصیل کے ساتھ ان تینوں امور پر روشنی ڈالی ہے، لاہور ہی سے مولانا محمود شیرانی نے "شعر العجم" کی مخالفت کی تھی اور اس کی خامیوں کا تذکرہ کیا تھا، اب لاہور ہی سے اس کتاب کے مفید ہونے کی صدا بلند ہو رہی ہے۔

مولانا شبلی کی حیات معاشقہ (ادبی دنیا، بابتہ مئی ۱۹۴۵ء)

"ادبی دنیا" میں یہ مضمون لاہور کے "رسالہ کتاب" سے نقل کیا گیا ہے، اس میں مولانا شبلی کے خطوط موسومہ عطیہ بیگم اور مولانا کے فارسی کلام سے مدد لیکر بتایا گیا ہے کہ مولانا شبلی عطیہ بیگم سے محبت کرتے تھے اور انکی یہ محبت خاص خاص لوگوں کو ضرور معلوم تھی، مگر اس کے بعد ایک زمانہ آیا جبکہ اس محبت کا نا کام خاتمہ ہو گیا۔

تتمہ

ماہ امرداد ۱۳۵۴ف

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند

شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن

نوٹ۔ براہ کرم شرکا، بوقت داد و ستد فن اور نشان فن کی صراحت فرمائیں۔

تعداد کتب ۵۹۱۵+۵۰=۵۹۶۵ | تعداد مصنفین=۱۵۴۸+۷=۱۵۵۵

نشان فن	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف یا مترجم	سنہ اشاعت	ناشر یا مطبع	قیمت	نشان مسلسل	کیفیت
			اسلامیات الف				
۱۷۴	اسلام کا سیاسی نظریہ اور فلاح عام	حکیم محمد اسحٰق سندھیلوی	۱۹۴۵ء	مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد	۸/	۵۹۱۶	
۱۷۵	اسلامی نظام	"	"	"	عہ	۵۹۱۷	
۱۷۶	بلاغ الحق	سید محب الحق	۔	عزیزی قانونی پریس آگرہ	۲ روپے	۵۹۱۸	
۱۷۷	صراط مستقیم	سید اسد الرحمٰن قدسی	۱۳۵۵ھ	لطیفی برقی پریس دہلی	عہ ۱۴/	۵۹۱۹	
۱۷۸	کفار سے دوستی	۔	۔	مکتبہ سیاسیہ دہلی	۷/۶/	۵۹۲۰	

سوانح اکابر اسلام الف ۱

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۹۳	انسانیت موت کے دروازہ پر	ابو الکلام آزاد	۱۹۴۴ء	عالمگیر پریس لاہور	۴ر	۵۹۲۱	
۹۴	جنگ نامہ محمد حنیف	محمد متقی اور اک	۰	علمی پرنٹنگ پریس لاہور	۸ر	۵۹۲۲	
۹۵	سیدات اسلام	سید محمد عزیز الدین	۱۳۶۳ھ	ـ	۱۴ر	۵۹۲۳	
۹۶	مجاہد اعظم	شاکر حسین امروہوی	۱۳۶۱ھ	دہلی اردو پریس دہلی	؏	۵۹۲۴	

افسانہ ب ۲

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۵۶۰	آج کل کے رومان	فضل حق قریشی	۱۹۴۵ء	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۴ر	۵۹۲۵	
۵۶۱	اندھیری گلیاں	تیرتھ رام فیروزپوری	۰	پنجاب نیشنل پریس لاہور	۴ر	۵۹۲۶	
۵۶۲	انگڑائیاں	احمد ندیم قاسمی	۱۹۴۴ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	۴ر	۵۹۲۷	
۵۶۳	آئی۔سی۔ایس	سید علی عباس حسینی	۰	انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد	۲ر	۵۹۲۸	
۵۶۴	زندگی کی ٹھوکریں	رئیس احمد جعفری	۱۹۴۴ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	۱۲ر	۵۹۲۹	
۵۶۵	جلوہ رنگین	محمد نصیر الدین	۱۹۴۴ء	" " "	۸ر	۵۹۳۰	
۵۶۶	شعلہ الفت	رابندر ناتھ ٹیگور	"	بھارت پبلشنگ بھنڈار امرتسر	۱۵ر	۵۹۳۱	
۵۶۶/۱	" " (نسخہ ثانی)	"	"	" "	۱۵ر	۵۹۳۲	
۵۶۸	سنہرے محل	ظفر قریشی	"	مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد	عہ ۱۲ر	۵۹۳۳	
۵۶۹	ہنی مون	کوثر چاندپوری	"	بیسویں صدی لاہور	عہ ۸ر	۵۹۳۴	

ناول د ۳

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر	کیفیت
۷۹۷	ایک سیاہ فام لڑکی خدا کی تلاش میں	برنارڈ شا	۰	ماڈرن پبلشنگ امرتسر	۱۰ر	۵۹۳۵	ترجمہ
۷۹۸	تمنائے دید	محمد سجاد مرزا بیگ	۰	مخزن ادب دہلی	۱۲ر	۵۹۳۶	
۷۹۹	زلزلہ	سرت چندر چٹرجی	۰	مجازی پریس لاہور	عہ ۴ر	۵۹۳۷	ترجمہ
۸۰۰	ساوتری	ـ	۰	کتب خانہ عزیزیہ دہلی	۱۵ر	۵۹۳۸	
۸۰۱	شوہر کا روگ	نسیم انہونوی	۱۹۴۴ء	یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ	عہ ۴ر	۵۹۳۹	
۸۰۲	عیاش شوہر وفادار بیوی	عزیز الحسن خان	۰	ادبی پریس لکھنؤ	۱۵ر	۵۹۴۰	
		۰	۰	۰	۰	۰	

مکاتیب ب ۴

۶۱	مکتوبات نیاز حصہ دوم	نیاز فتح پوری	·	نگار بکڈپو لکھنو	عہ/ ۱	۵۹۴۱	

ادبی تنقید ب ۷

۸۸	نظام الادب	محمد محی الدین خان	·	آگرہ اخبار پریس آگرہ	عا/ ۳	۵۹۴۲	
۸۹	ہماری شاعری	سید مسعود حسن رضوی	۱۹۴۴ء	مطبع نول کشور لکھنو	سے/ ۱۲	۵۹۴۳	

ادبی سوانح ب

۶۴	اوراق گل	ضمیر احمد	۱۹۴۴ء	مطبع شمسی حیدرآباد	عہ/	۵۹۴۴	
۶۵	جلوہ داغ	سید علی احسن	۱۹۰۲ء	مطبع شمسی حیدرآباد	عہ/ ۴	۵۹۴۵	

نظم ب ۱۱

۴۷۴	آرسی	شید ادریابادی	·	سلیمی پریس الہ آباد	عا/	۵۹۴۶	
۴۷۵	افکار سلیم	محمد اسمٰعیل	۱۹۳۸ء	حالی اکیڈمی پانی پت	سے/ ۱۲	۵۹۴۷	
۴۷۶	ایوان تصور	مسز سروجنی نائیڈو	·	گیلانی الیکٹرک پریس لاہور	عا/	۵۹۴۸	ترجمہ
۴۷۷	دوہے باقرید	لالہ سرام ورما	·	جنرل بکڈپو لاہور	۵/	۵۹۴۹	ترجمہ
۴۷۸	زخم و مرہم	احسان دانش	·	مکتبہ دانش لاہور	عہ/ ۱۲	۵۹۵۰	
۴۷۹	شرارے	خورشید احمد جامی	۱۳۵۳ف	رضوی اینڈ کمپنی حیدرآباد	عہ	۵۹۵۱	
۴۸۰	گلدستہ وہنراج	بالا سنگھ	۱۹۲۳ء	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۸/	۵۹۵۲	
۴۸۱	دستین	سلام مچھلی شہری	·	مرکنٹائل پریس لاہور	عہ/ ۱۲	۵۹۵۳	

قواعد ب ۱۰

۲۳	تسہیل البلاغت	محمد سجاد مرزا بیگ	·	محبوب المطابع دہلی	سے/ ۱۲	۵۹۵۴	
۲۴	مخزن القواعد	مرزا علی رضا صابر	۱۹۳۰ء	مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد	۱۲/	۵۹۵۵	

سوانح ڑ

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر داخلہ	کیفیت
۱۲۱	سرسید احمد خان	نورالرحمٰن	.	شمسی مشین پریس آگرہ	۱۲ر۶ر	۵۹۵۶	
۱۲۲	مولانا محمد علی	عشرت رحمانی	۱۹۴۱ء	محبوب المطابع برقی پریس دہلی	عہ ۹	۵۹۵۷	
۱۲۳	وقار الملک	محمد امین زبیری	.	مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ	۷ر۶ر	۵۹۵۸	

سیاسیات ز

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر داخلہ	کیفیت
۲۰۹	پاکستان اور جمہوریت	چودھری افضل حق	.	مرکنٹائل پریس لاہور	عہ ۹ر	۵۹۵۹	
۲۱۰	سوویٹ روس	محمد کلیم اللہ	۱۹۴۴ء	انتظامی پریس حیدرآباد	ے ر	۵۹۶۰	
۲۱۱	کارل مارکس اور ہندوستان	کارل مارکس	.	پریٹنگ شاپ لاہور	عہ ۹ر	۵۹۶۱	ترجمہ

عمرانیات ص

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر داخلہ	کیفیت
۱۵	تشریحات علم تمدن	گورکھ ناتھ چوبے	۱۹۴۱ء	لالہ رام نرائن الہ آباد	صہ	۵۹۶۲	
۱۶	ہندوستانی تمدن	ایشور ٹوپا	.	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	ہے	۵۹۶۳	

اخلاقیات ط

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	مطبع	قیمت	نمبر داخلہ	کیفیت
۵۵	آدرش گرہست	کانشی رام چاولہ	۱۹۴۴ء	ہانڈہ الکٹرک پریس جالندھر	عہ ۴ر	۵۹۶۴	
۵۶	ہمارے بچے	جگدیش سنگھ	.	پریت لڑی پبلشرز پنجاب	عہ ۱۴ر	۵۹۶۵	

نقشِ امروز

ہماری کتابیں
تکملہ - تبصرہ
تذکرہ

منظورہ سررشتہ تعلیمات سرکار عالی

ماہنامہ ہماری کتابیں

فی پرچہ ۳/

چندہ سالانہ دو روپیے

مدیر۔ سید علی شبر حاتمی بی۔ ایس۔ سی (عثمانیہ)

جلد ۳ | ماہ شہریور ۱۳۵۴ ف ماہ جولائی ۱۹۴۵ء | نمبر ۷

مطبع دستگیری حیدرآباد

اداریہ

اردو شاعری میں غالب و مومن کا دور خصوصیت سے اہم ہے۔ اس زمانے میں زبان نے جیسی ترقی کی اور نامور اساتذۂ فن نے اسے جیسا کچھ سنوارا اس کے تفصیلی ذکر کے لئے ایک علیحدہ مضمون درکار ہے۔ یوں تو اس عہد کے شاعروں میں بہت سے لوگ مشہور اور حسن قبول کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ شہرت غالب، مومن اور ذوق کے حصے میں آئی۔ ان کے بعد ان کے شاگردوں کا درجہ ہے جن میں مومن اور ذوق کے شاگردوں کو زیادہ امتیاز حاصل ہوا۔ مومن کے شاگردوں میں نسیم دہلوی، تسکین اور شیفتہ بہت مشہور ہوئے۔ لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ اپنی گوناگوں خصوصیات کے اعتبار سے جس قدر شناسی کے مستحق تھے۔ اس سے محروم رہے۔ لوگوں نے ان کی شایان شان قدر نہ کی حقیقت یہ ہے کہ ان کا مقام شاعری عام سطح سے بہت بلند ہے۔ اس اشاعت میں مائل صاحب نے ان کا تذکرہ لکھ کر قارئین کو ان کے مرتبہ شعرت روشناس کرنے کی کوشش کی ہے جس سے شیفتہ کے شاعرانہ مرتبے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

"قابل مطالعہ کتاب" کے ذیل میں "اخبار مجموعہ" کا خلاصہ دیا گیا ہے جو تھوڑے دن قبل انجمن ترقی اردو سے شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب اسی نام کی معرکۃ الآرا عربی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب خود عربی ہی میں کمیاب تھی۔ مطبوعہ ہونے کے باوجود اس کے گنتی کے چند نسخے بڑی کوشش سے ہندوستان کو نصیب ہوئے۔ اس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسپین کے مشہور مورخ دوزی اور بعض دوسرے نامور مستشرقوں نے اسے ماخذ بنایا اور جا بجا اس کے حوالے دیے۔ اس لحاظ سے یہ ترجمہ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے بڑی کشش رکھتا ہے۔

علی شبر حاتمی

تذکرہ

نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیفتہ و حسرتی دہلوی

(از جناب محمد زکریا صاحب مائل)

نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیفتہ دہلوی
مومن دہلوی کے شاگردوں میں سب سے
زیادہ بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان کی علمی استعداد
سخن فہمی، شعر گوئی، اور شاعرانہ صلاحیتوں نے
انہیں ایسی امتیازی حیثیت بخشی ہے جس کی
بدولت انہیں اردو کے نامور شعرا میں ایک
خاص احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

ولادت، نام و خاندانی حالات

شیفتہ مرحوم ۱۸۰۶ء میں دہلی میں
پیدا ہوئے۔ ان کا پورا نام مع خطاب
عظیم الدولہ سرفراز الملک نواب محمد مصطفیٰ خاں
تھا۔ نواب مرتضیٰ خاں صاحب بہادر مظفر جنگ
رئیس جہانگیر آباد ضلع دہلی ان کے والد تھے
جنھوں نے لارڈ لیک گورنر جنرل کی نظر میں
بڑا اعتبار پیدا کر لیا تھا۔ لارڈ لیک نے انکے
کارہائے نمایاں کے صلہ میں تین لاکھ روپے
سالانہ کی آمدنی کا علاقہ ہوڈل پلول انہیں
جاگیر میں دیا تھا بعد میں نواب مرتضیٰ خاں نے
اپنے خلف الرشید مصطفیٰ خاں کے نام سے
جہانگیر آباد کا علاقہ اور خریدا۔ جب نواب
مرتضیٰ خاں کا انتقال ہوا تو علاقہ پلول
گورنمنٹ نے واپس لے لیا اور اس کے
عوض میں اراکین خاندان کی پنشن مقرر کر دی
جو ۱۸۵۷ء تک جاری رہی۔ جب غدر کے
سلسلے میں دہلی کے بڑے بڑے رئیس اور
شرفا مختلف پریشانیوں کا شکار ہوئے تو
نواب مصطفیٰ خاں مرحوم بھی اس کی لپیٹ
میں آگئے اور تھوڑے دنوں تک انہیں قید
فرنگ میں زندگی گزارنی پڑی۔ آخر نواب
صدیق حسن خان مرحوم نواب شاہ جہاں
بیگم والیہ بھوپال کے شوہر نے بڑی
جدوجہد کے بعد انہیں رہائی دلائی۔

تعلیم و استعداد

نواب صاحب نے فارسی عربی اور مروجہ علوم کی تعلیم دہلی کے مشہور بزرگ میاں جی مالا مال سے اور حدیث و فن قرات کی تعلیم حاجی نور محمد دہلوی، شیخ عبداللہ سراج حنفی مکی و شیخ محمد عابد سندھی اور مولوی کرم اللہ صاحب محدث جیسے فاضل علماء سے پائی تھی۔ ان کی علمی قابلیت مسلم تھی وہ رسمی تعلیم ختم ہونے کے بعد بھی برابر اکتساب علوم میں مصروف رہے اور مستند اساتذہ کی صحبتوں سے فیض حاصل کرتے رہے۔ کتاب ترغیب السالک فی احسن المسالک تذکرۂ گلشن بیخار۔ اردو دیوان اور فارسی دیوان ان کی علمی یادگاریں ہیں۔

تلمذ اور شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف

نواب مصطفیٰ خاں اردو میں حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے شاگرد تھے اور فارسی میں مرزا غالب سے مشورہ کرتے تھے۔ اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے تھے۔

نواب صاحب کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اندازہ ان کے اساتذہ اور بلند پایہ معاصرین کی رایوں سے ہو سکتا ہے۔

مرزا غالب فرماتے ہیں ؎

نوشت در دیوان غزل تا مصطفیٰ خاں خوش نکرد

دوسری جگہ ان کو یوں خراج تحسین ادا کرتے ہیں۔

غالب ز حسرتی چہ سرائی کہ در غزل\
چوں او تلاش معنی و مضمون نکردہ کس

مومن خاں ؎

ز تحسین او حسن معنی بناز\
ہزار آفرین بر چنیں امتیاز

مولانا حالی ؎

حالی سخن شیفتہ سے مستفید ہے\
غالب کا معتقد ہے مقلد ہے میر کا

اور یہ حقیقت ہے کہ مولانا حالی پر نواب صاحب کی علمی صحبتوں کا بڑا گہرا اثر پڑا تھا۔

ان بزرگوں کے علاوہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم اور نواب نور الحسن خاں صاحب مرحوم نے اپنے اپنے تذکروں میں شیفتہ مرحوم کی شاعرانہ اہلیت کا اعتراف کیا ہے اور شعر گوئی میں ان کے خاص طرز کی جانب اشارہ کیا ہے۔

بقول مولانا حالی "مرزا کے بعد ان کے معاصرین میں سے کسی کی فارسی غزل ان کی غزل سے لگا نہیں کھاتی تھی

اور شعر کا جیسا صحیح مذاق ان کی طبیعت
میں پیدا کیا گیا تھا ویسا بہت ہی کم دیکھنے
میں آیا ہے۔ لوگ ان کے مذاق کو شعر کے
حسن و قبح کا معیار جانتے تھے۔ ان کے
سکوت سے شاعر کا شعر اس کی نظر سے
گر جاتا تھا اور ان کی تحسین سے اس کی
قدر بڑھ جاتی تھی۔

نواب صاحب کی سخن فہمی اور بے
لاگ تنقید کا اندازہ کرنا ہے تو ان کی
تالیف "گلشن بے خار" کا مطالعہ کافی ہے
جو اپنی قسم کا پہلا تذکرہ ہے۔

اخلاق و عادات

نواب صاحب بڑے وضعدار
خوش اخلاق اور صابر و مستقل مزاج
بزرگ تھے۔ پرہیزگاری اور مذہبیت
بے نفسی اور قناعت ان کی نمایاں خصوصیات
تھیں۔ مہمان نوازی میں بہت مشہور تھے
شریعت کے بڑے پابند تھے۔ طریقت
میں مجددی نقشبندی سلسلے کے مرید تھے
جس میں احکام شرع کی پابندی کا
بہت زیادہ لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ایک
شعر میں خود ہی اس کی جانب اشارہ کیا ہے

ڈر ہے کہ ہو نہ شوق مزامیر شیفتہ
ورنہ کبھی سماع مجرد سنا کروں

سفر حج و دیگر حالات

نواب مصطفیٰ خاں مرحوم کو (۴۰)
سال کی عمر میں حج اور مقامات مقدسہ
کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ واپسی
کے موقع پر اپنا کفن بیت اللہ شریف
سے ساتھ لیتے آئے۔ ذیابیطس کا مرض
پہلے سے موجود تھا۔ آخر عمر میں ہاتھ
میں ایک سیاہ دانہ نکلا اور یہی موت کا
پیغام بن گیا۔ (۶۳) سال کی عمر میں دہلی
میں انتقال کیا۔ ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء مولانا حالیؔ نے
"جزاہم بما صبروا جنۃ وحریرا" سے تاریخ وفات
نکالی جو ان کے مزار پر کندہ ہے۔

اولاد و اخلاف

نواب صاحب کی دو بیٹیاں اور
تین صاحبزادے تھے۔ جن میں سب سے
بڑے نواب محمد علی خاں صاحب منجھلے
نواب نقشبند خاں صاحب اور چھوٹے
نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب مرحوم
تھے۔ یہ تینوں بھائی بڑے معزز اور
اعلیٰ طبقہ کے نامور امرا سے تھے۔ ان میں
سے ہر ایک کی زندگی ملک و قوم کے لئے
نہایت مفید اور وجہ افتخار ثابت ہوئی۔
اب اس معزز علمی خانوادہ کی یادگار

نواب اسماعیل خاں صاحب، رئیس میرٹھ ہیں جو صوبہ مسلم لیگ کے صدر ہیں۔ اور مسلمان لیڈروں میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ یہ نواب مصطفیٰ خاں کے پوتے ہیں۔

کلام پر تبصرہ

شیفتہ کا اردو کلام ان کے فارسی کلام کے مقابلے میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو غالب کی اردو شاعری کی ان کی فارسی شاعری کے مقابلے میں ہے۔ بلکہ بعض خوش اعتقادوں کی رائے میں تو شیفتہ کی فارسی شاعری غالب کے فارسی کلام سے زیادہ ممتاز ہے جس طرح غالب کا اردو کلام تھوڑا ہے مگر جتنا ہے نہایت پر مغز اور قابل قدر اسی طرح شیفتہ کا اردو کلام بھی ستایش وتحسین کا سزاوار ہے شیفتہ کے اس مختصر دیوان میں ہر قسم کا کلام موجود ہے۔ جس سے بقدر استفادہ کیا جا سکتا ہے ہم یہاں اشارۃً چند عنوانوں کے تحت میں ان کے بعض بہت پر تاثیر اشعار درج کئے دیتے ہیں۔

جذبات نگاری

شیفتہ ضبط کرو ایسی بھی کیا بے تابی
جو کوئی ہو تمھیں احوال سنانا دل کا

تپش دل کے سبب سے ہے مجھے خواہش مرگ
کون ہے جس کو نہ منظور رہو آرام اپنا

کیا حال تمھارا ہے ہمیں بھی تو بتاؤ
بے وجہ کوئی شیفتہ اُف اُف نہیں کرتا

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

اے تاب برق تھوڑی سی تکلیف اور بھی
کچھ رہ گئے ہیں خار وخس آشیاں ہنوز

غالباً ایام حرمان بیخودی میں کٹ گئے
آتی ہے پھر آواز بھولی ہوئی مدت کی یاد

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

معنی آفرینی

بھڑک گئی نم شبنم سے اور آتش گل
یہ کیسی آگ ہے دونی ہوئی جو پانی سے

کس کس پہ رشک کیجئے کس کس پہ روئیے
کس دن وہ جلوہ آفت صد خانماں نہیں

کس چین سے نظارۂ ہر دم ہو میسر
دل کوچۂ دشمن میں بہل جائے تو اچھا

شکر ستم نے اور بھی مایوس کر دیا
اس بات کا وہ غیر سے شکوہ کیا کئے

ہر شیوہ اس کا اپنی جگہ میں تمام ہے
اعجاز بات میں ہے تو جادو نگاہ میں
افسردہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہ
طاعت میں کچھ مزہ ہے نہ لذت گناہ میں

محاکات

وہ شیفتہ کہ دھوم ہے حضرت کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

یاس سے آنکھ جو جھپکی تو توقع سے کھلی
رات بھر وعدۂ دیدار نے سونے نہ دیا

ہائے وہ شیفتہ کی بے تابی
تھام لینا وہ تیری محمل کو

سلاست وروانی

اب کی ارادہ ملک عدم کا ہے شیفتہ
گھبرا گئے کہ ایک جگہ کیا بسر کریں

اے جان بے قرار ذرا صبر چاہیئے
بیشک ادھر بھی آئے گا جھوکا نسیم کا

ہزار شکر کہ اس کی گلی میں چھوڑ گئی
نسیم جان کے اک ناتواں غبار مجھے

محاورہ بندی

کس کس سے اس میں بگڑے گی کچھ یہ بھی دھیان تھا
باتیں تو آپ شیفتہ ان سے بنا چلے

نہ دیا ہائے مجھے لذت آزار نے چین
دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا

بوسہ لب نہ مانگنا اے دل
منہ لگاتا ہے کون سائل کو

شوخی

جلوۂ معنی نظر آنے لگا
پیتے پیتے مے یہ صورت ہو گئی
شیفتہ اک رند مشرب شخص ہے
کس سے یاروں کو عقیدت ہو گئی

شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر
دینداری و پارسائی کی
آخر کار مے پرست ہوا
شان ہے اس کی کبریائی کی

قابل مطالعہ کتاب

"اخبار مجموعہ"

از جناب ز۔م صاحب

یہ کتاب اسلامی اندلس کی ایک قدیم عربی تاریخ کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۲ء میں انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہوا ہے۔ جس کتاب سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کا پورا نام "اخبار مجموعہ" فی فتح الاندلس وذکر امرائھا رحمھم اللہ والحروب الواقعۃ بھا بینھم ہے۔ چونکہ اردو میں اتنا طویل نام منتقل نہیں کیا جا سکتا تھا دوسرے اصل عربی کتاب بھی "اخبار مجموعہ" کے مختصر نام سے مشہور ہے اس لئے ترجمہ کا نام بھی مترجم صاحب نے "اخبار مجموعہ" رکھدیا جو لفظی ساخت اور ترکیب کے لحاظ سے اردو معلوم ہوتا ہے۔ اور حالات حاضرہ، وغیرہ کی طرح درست ہے یہ کتاب جیسی کتنی اہم ہے اور اردو میں اندلسی لٹریچر کو اس کی کتنی ضرورت تھی اس کی تفصیل مترجم نے (۲۸) صفحے کے مبسوط مقدمے میں دی ہے۔ اس میں بتلایا ہے کہ یہ کتاب تاریخ اندلس کی ممتاز کتابوں کا ماخذ بنی ہوئی ہے۔ اور بہت سے علمی حلقے اس کتاب کی اہمیت کے معترف ہیں۔ یہ ایک ناقابل تردید واقعہ ہے کہ سنہ ۳۰۰ھ سے پہلے خصوصاً دولت بنی امیہ کے قیام کے سلسلے میں جو واقعات پیش آئے ان کا سب سے بڑا مجموعہ یہی اخبار مجموعہ ہے عربی کا زیر ترجمہ نسخہ سنہ ۱۸۶۷ء میں شہر مجریط (میڈرڈ) سے شائع ہوا تھا اس نسخے کو لافوانتی القنطری الامیلو نامی ایک شخص نے مرتب کیا اور ہسپانوی زبان کے ترجمے کے ساتھ شائع کیا یہ شخص [illegible] میں وفات پا گیا تھا۔ اصل مصنف کا حال نہ لافوانتی کو معلوم تھا نہ کسی اور ذریعے سے اس کے حالات کا

پتہ چل سکا جیسا کہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ "یہ تاریخ کی ایک کتاب کا نام ہے جس کے مولف کا حال معلوم نہیں اور جو گیارھویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتا ہے۔

بہر حال اصل عربی کتاب تاریخ کا ذوق رکھنے والوں کے لئے خاصی اہم ہے اور مدت سے اس کے ترجمے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ اب یہاں تھوڑے حالات خود ترجمے کے بیان کر دئے جائیں تو مناسب ہوگا ترجمہ حسب ذیل حصوں میں منقسم ہے۔

مقدمہ مترجم، فہرست والیان اندلسؑ اموی امراو خلفاے اندلس کی فہرست و شجرہ، ترجمہ، متن کتاب، تعلیقات از مترجم

مقدمہ (۲۸) صفحہ میں طبع ہوا ہے اس میں جو قومیں مسلمانوں سے پہلے حکومت کر چکی ہیں ان کی مختصر تاریخ دیتے ہوئے ان حالات سے بحث کی ہے جو مسلمانوں کی آمد و حکومت کا باعث ہوئے اور واضح کیا ہے کہ اندلس کی اندرونی خرابیاں حد سے گزر چکی تھیں۔ ملک اخلاقی اور من شری ابتریاں بغیر کسی زبردست تبدیلی کے علاج کی دسترس سے باہر نظر آتی تھیں۔ ملک انقلاب کے لئے یکسر آمادہ تھا۔ صرف اشارے کی دیر تھی کاونٹ جولین کی بیٹی فلورنڈا کا واقعہ ایک حیلہ بن گیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تب بھی اندلس میں انقلاب ہو کر رہتا۔ چنانچہ انقلاب ہوا اور ایسا ہوا کہ خدا ہر بگڑے ہوئے ملک کے دن ایسے ہی پھیرے جیسے اندلس کے دن پھیرے تھے۔ حق پسندوں کی نظر میں اندلس میں مسلمانوں کا تسلط اہل اندلس کے لئے رحمت تھا۔ جس کا اعتراف اس زمانے میں بھی اغیار کی زبانوں سے وقتاً فوقتاً سنا جاتا ہے۔

اس کے بعد مقدمے میں اسلامی فتوحات پر روشنی ڈالی ہے اور اندلس کے کئی مشہور عربی خاندانوں کا ذکر کرتے ہوئے اندلس میں مسلمانوں کے متعدد ادبی اور تاریخی دوروں کی توضیح کی ہے۔ اس حصے میں امراء اور خلفا کی حکومت پر کئی پہلوؤں سے تبصرہ کیا ہے۔ خصوصاً اس عہد کی علمی ترقیوں کی خوب وضاحت کی ہے اور اس سلسلے میں متن (کتاب زیر ترجمہ) کی حدود سے قطع نظر کر کے اندلس کے پورے اسلامی دور کی تعلیمی و ادبی سرگرمیوں پر بحث

کر ڈالی ہے۔ بعض نامور خلفا اور علما کے قابل دید حالات اور اس زمانے کے کتب خانوں کا تذکرہ لکھا ہے۔ جس سے یہ حصہ بہت دلچسپ اور پراز معلومات بن گیا ہے۔

پھر اندلسی لٹریچر پر عربی میں جتنی کتابیں قابل ذکر ہو سکتی ہیں سب کا سرسری ذکر کرنے کے بعد اخبار مجموعہ کے حالات درج کئے ہیں اور اس کی اہمیت واضح کی ہے۔

نقشہ، فہرست اور شجرہ وغیرہ کے بعد اصل ترجمہ صفحہ (۳۳) سے شروع ہوا ہے اور صفحہ (۲۱۶) پر ختم ہوا ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کا ابتدائی دور کے ساتھ ہنگامہ پرور اور عجیب و غریب دور تھا۔ انہوں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر اتنی دور دراز سرزمین پر حکومت قائم کرنے میں کیسی کیسی صعوبتیں اٹھائیں اور کس بے جگری اور بہادری سے دشمنوں پر قابو پا کر امن و امان قائم کیا۔ یہ حقیقت اسی حصے کے مطالعے سے معلوم ہوتی ہے کہ تاریخ اندلس کے موضوع پر جتنی کتابیں موجود ہیں۔ ابتدائی فتوحات اسلامی کی اتنی تفصیل کسی میں ایک جگہ نہیں ملتی۔ اس میں ایک طرف موسی اور طارق کی معرکہ آرا لڑائیوں کا پورا پورا حال درج ہے تو دوسری طرف اندلس میں اموی حکومت کے بانی امیر عبدالرحمن الداخل کی انتھک کوشش اور حالات پر قابو پانے کی بہادرانہ جد و جہد کی خاطر خواہ تفصیل ہے اور امیر کی مجاہدانہ زندگی کے نمایاں خد و خال شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ یہی حال الداخل کے بعد کے امرا کا ہے۔ ان کا بیان بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو شام کی قابل تقلید فیاضیوں اور الحکم کی دلیریوں کے واقعات کے ساتھ ساتھ ان کی حق پسندی اور اس زمانے کے بعض قاضیوں کی اخلاقی جرأت اور حق گوئی کے حالات نظر آئیں گے۔ پھر شاعروں کی بدیہہ گوئی امرا کی ادب نوازی اور مردم شناسی وغیرہ کی دلچسپ مثالیں آپ کی توجہ مبذول کریں گی۔ اور آپ اس زمانے کی شان و شوکت اور انصاف و معدلت کے ماحول میں اپنے آپ کو کھویا ہوا سا محسوس کریں گے۔ غرض یہ حصہ جو خلیفہ عبدالرحمان الناصر یا الناصر کے دور پر ختم ہوتا ہے۔ اپنے اندر وہ سب کچھ

لیے ہوئے ہے۔ جس کی ایک اچھی تاریخ سے توقع کی جا سکتی ہے۔

ترجمہ کا آخری حصہ تعلیقات کا ہے یہ (۲۷) صفحے پر مشتمل ہے۔ اس کی تیاری میں (۱۱) ماخذوں سے کام لیا گیا ہے اور اصل کتاب کے اندر جو واقعات یا حالات تشریح و تفصیل کے محتاج معلوم ہوئے۔ اس حصے میں ان کی ضروری توضیح کی گئی ہے۔ خصوصاً مقامات کی جغرافیائی تشریح پر بہت توجہ کی ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے کو ہر حیثیت سے مفید بنایا گیا ہے۔ غرض یہ ترجمہ اندلسیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ناگزیر ہے۔ کتاب کی فہرست میں اشاریہ کا بھی ذکر ہے لیکن زیر نظر کتاب میں یہ حصہ موجود نہیں۔

تبصرہ

حیدرآباد کی نسوانی دنیا

(از جناب ز۔ م صاحب)

فن۔ ادب نسواں۔ مصنف۔ مولوی
نصیر الدین ہاشمی صاحب۔ ناشر۔ ادارہ
ادب جدید حیدر آباد۔ سائز کراؤن صفحات
(۱۸۸) کاغذ عمدہ طباعت و کتابت بہتر
قیمت (عالہ/)

یہ کتاب وقت کی ایک اہم ضرورت
کو پورا کرتی ہے۔ حیدر آباد کو علمی و ادبی
خدمات میں نہایت ممتاز مقام حاصل ہے
خصوصاً موجودہ دور میں اس کی علمی
سرپرستیاں کسی تعارف کی محتاج نہیں
یہ ایک حقیقت ہے کہ مردوں کے ساتھ
ساتھ یہاں کی عورتیں بھی نام وری اور
شہرت کے میدان میں بہت پیش پیش ہیں
لیکن اس کے باوجود اب تک کوئی ایسی
کتاب تالیف نہیں ہوئی تھی جس سے خواتین
حیدر آباد کے تعارف میں مدد ملتی۔
مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی
مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس
کمی کو محسوس کیا اور اس موضوع پر ایک
اچھی کتاب تالیف کر دی۔ اس کتاب میں
حیدر آباد کی مشہور خواتین کے حالات
نہایت سلیقے سے لکھے ہیں اور تقریباً
(۳۳) خواتین کا جامع تذکرہ مستقل عنوانوں
کے تحت درج کرنے کے علاوہ خواتین
دکن کی ادبی خدمات، جدید ادب
نسواں اور طبقہ نسواں کے ذریعہ معیشت
جیسے کئی مفید کارآمد مضامین سپرد قلم
کئے ہیں۔ ان میں سے آخری مضمون اور
"ہمارے خاندان کی عورتوں" نے کتاب
کی افادیت میں خاصا اضافہ کر دیا ہے۔
کتاب کسی ایک مذہب و ملت کی خواتین
تک محدود نہیں ہے۔ اس میں تقریباً
ہر طبقے اور ہر قوم کی مشہور و ممتاز عورتوں
کے حالات موجود ہیں۔ "ادب نسواں" میں

ایک دلچسپ اور کار آمد اضافہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے پبلک حیدرآباد کی خواتین کے کارناموں سے اچھی طرح واقف ہو سکتی ہے۔

ایک نواب صاحب کی ڈائری اور دوسرے مضامین

فن۔ مزاحیہ۔ مصنف۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب۔ ناشر۔ عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد۔ مطبع ابراہیمیہ حیدرآباد۔ سائز کراؤن ضخامت (۴۰۴) صفحات۔ کاغذ عمدہ طباعت و کتابت بہتر۔ قیمت۔ (۱۲ روپے)

غالباً اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والوں میں شائد ہی کوئی ہوگا۔ جس نے مرزا فرحت اللہ بیگ کے معرکہ آرا مزاحیہ مضامین نہ پڑھے ہوں اور انہیں بے ساختہ داد دینے پر مجبور نہ کیا ہو۔ یہ انہیں مرزا صاحب کے مضامین یعنی مضامین فرحت کا پہلا حصہ ہے۔ مضامین فرحت اپنی دلکشی اور گوناگوں خوبیوں کے لحاظ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ہر شخص انہیں پڑھتا اور لطف اٹھاتا ہے۔ ان میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ انہیں ایک بار پڑھنے کے بعد بھی سیری نہیں ہوتی اور بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

مرزا صاحب کا طرز تحریر بالکل جدا ہے جس کے وہ بجا طور پر بانی کہے جا سکتے ہیں۔ وہ تقریباً ہر موضوع پر اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہیں۔ یوں تو ان کے مضامین کا مجموعہ اس سے پہلے بھی شائع ہو چکا ہے لیکن یہ امتیاز صرف عبدالحق اکیڈیمی کا حصہ تھا کہ ان کا کامل مجموعہ خود مرزا صاحب کی پسندیدہ ترتیب و انتخاب کے ساتھ (۷) حصوں میں شائع ہو رہا ہے۔ کتاب زیر تبصرہ اس سلسلے کا پہلا حصہ ہے۔ لیکن جیسا کہ "عرض ناشر" میں واضح کیا گیا ہے ہر حصہ اپنی جگہ مکمل ہے ایک حصے کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں اس حصے میں مرزا صاحب کے گلکار قلم نے جیسے جیسے دلاویز اور رنگین نقش پیش کیے ہیں۔ وہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں ڈاکٹر نذیر احمد کی کہانی' ایک نواب صاحب کی ڈائری' اور دہلی کا مشاعرہ خصوصیت کے ساتھ لاجواب مضامین ہیں۔ دہلی کا مشاعرہ پڑھیے تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم خود اس محفل میں موجود ہیں۔ مشاعرہ ہمارے سامنے ہو رہا ہے اور ہم اس زمانے کے اساتذہ ظرفا اور شرفا کی اس یادگار صحبت سے پورا پورا لطف اٹھا رہے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ یہ مضمون نثر میں محاکات کی بہترین مثال ہے۔ یہی حال تقریباً تمام مضامین کا ہے۔

باغی

فن۔ ناول۔ مصنف۔ رئیس احمد صاحب جعفری۔ ناشر۔ آفتاب اکاڈمی بمبئی ۸ مطبع برٹش انڈیا پریس مزگاؤں بمبئی ۱۰ سائز کراؤن صفحات (۴۲۸) کاغذ عمدہ کتابت اور طباعت اچھی۔ قیمت ۱۵؍

اس ناول کا موضوع جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے روشن عام سے ذرا ہٹ کر انتخاب کیا گیا ہے۔ اور یہ موضوع سماج کی شہ رگ پر حملہ کرتا ہے۔ مصنف اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے سماج کی خرابیوں کو بڑی خوبی کے ساتھ آشکارا کیا ہے۔ اور افسانے کی دلچسپی ہر موقع پر برقرار رکھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ناول نویسوں اور افسانہ نگاروں کے لئے یہ مقام بڑی آزمائش کا ہوتا ہے۔ اس موقع پر ذرا لغزش ہوئی کہ قصہ نویسی کا سارا مزہ کرکرا ہوا اور نقادوں کو طعن وتشنیع کا موقع مل گیا۔ جو ناول سماج اور معاشرے کی اصلاح کے بلند مقصد کو پیش نظر رکھ کر لکھے جاتے ہیں۔ ان میں یہ موقف خصوصیت کے ساتھ بہت نازک ہو جاتا ہے اور بسا اوقات ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہم ناول سے لطف اندوز ہونے کے بجائے مجلس وعظ میں بیٹھے ہوئے کسی واعظ یا ناصح کا وعظ سن رہے ہیں۔ "باغی" اس عیب سے خالی ہے اس میں خاندان کے اندر جو کمزوریاں جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ اور جنہیں شرافت کے لبادے میں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کو بے نقاب کرتے ہوئے اس کے علاوہ زبان کی صفائی۔ فقروں کی چستی اور مذاق کے چٹخارے نے کتاب کی خوبی میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ البتہ بعض مقامات پر انگریزی اور شاذ و نادر طور پر ثقیل عربی فارسی الفاظ کا غیر ضروری استعمال قدرے ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً فلیٹ، واکنگ، اعلائے کلمۃ الحق وغیرہ مگر یہ فروگزاشتیں خال خال ہیں اور ان سے کتاب کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سماج کی کئی دوسری دکھتی رگوں کو بھی چھیڑا ہے۔ مثلاً بعض خاندانوں میں قدیم سے باندیوں اور چھوکریوں وغیرہ کا رواج چلا آرہا ہے۔ ان کیساتھ

جو غیر مصنفانہ اور غیر اسلامی برتاؤ کیا جاتا
ہے اسے اچھی طرح آشکارا کیا ہے اسی
طرح کی کئی اصلاح طلب خرابیاں ہیں۔
جو زبان قلم سے اس طرح ادا ہوئی ہیں
کہ قصے کی دلچسپی میں ذرا فرق نہیں آیا ہے
اور مقصد بڑی خوبی سے پورا ہوگیا ہے۔

سرنوشت

فن۔ افسانہ۔ مصنف۔ مجنوں گورکھپوری
ناشر۔ نفیس اکیڈیمی حیدرآباد۔ سائز کراؤن
ضخامت (۱۶۰) صفحات کاغذ عمدہ
طباعت اچھی۔ قیمت دو روپیہ کلدار
مجنوں گورکھپوری کا یہ افسانہ
اردو دنیائے افسانہ میں۔ ایک نیا
اضافہ ہے۔ پہلے یہ افسانہ خود انہیں
کے زیر ادارت رسالۂ ایوان میں "ایک
نکمے کی سرگذشت" کے عنوان سے ۱۹۳۲ء
میں شائع ہوا تھا اب پوری نظر ثانی
اور حذف و ترمیم کے بعد کتابی صورت
میں شائع کیا جا رہا ہے۔ مصنف نے
واردات کے ذیل میں جہاں اس افسانے
پر ایک صاحب کے عائد کردہ اعتراض
کو دفع کیا ہے وہیں یہ اعتراف بھی
کیا ہے کہ وہ ٹورگنیف (مشہور روسی افسانہ
نگار) کے اس حد تک ضرور ممنون ہیں کہ
انہوں نے افسانہ کا نام "ایک نکمے کی سرگزشت"
رکھا اور اس کو روزنامچے کی صورت میں لکھا
اسی سلسلے میں ٹورگنیف کے افسانے کے کچھ
نقوش کا افسانے میں آجانا اور اس سے زیادہ
جارج ایلیٹ کے طرز کا ممنون ہونا تسلیم کرکے
واضح کیا ہے کہ پھر بھی ان کا افسانہ ایلیٹ کے
افسانے کا ترجمہ ہے نہ ماخوذ بہرحال اس
غیر متعلق بحث سے قطع نظر کرکے دیکھئے تو
یہ افسانہ بہت سی خوبیوں کا حامل اور ایک
جدید دلکش طرز کا رنگ بنیاد نظر آتا ہے اس
میں ایک اچھے علمی و ادبی افسانے کی خصوصیات
موجود ہیں۔ قصے کو روزنامچے کی شکل میں
اسطرح لکھا ہے کہ کسی بے مزہ روکھے پھیکے
روزنامچے کے بجائے ایک دلاویز سرگزشت کا
لطف آتا ہے۔ افسانے کے دوران میں کہیں
کہیں علمی مباحث اور بیشتر مقامات پر شعر و شاعری
پر بحث و تبصرہ نے کتاب کے حسن میں خاصا اضافہ
کر دیا ہے واقعات اچھے اور پر اثر انداز میں لکھے
گئے ہیں جن سے درد اور سوز و گداز کا رنگ اور
مصنف کا امتیازی طرز نمایاں ہے زبان شستہ
اور عبارت پاکیزہ ہے مگر کہیں کہیں قلم بے اعتدالی
کی دوڑ میں ذرا بہک گیا ہے مثلاً باپ کو "دھوبی کا کتا"
لکھ گئے ہیں جو مذاق سلیم کو خاصا گراں گزرتا ہے
یا ایک جگہ مجھے "دوا پلائی" کے بجائے "میرا سینہ دبایا اور
اس کا پیار کیا" کے الفاظ لکھے ہیں جو زبان اور

تعارف

از

(جناب ع خ صاحبہ)

میخانہ ریاض

تسنیم مینائی نے حضرت ریاض خیرآبادی کے کلام پر تنقید، تبصرہ اور ان کے حالات انتخاب کلام کے ساتھ شائع کئے ہیں تنقید کے اصول پر اچھی بحث کی ہے دوسرے شعرا سے تقابل اور کلام کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ مصنف کی وسیع النظری کا شاہد ہے۔ قیمت (۱۱؍) سکہ عثمانیہ

وسوسے

فضل حق قریشی کے افسانوں کا مجموعہ ہے جو کچھ عرصہ پہلے ہندوستان کے مختلف رسالوں میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔ مصنف کے تخیل کی پرواز قابل داد ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ افسانوں میں حیرت تذبذب اور وسوسوں کی کیفیت پیدا کی گئی ہے۔ افسانے بہت دلچسپ ہیں۔ قیمت (۲؍) سکہ عثمانیہ

اسلام کیسے پھیلا

عبدالواحد سندھی جامعی نے اسلام پھیلنے کے اسباب و حالات بڑے دل نشین انداز میں لکھے ہیں۔ زبان صاف و سادہ ہے۔ بچے اور عورتیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ ہر ملک کے حالات علیحدہ علیحدہ درج کئے ہیں۔ قیمت (۱۱؍)

نہ بھولنے والی بات

شمع بک ڈپو دہلی نے مسٹر رام سرن شرما کے

مقبول افسانوں کا مجموعہ شائع کیا ہے۔ ان
افسانوں میں انسانی زندگی کے نشیب
و فراز پر خوبصورتی سے روشنی ڈالی
گئی ہے۔ اردو میں عام فہم ہندی
عبارت کے شیدائی اس سے
خصوصیت کے ساتھ لطف اندوز
ہو سکتے ہیں۔ قیمت (عہ/)

نیا ادب میری نظر میں

آغا سرخوش قزلباش دہلوی نے
یہ کتاب لکھ کر ادب اردو میں ایک
دلچسپ باب کا اضافہ کیا ہے۔ دور
حاضر کے مشہور ادیبوں اور مضمون نگاروں
کے مضامین جمع کر کے نئے ادب کے
متعلق ہر ایک کے خیالات یکجا کر دئے
ہیں۔ قیمت (عہ/)

بادۂ گلرنگ

ایم اسلم کے افسانوں کا یہ مجموعہ
کتب خانہ دار البلاغ لاہور نے شائع
کیا ہے۔ اس کتاب میں دیہاتی معاشرت
کی تصویر اچھے انداز میں کھینچی ہے۔
افسانے دلچسپ ہیں۔ کہیں کہیں
غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مثلاً مزارع
کے بجائے مزارعہ۔ یعنی کسان قیمت (ہے)

فلسفۂ تاریخ

شیخ غلام احمد ایم اے جموی نے
اس کتاب میں قوموں کی آبادی اور
بربادی کے اسباب پر تاریخی حوالوں
سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ اس کتاب کا
پہلا حصہ ہے۔ اور اس میں قوموں
کی عیش پرستی اور نبرد آزمائی وغیرہ کے
حالات سے بحث ہے۔ قیمت (عہ/)

پرستان کا پرندہ

بچوں کی لائبریری کے سلسلے کی
چھٹی کتاب ہے۔ خورشید فاطمہ صاحبہ
نے لکھی ہے۔ دیو پری وغیرہ کے
قصے بچوں کے لئے پسندیدہ طرز پر
تالیف کئے ہیں۔ قیمت (۷/)

دھوپ چھاؤں

فضل الرحمن صاحب کی نظموں کا
مجموعہ ہے۔ دکن کا دلدادہ، بلند تر
حقیقتیں، جدت کا ارمان وغیرہ
اچھی نظمیں ہیں۔ اور وجدانی کیفیات
سے لبریز ہیں۔ قیمت (۱۲/)

لیل ونہار

ناشر انوار احمدی پریس الہ آباد

کوثر چاندپوری نے فسانۂ عجائب (مرزا رجب علی بیگ سرور) کا قصہ جدید افسانوی طرز پر تالیف کیا ہے اور قصہ کے افراد وغیرہ کے نام بھی بدل کر بالکل نیا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی ہے قیمت (عہ)

مسافرخانے میں

زہرہ حق نواز صاحبہ کی لکھی ہوئی بچوں کی کہانیاں ہیں۔ جو دلچسپ ہیں اور سلیقے سے لکھی گئی ہیں۔ قیمت (۵؍)

رحم دل شہزادہ

یہ بھی بچوں ہی کی لائبریری کی کتاب ہے۔ اس میں رحم دل شہزادہ اور شیر کی ہار، دو کہانیاں ہیں اور دونوں اچھی ہیں۔ قیمت (۷؍)

انقلابات ہیں زمانے کے

محمود خاں بنگلوری نے تاریخی افسانے بڑے دلکش انداز میں لکھے ہیں۔ ان افسانوں میں کئی مشہور تاریخی قصے مثلاً سنار کی لڑکی پرتھال کا واقعہ، حضرت ضرار کا قصہ وغیرہ خصوصیت سے اچھے ہیں قیمت (عہ)

بے وقوفوں سے عقل سیکھو

سرفیروز خاں نون نے یہ باتصویر کتاب افسانوں اور قصوں کے پیرائے میں عقل و دانش بڑھانے کے لئے لکھی ہے۔ جس سے چھوٹے بڑے یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں زبان سادہ ہے اور قیمتی معلومات آفرین۔ قیمت (۱۲؍)

مقالات اسلم

مولانا اسلم جے راجپوری کے عالمانہ و تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے۔ مولانا کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس مجموعہ میں ان کے تعلیمی زندگی کے حالات اور بعض دوسرے مضامین کے علاوہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کی مثنویوں اور پیام مشرق وغیرہ پر تنقیدی بحث ہے۔ قیمت (عار)

استفسارات

مکرمی!

قائم چاندپوری سودا کے شاگردوں میں مشہور رہیں۔ میں نے کہیں ان کا یہ شعر پڑھا بہت پسند آیا ؎

مجلس وعظ تو تادیر رہے گی قائم
یہ ہے میخانہ ابھی پی کے چلے آتے ہیں

کیا آپ مہربانی فرماکے ان کا مختصر حال اور چند شعر اور لکھ کر ممنون فرمائیں گے۔

نعیم اختر چاندپوری

جواب!

قائم کا نام شیخ قیام الدین تھا اور یہ چاندپور (سنبھل مراد آباد) کے باشندے تھے۔ سودا کے سب سے زیادہ لایق شاگرد تھے۔ بعض نے انہیں میر درد کا شاگرد بھی لکھا ہے۔ سنہ ۱۲۱۰ھ میں وفات پائی۔

ان کے بعض شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

بتوں کی دید کو جاتا ہوں دیر میں قائم
مجھے کچھ اور ارادہ نہیں خدا نہ کرے

مے کی توبہ کو تو مدت ہوئی قائم لیکن
بے طلب اب بھی جو مل جائے تو انکار نہیں

قسمت کو دیکھ ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

تا بہ فلک نالہ تو پہنچا تھا رات
میں ہی کچھ اللہ کا ڈر کر گیا

اچھے مضامین

از

جناب ثالث صاحب

اُردو ادب کے اولیات

(ادبی دنیا جون سنہ ۱۹۴۴ء)

ریحان فاطمہ صاحبہ نے اس مضمون میں اُردو ادب کے اولیات کو متعارف کردیا ہے۔ موصوفہ کے تحقیق میں پہلا شاعر امیر خسرو، پہلی نثر کی کتاب خواجہ اشرف کی مصنفہ سنہ ۸۰۵ھ، پہلی مثنوی بہمنی عہد کے شاعر نظامی کی ہے لیکن بوجہ اشاعت قطب مشتری پہلی مثنوی قرار دی گئی ہے۔ پہلا کلیات قطب شاہ کا۔ پہلا قصیدہ گو نصرتی شمالی ہند کا پہلا صاحب دیوان شاہ عالم سنہ ۱۱۶۶ھ، پہلا اخبار مولوی باقر کا دہلی اخبار جو سنہ ۱۸۳۵ء میں شائع ہوا، پہلا رسالہ خیر خواہ ہند (سنہ ۱۸۳۷ء) جس کو مسٹر رام چندر داس نے شائع کیا۔ پہلا ڈرامہ امانت کا اندر سبھا (سنہ ۱۲۶۵ھ) پہلا تذکرہ میر تقی میر کا نکات الشعرا، اور اردو زبان کا پہلا تذکرہ مرزا علی لطف کا گلشن ہند ہے۔

موصوفہ کے بعض خیال سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً میر تقی کے پہلے کے تذکرے اور مولوی باقر کے اخبار کے پہلے دوسرے اخبار کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اس طرح موصوفہ نے بعض باتیں متروک کر دی ہیں۔ مثلاً پہلی صاحب دیوان شاعرہ۔ جو چندہ تھی۔

المیہ کا تصور

(ہمایون جولائی ۴۴ء)

ریاض قادر صاحب نے

اس مضمون میں ٹریجڈی یا المیہ کا بیان کیا ہے۔ ادب کی ایک اہم شاخ جو ڈرامہ اور ناول پر مشتمل ہوتی ہے۔ ٹریجڈی ہے ریاض قادر صاحب نے ثابت کیا ہے کہ دکھ سہنے والے ہر دماغ کے لئے المیہ موزوں نہیں ہو سکتا فن کار کی سہولت کے لئے اصول بھی پیش کئے گئے ہیں۔

اردو میں جمالیاتی ادب

(ہمایون جولائی ۴۴ء)

شیخ عبداللطیف صاحب

یم اے (علیگ) نے اس مضمون میں یہ واضح کیا ہے کہ اردو ادب میں جمالیات کا تذکرہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے شروع ہوا۔ شرر، ریاض، یلدرم، سلطان حیدر جوش نیاز فتح پوری، لطیف احمد مہدی افادی، قاضی عبدالغفار۔ سجاد انصاری کا تعارف اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ کردیا گیا ہے

مضمون کا مقصد یہ ہے کہ جمالیات کی خوبیوں کی طرف توجہ مبذول کرائی جائے۔ کیونکہ ہر افسانہ و نظم میں دکھ درد کی کراہ اور روٹی روٹی کی پکار، ہر جگہ سرمایہ داری کے تذکرہ سے جمالیاتی ذوق کو سیری نہیں ہوتی۔

زیرِ طبع کتب

عبدالحق اکیڈمی

کتاب	مصنف
۱۔ کلیاتِ فانی	فانی بدایونی
۲۔ یادِ ایّام	عبدالرزاق کانپوری
۳۔ مقالات	مولوی عبدالحق
۴۔ انور (ناول)	منشی فیاض علی
۵۔ روزنامچہ	قاضی عبدالغفار
۶۔ نقشِ امروز	〃 〃
۷۔ نئی بیماری	مہندرناتھ
۸۔ طوفان	نثار احمد
۹۔ مقدس چرخہ	حسن الدین خاموش
۱۰۔ ماں کی مامتا	〃 〃
۱۱۔ نئے افسانے	عزیز احمد

دارالاشاعت سیاسیہ

کتاب	مصنف
۱۔ سفرنامۂ بلادِ اسلامیہ	قائدِ ملت بہادر یار جنگ علیہ الرحمہ
۲۔ خطباتِ بہادر یار جنگ	ادارہ
۳۔ تقاریرِ بہادر یار جنگ	ادارہ
۴۔ سوانحِ بہادر یار جنگ	ادارہ
۵۔ اقبال اور وطنیت	عبدالقدوس ہاشمی
۶۔ پولٹیکل ڈکشنری	〃 〃
۷۔ قرآنی تصورِ مملکت	شاہد حسین رزاقی
۸۔ معاہداتِ آصفیہ	عمر یافعی
۹۔ ہمارے کارخانے	منظور الحسن ہاشمی
۱۰۔ سیاسی نظمیں	نظر حیدرآبادی
۱۱۔ دساتیرِ عالم	شاہد حسین رزاقی

سول ایجنٹ کتاب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) حیدرآباد دکن

تتمہ ۱۸

ماہ شہریور سنہ ۱۳۵۴ف

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند)

شاہ راہ عثمانی حیدرآباد دکن

نوٹ۔ براہ کرم شرکا بوقت واد وستد فن اور نشان فن کا حوالہ ضرور دیں

تعداد کتب (۵۹۶۵+۴۵=۶۰۱۰) تعداد مصنفین (۱۵۳۹+۴=۱۵۴۳)

نشان فن	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف یا مترجم	سنہ اشاعت	ناشر یا مطبع	قیمت	نشان علم	کیفیت
			اسلامیات الف				
۱۷۹	انیس الواعظین	حکیم ظہیر احمد شاہ	۰	ٹیکسٹن پریس لاہور	عہ ۱۲ آر	۵۹۶۶	ترجمہ
			فقہ الف				
۲۶	کنز دقائق	حکیم ظہیر احمد شاہ	۰	گلزار ہند پریس لاہور	عہ ۱۲ آر	۵۹۶۷	ترجمہ

زیرِ طبع کتب

عبدالحق اکیڈیمی

۱۔ کلیات فانی — فانی بدایونی
۲۔ یادِ ایام — عبدالرزاق کانپوری
۳۔ مقالات — مولوی عبدالحق
۴۔ انور (ناول) — منشی فیاض علی
۵۔ روزنامچہ — قاضی عبدالغفار
۶۔ نقشِ امروز — ″
۷۔ نئی بیماری — مہندر ناتھ
۸۔ طوفان — نثار احمد
۹۔ مقدس چرخہ — حسن الدین خاموش
۱۰۔ ماں کی ممتا — ″
۱۱۔ نئے افسانے — عزیز احمد

دارالاشاعت سیاست

۱۔ سفرنامۂ بلادِ اسلامیہ: قائد ملت بہادر یار جنگ علیہ الرحمہ
۲۔ خطبات بہادر یار جنگ — ادارہ
۳۔ تقاریر بہادر یار جنگ — ادارہ
۴۔ سوانح بہادر یار جنگ — ادارہ
۵۔ اقبال اور وطنیت — عبدالقدوس ہاشمی
۶۔ پولیٹیکل ڈکشنری — ″
۷۔ قرآنی تصور مملکت — شاہد حسین رزاقی
۸۔ معاہدات آصفیہ — عمر یافعی
۹۔ ہمارے کارخانے — منظور الحسن ہاشمی
۱۰۔ سیاسی نظمیں — نظر حیدرآبادی
۱۱۔ دساتیر عالم — شاہد حسین رزاقی

تتمہ

ماہ شہریور سنہ ۱۳۵۴ ف

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند)

شاہ راہ عثمانی حیدرآباد دکن

نوٹ - براہ کرم شرکا بوقت داد وستد فن اور نشان فن کا حوالہ ضرور دیں

تعداد کتب (۵۹۶۵+۴۵=۶۰۱۰) تعداد مصنفین (۱۵۳۹+۴=۱۵۴۳)

نشان فن	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف یا مترجم	سنہ اشاعت	ناشر یا مطبع	قیمت	نشان قلم	کیفیت
			اسلامیات الف				
۱۷۹	انیس الواعظین	حکیم ظہیر احمد شاہ	۰	لیکسٹن پریس لاہور	۱۲ آر	۵۹۶۶	ترجمہ
			فقہ ۲ الف				
۲۶	کنز دقائق	حکیم ظہیر احمد شاہ	۰۰	گلزار ہند پریس لاہور	۱۴ آر	۵۹۶۷	ترجمہ

افسانہ ب۲						
۵۷۰	اشارے	طاہر میر	۰	تہار ادب بکڈپو کشمیر	عکر ۸ر	۵۹۶۸
۵۷۱	حکایات و احساسات	سید سجاد حیدر	۱۹۳۰ء	مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ	عہ ۹ر	۵۹۶۹
۰	۰	۰	۰	۰		
۵۷۲	خلش	خالد حسن قادری	۱۹۴۴ء	ادارۂ ادبیات جدید لاہور	عکر ۱۳ر	۵۹۷۰
ناول ب۳						
۸۰۳	حسن سوگوار	ایم - اسلم	۰	کتب خانہ دار البلاغ لاہور	۱۱ر ۶ر	۵۹۷۱
۸۰۴	رنگین زمانہ	محبوب حسن صوفی	۰	نظامی پریس لکھنؤ	عہ ۱۴ر	۵۹۷۲
۸۰۵	عورت	سرت چندر چٹرجی	۰	حجازی پریس لاہور	عاں ۲ر ۸ر	۵۹۷۳
مضامین و مقالات ب۶						
۹۴	ارضی دیوتا	خلیل جبران	۱۹۴۵	اردو محل لاہور	عاں ۸ر	۵۹۷۴
۴۵	مقالات اسلم	محمد اسلم جیراجپوری	۰	نیشنل بک ڈپو دہلی	عاں ۱۳ر	۵۹۷۵
ادبی تنقید ب۷						
۹۰	اندازے	فراق گورکھپوری	۰	ہندوستانی پبلشنگ ہاؤس الہ آباد	للعہ ۴ر	۵۹۷۶
تاریخ ادب ب۹						
۳۰	تاریخ ادب ہندی	سید ظہیر الدین علوی	۱۹۴۲ء	رام نراین لعل الہ آباد	سے ۲ر	۵۹۷۷
۳۱	داستان اردو	نصیر حسین خاں	۰	ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد	صر ۱۰ر	۵۹۷۸
نظم ب۱۱						
۴۸۲	اسرار	علی اختر	۱۹۴۴ء	رزاقی مشین پریس حیدرآباد	سے ۲ر	۵۹۷۹

۴۸۳	خیابان ترنم	شہید مجیلی شہری	۱۹۳۶ء	مطبع اسرار کریمی الہ آباد	عاں	۵۹۸۰	
۴۸۳	〃 〃 (نسخۂ ثانی)	〃 〃	۱۹۳۶ء	〃 〃 〃	وآں	۵۹۸۱	
۴۸۴	کلام قدسی	سید اسد الرحمن قدسی	۔	لطیفی برقی پریس دہلی	۴ر	۵۹۸۲	
۴۸۵	معراج نہ مرکامل	۔ ۔ ۔	۔	کمکیٹشن پرنٹنگ پریس لاہور	۵ر	۵۹۸۳	
۴۸۶	یادگار ماجد	سید ماجد علی	۱۹۳۶ء	انڈین پریس الہ آباد	۹ر	۵۹۸۴	

تاریخ راماج

۴/۱	غلبہ روم	ظفر علیخاں	۔	کنول بکڈپو لاہور	۶ر	۵۹۸۵	
۴/۲	〃 〃 (نسخۂ ثانی)	〃 〃 〃	۔	〃 〃 〃	۶ر	۵۹۸۶	

طب ش

۶۸	خیر التجارب	خواجہ بیدالاسلام فرخ یاں	۔	————	۸ر	۵۹۸۷	
۶۹	صنعت اکبر	حکیم یوسف حسن صاحب	۱۹۴۱ء	دین محمدی پریس لاہور	۱۴ر	۵۹۸۸	
۷۰	طب قدیم اور طب جدید	حکیم محمد اسمٰعیل	۱۳۵۷ھ	شمس المطابع حیدرآباد	۱۲ر	۵۹۸۹	

متفرقات ل

۸۱	آزادی کی سلطنت	بی۔ کے نارائن	۱۹۴۲ء	اندرا پبلشنگ کمپنی حیدرآباد	۲/۱۲ر	۵۹۹۰	
۸۲	افتتاح منڈ آئرسنگ گیری	بالا سنگھ	۱۹۳۱ء	رحیم پریس چھتہ بازار	۸ر	۵۹۹۱	
۸۳	تذکرہ دار العلوم	نصیر الدین ہاشمی	۔	اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۸ر	۵۹۹۲	
۸۴	خستکار	قطب یار جنگ بہادر	۱۳۴۳ف	رحیم پریس چھتہ بازار	عـہ	۵۹۹۳	

دستکاری ن ۳

۵۲	خزینہ کشیدہ کاری نمبر (۱)	۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔	ناصر بک ڈپو دہلی	۱۵ر	۵۹۹۴	
۵۳	〃 〃 نمبر (۲)	۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔	〃 〃 〃	۱۵ر	۵۹۹۵	
۵۴	〃 〃 نمبر (۳)	۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔	〃 〃 〃	۱۴ر	۵۹۹۶	

۵۵	خزینہ کشیدہ کاری نمبر (۴)	۔۔۔۔۔	۔	ناصر بک ڈپو دہلی	۹ / عہ	۵۹۹۷	
۵۶	ر ر نمبر (۵)	۔۔۔۔۔	۔	ر ر ر	۱۲ / ۱ر	۵۹۹۸	

کہانیاں (۱)

۳۹۴	الف لیلا کے افسانے حصہ سوم	(مرتبہ) الیاس آر عجیبی	۔	بچوں کا بک ڈپو دہلی	۴ / عہ	۵۹۹۹	
۳۹۵	ایک طالب علم اور جن	ایم ۔ اسلم	۔	ادارۂ ادب جدید حیدرآباد	۷ر	۶۰۰۰	
۳۹۶	باتونی بچوا	اشرف صبوحی	۔	ر ر ر	۶ر	۶۰۰۱	
۳۹۷	بولتی کتیلی، چھینکی خاں	مسلم ضیائی	۔	عبدالحق اکیڈمی حیدرآباد	۸ر	۶۰۰۲	
۳۹۸	تمنا پریوں کی کہانیاں	۔۔۔	۔	انوار احمدی پریس الہ آباد	۴ / عہ	۶۰۰۳	
۳۹۹	چیرٹی مار	ایم ۔ اسلم	۔	انتظامی پریس حیدرآباد	۷ر	۶۰۰۴	
۴۰۰	دغاباز دوست	کوثر چاند پوری	۱۹۴۴ء	عبدالحق اکیڈمی حیدرآباد	۱۲ر	۶۰۰۵	
۴۰۱	زمین دوز شہر کے کیڑوں کا انتقام	رضیہ سلطانہ	۔	نیا کتاب گھر دہلی	۱۰ر	۶۰۰۶	
۴۰۲	سمندری جہاز	شجاع احمد قائد	۱۹۴۳ء	عبدالحق اکیڈمی حیدرآباد	۴ر	۶۰۰۷	
۴۰۳	شیشی تارو، کالا دیو، یورا شیما	مسلم ضیائی	۱۹۴۴ء	ر ر ر	۸ر	۶۰۰۸	
۔	۔	۔۔۔	۔	۔۔۔	۔۔	۔	۔
۴۰۴	شریر شیرا	اشرف صبوحی	۔	ادارہ ادب جدید حیدرآباد	۵ر	۶۰۰۹	
۴۰۵	شیخ ادریس	حسرت	۔	تاج کمپنی لاہور	۳ر	۶۰۱۰	

چٹنی بازو
اُردو پڑھاؤ
اُردو پڑھو
عبدالحق اکیڈمی
حیدرآباد دکن

اگست ستمبر ۵۹ء
ہماری کتابیں
تکملہ ۔ تبصرہ
مذکرہ

ہماری کتابیں

مدیر سید علی شبّر حاتمی بی۔ ایس۔ سی (عثمانیہ)

جلد (۳) | ماہ مہر آبان سنہ ۱۳۵۴ ف م اگست و ستمبر سنہ ۱۹۴۵ء | نمبر (۹-۸)

اداریہ

اس مرتبہ قابل مطالعہ کتاب کے سلسلہ میں "ہیگل، مارکس اور اسلام" کو پیش کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے ہیگل، مارکس اور اسلام کے اصولوں کا فرق معلوم ہوگا ہیگل کی مملکت اور اسکا فلسفہ نہ کسی اصول کا پابند ہے اور نہ کسی کے آگے جوابدہ۔ مارکس کے مطمح نظر میں انسانی اصول اور احکام معاشی ضروریات کے تابع اور اسکے سامنے جوابدہ ہیں اور اسلامی اصول کسی جمہور کے سامنے نہیں بلکہ دستور قرآنی کے تابع ہیں ان تینوں اصولوں کے سمجھنے کے لئے کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

تذکرہ میر حسن دہلوی سے کون اہل ذوق واقف نہیں جنکی مثنوی "سحر البیان" نے ادب اردو میں اس قیمتی سرمایہ کا اضافہ کیا جسکو اردو شاعری اپنا مایۂ ناز شاہکار کہہ سکتی ہے۔ جسکے ذریعہ زبان اردو کی اصلاح اتنی مدت میں اس قدر ہوگئی کہ اسکے لئے مصلحین کی ایک زبردست جماعت اور کافی مدت درکار تھی۔ اسکی زبان آج بھی ویسی ہی مستند اور ٹکسالی ہے جیسی کہ اسوقت تھی قطع نظر اسکے کہ بہترین شعراء میں شمار ہوتے ہیں انکی یہ ادبی خدمت عین اسوقت شروع ہوئی جب عروس سخن کو یا تو بیجا تکلفات سے بھونڈا بنایا جارہا تھا یا اسے بالکل برہنہ کرنیکی کوشش کی جارہی تھی۔

علی شبر حاتمی

تذکرہ

میر حسن دہلوی

جناب عبدالقیوم صاحب فنا ناطق

زمانہ کی کروٹوں نے جس قدر انقلابات پیدا کئے، ان میں ارتقاء زبان کا مسئلہ ہمیشہ خاص اہمیت قائم کئے رہا۔ دلی بنی، زبان سدھری، دلی بگڑی تو زبان کے تار و پود بھی منتشر ہونے شروع ہو گئے۔ ہر زبان اپنے زمانہ کا معنوی آئینہ رہی ہے۔ ابتدا میں جب اردو بنی، ہندی زیورات سے سجائی گئی۔ بعد میں فارسی پوشاک سے آراستہ ہو کر اس نے عروس سخن کا دلربا لقب پایا۔ بالآخر اس کی موہنی صورت کے شیدائیوں نے اپنی جدت طرازیوں کی رنگ آمیزیوں سے ایک طرف اس کے حسن و جمال کو نکھارنا شروع کر دیا تو دوسری طرف اس کے محسن اور ذی شعور مربیوں نے اپنی شاعرانہ نکتہ سنجیوں سے اردو میں وہ وہ خوبیاں پیدا کیں کہ اقطاعِ عالم کی تمام متمدن اور ممتاز زبانوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان مربیان اردو کو "مصلحین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مصلحین اردو کے دو مختلف گروہ بن چکے تھے۔ ایک چاہتا تھا کہ اردو کو فارسی اور عربی کی آمیزش سے مزین اور پُرشوکت کیا جائے۔ دوسرے کی یہ خواہش تھی کہ اردو کو اس قدر ٹکسالی کیا جائے کہ اس کے کشکول میں چند عامیانہ محاورات، چند سوقیانہ اصطلاحات اور چند مروجہ ہندی الفاظ کے سوا کچھ نہ رہے۔ اردو کے ایسے پرخطر اور ہنگامہ خیز دور میں ایک ایسے اعتدال پسند مصلح کی ضرورت تھی کہ جس کی رہنمائی میں اردو اعتدال کی منزل کی طرف گامزن ہو۔

میر حسن دہلوی کا شمار ان مصلحین اردو میں کیا جاتا ہے جنہوں نے اردو کو پہلی مرتبہ اس نشیب و فراز سے نکال کر ایک معتدل، ہموار اور مسطح زینہ پر پہنچانے کی سعی بلیغ کی۔ جن کی مشہور و مقبول مثنوی "سحر البیان" آج بھی اس دعویٰ کی دلیل اور اس حقیقت کا آئینہ ہے۔۔

پیدائش، وطن اور خاندان، سنہ ۱۱۴۰ ہجری - پرانی دہلی کے محلہ سید واڑہ میں پیدا ہوئے - اور یہی دہلی ان کی شاعری کا بھی وطن ہے - میر غلام حسین ضاحک کے خلف الصدق اور مشہور خاندانِ سادات کے فرد ہیں - جن کے بیٹے خلیق اور پوتے میر انیس ہیں - ان کے اجداد شہر ہرات کے مشہور خانوادۂ سادات سے تھے - ان کے جدِ اعلیٰ میر امامی ہندوستان آئے اور یہیں فروکش ہو گئے - جن کے اخلاف نے دامنِ اردو کو جواہراتِ فصاحت و بلاغت سے پُر کر دیا -

تعلیم و تلمذ، بچپن میں درسی کتابیں اپنے والد ضاحک ہی سے پڑھیں، اور خوش نویسی میں کمال حاصل کیا - فارسی میں ید طولیٰ میسر تھا تو عربی سے بھی ناواقف نہ تھے -

جب شاعری کے فطری ذوق نے اکسایا تو ابتداء میں خواجہ میر دردؔ سے اصلاح شعر کی - پھر مرزا رفیع سوداؔ کے شاگرد ہو گئے - اس کے بعد اودھ پہنچکر میر ضیا الدین ضیاؔ، کی شاگردی کی - لیکن خود ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ضیاؔ کے شاگرد تھے -

بود و باش اور ذریعہ معاش، بارہ سال کی عمر تک دہلی رہے پھر دہلی کی تباہی اور بربادی کے وقت اپنے والد میر ضاحک کے ساتھ فیض آباد چلے آئے - یہاں نواب سالار جنگ بہادر برادر بہو بیگم صاحبہ کے دربار میں ملازم ہو گئے - فیض آباد آتے ہوئے تھوڑے عرصے ڈیگ میں بھی قیام کیا یہیں سے ایک مرتبہ شاہ مدار کی چھڑیوں کے ساتھ سفر کیا جس کا مفصل حال اپنی مثنوی گلزار ارم میں لکھا ہے گلزار ارم لکھنؤ کی ہجو اور فیض آباد کی تعریف میں لکھی ہے - اس مثنوی کا ایک نسخہ نہایت صحیح اور خوشخط کتب خانہ ندوہ میں موجود ہے - بہرکیف فیض آباد میں خاندان بہو بیگم کی ملازمت سے ان کی زبان کو جو فروغ ہوا، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک باقاعدہ دفتر تھا جس میں ایسے محاورے اور مثلیں جو بہو بیگم صاحبہ کے گھر میں بولی جاتی تھیں، باقاعدہ درج ہوتی رہتی تھیں، اور میر حسن اسی کے افسر اعلیٰ مقرر کئے گئے تھے - سنہ ۱۱۷۵ء میں جب دار السلطنت فیض آباد سے بدل کر لکھنؤ ہو گیا تو یہ بھی لکھنؤ چلے آئے - نواب سالار جنگ کی ملازمت کے بعد مرزا نوازش علی خان کی مصاحبت میں بھی چند روز رہے جو نواب موصوف کے بڑے صاحبزادے تھے - لکھنؤ میں ان کی آمد نواب آصف الدولہ کی مسند نشینی کے زمانے میں ہوئی -

موت، لکھنؤ کے قیام میں ماہ محرم سنہ ۱۲۰۱ھ میں پچاس سال کی عمر میں انتقال ہوا - تاریخ وفات مصحفی نے "شاعر شیریں بیاں" کہی (۱۲۰۱ھ)

مرزا علی لطف ۱۲۰۵ھ ہجری لکھتے ہیں، جو زیادہ قابل اعتبار نہیں۔

اخلاق و عادات یہ نہایت خوش مزاج، ہشاش بشاش، ظریف اور بذلہ سنج تھے۔ ہزل و فحش سے کبھی زبان کو آلودہ نہیں کیا۔ نہایت شیریں زبان، خلیق اور ملنسار تھے۔ کبھی کسی شخص کو شکایت کا موقع نہیں دیا اور نہ کسی تذکرہ نویس نے ایک حرف ان کے خلاف لکھا۔

میر حسن کاملین فن کی نظر میں یہ کس رتبہ کے شاعر اور کس درجہ کے فن کار ہیں، ملاحظہ کیجئے۔

"ایک قابل جوان نوکر پیشہ ہے۔ . . ."
"اور میانہ وضع رکھتا ہے۔"
(نکات الشعراء۔ میر تقی میر)

"ابتداء عمر سے اس کی طبیعت موزوں"
"ہے اور وہ خود کو بھی اس عظیم الشان"
"فن کی جانب متوجہ رکھتا ہے..؟"
"اس شہر لکھنؤ میں اس کے کلام نے"
"بڑا رواج پایا۔ اس نے اپنی"
"قوت ممیزہ کے سبب اساتذۂ مسلمہ"
"مثل خواجہ میر درد۔ سودا۔ میر وغیرہ"
"کی راہ پر چل کر اور پھر اس"
"راہ کو چھوڑ کر اپنی زبان حد درجہ"
"پاکیزہ اور شستہ بنائی۔ ضخیم دیوان"
"مرتب، اور متعدد مثنویاں نظم کیں"
"اور خصوصاً آخری مثنوی سحر البیان"
"میں تو کمال دکھا دیا۔" (تذکرہ مصحفی)

تصانیف تصانیف میں ایک دیوان اردو، جس میں تمام اقسام سخن، غزل، ترکیب بند، مخمس، واسوخت، مثلث وغیرہ موجود ہیں۔

مثنوی "سحر البیان" (قصہ بینظیر و بدر منیر) لاجواب و بے مثل مثنوی ہے۔ جو ۱۱۹۹ھ ہجری مطابق ۱۷۸۵ء میں تصنیف ہوئی اور نواب آصف الدولہ کے نام نامی پر معنون کی گئی، اس میں شہزادہ بینظیر اور شاہزادی بدر منیر کے عشق کا افسانہ ہے۔ قصہ پرانے رنگ کا ہے۔ اس کا ترجمہ میر بہادر علی نے ۱۲۱۷ھ میں "نثر بینظیر" کے نام سے کیا ہے۔

مثنوی گلزار ارم ۱۱۹۲ھ م ۱۷۷۸ء میں لکھی، جس کو گارسن ڈی تاسی، اور بلوم ہارڈ نے مثنوی سحر البیان کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے، اس میں شاہ مدار کی چھڑیوں کے میلہ کا مفصل حال ہے۔ جس سے اس زمانے کے مختلف رسم و رواج، زنانہ لباس، شادی بیاہ، ناچ رنگ وغیرہ کے دلچسپ حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں فیض آباد کی تعریف اور لکھنؤ کی مذمت بھی موجود ہے۔

تیسری مثنوی "رموز العارفین" ہے

اس کا ذکر کسی تذکرہ نویس نے نہیں کیا لیکن خود میر حسن نے تذکرۃ الشعرا میں لکھا ہے۔ ان کے علاوہ متعدد مثنویاں اور بتائی جاتی ہیں۔ بعض تذکروں سے ان کی مثنویوں کی تعداد گیارہ معلوم ہوتی ہے، لیکن ان میں اکثر نایاب ہیں۔ انھوں نے متعدد ہجویں بھی لکھی ہیں، مثلاً ہجو عظیم کشمیری۔ ہجو قصاب۔ نقل کلاونت، ہجو مکان وغیرہ۔ ان سب ہجوؤں میں تہذیب کا دامن میر حسن کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ چند قصائد بھی لکھے تھے، جن میں سات قصیدے موجود ہیں۔ چند مرثیے اور سلام بھی ہیں لیکن ان میں کوئی کمال نہیں۔ تذکرۃ الشعرا ان کا فارسی میں لکھا ہوا تذکرہ ہے جس میں تقریباً تین سو شعرا کا ذکر ہے، جو ۱۱۸۸ھ اور ۱۱۹۲ ہجری کے درمیان لکھا گیا۔ مصنف نے اسے تین دوروں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا دور فرخ سیر سے پیشتر کے شعرا، دوسرا دور فرخ سیر کے بعد محمد شاہ کے زمانے تک کے شعرا، پر مشتمل، تیسرا دور خود اپنے معاصرین کا۔

مثنوی سحر البیان کی خصوصیات اس میں سب سے مقدم زبان کی صفائی اور محاورہ بندی ہے، اور اس طرح سیکڑوں شعر محاورہ کی صورت میں زبانوں پر چڑھ گئے۔ اس مثنوی میں علاوہ صفائی بیان اور لطفِ محاورہ کے شوخیٔ مضمون قابلِ دید ہے۔ سوال و جواب کی نوک جھونک، پر لطف مذاق کی باتیں ایسی ہیں، جنھیں پڑھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ان سب پر طرہ یہ کہ کتاب کو لکھے ایک سو چونسٹھ سال ہو گئے لیکن زبان آج بھی وہی بولی جاتی ہے جو میر حسن لکھ گئے۔ بلکہ آج زبان کا وہ حسن بہ مشکل پایا جاتا ہے۔ اسی سے متاثر ہو کر آزاد چیخ اٹھے اور یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ "کیا انھیں سو برس آگے والوں کی باتیں سنائی دیتی تھیں؟ کہ جو اس وقت کہا صاف وہی محاورہ وہی گفتگو ہے، جو آج ہم بول رہے ہیں۔" علاوہ ازیں اس میں نہایت دلچسپ جزئیات، مثلاً قدیم زمانہ کا لباس، زیور، شادی بیاہ کے رسوم، ہر بات کا سامان وغیرہ نہایت صحیح اور مکمل بیان کئے ہیں۔ یہی ثبوت اس بات کے لئے کافی ہے کہ میر حسن کا مذاق سخن کتنا لطیف اور پاکیزہ تھا۔

طرز کلام کلام میں سلاست اور صفائی بعد درجہ پائی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ منھ سے پھول جھڑتے ہیں۔ غزل، رباعی، مثنوی، مرثیہ سب خوب کہتے تھے۔ البتہ قصیدہ زور دار نہ تھا اور مثنوی کہا تو کمال حاصل تھا۔ ان کی غزلیں میر سوز اور میر تقی میر کی غزلوں کا لطف دیتی ہیں۔ وہی عاشقانہ رنگ، وہی سادگی، وہی دلفریبی پوری طرح پائی جاتی ہے

اب مکمل محاسن کی تشریح، جو ان کے کلام میں
پائے جاتے ہیں، ذیل میں کی جاتی ہے:۔

خصوصیات کلام: (۱) فصاحت و بلاغت کا فروغ (۲) سلاست
وصفائی بیان کا ارتقاء (۳): محاورہ و معاملہ
بندی اور محاکات نویسی کی بدرجہ اتم مثالیں،
ان کے علاوہ خصوصی ندرت یہ کہ انہوں نے
صدہا محاورات شعر کے ذریعہ عوام کے
زبان زد کر دیے جو آج تک استعمال ہوتے
ہیں۔ (۴) سیدھے سادھے مضمون میں ظرافت
کا جدت طراز و اضح پہلو۔ (۵) زبان
کی صفائی و پاکیزگی کا وہ اعلیٰ معیار جو آج
تک قائم ہے۔ (۶) مثنوی کو اس طرح عروج
پر پہنچایا کہ اس کے مخصوص انداز اور ضروریات
کے لحاظ سے آج تک کوئی اس سے اونچا پایہ
قائم نہ کر سکا۔ (۷) ثقیل اور غیر فصیح الفاظ
فارسی اور عربی کے، زبان سے خارج کر کے
ہندی اور مقامی حسین الفاظ دامن اُردو کے
گوشہ میں ملا سکے۔ (۸) صنعتوں کا استعمال
اس طرح بے تکلف اور مناسب کیا کہ اس سے
کلام میں زور اور حسن پیدا ہو گیا، مثلاً
صنعت اعداد:۔

صحن اس کا بتاؤں کس مقدار
ایک دو تین چار پائی وار

پانچ بلی کا کہنہ سا چھپر
ساتھ سایہ کے دھوپ آٹھ پہر
نوکا یا دس کڑی کا اک دالان
تیسرا اک ٹوٹے جھونپڑے کی شان

ان نظائر سے ظاہر ہے کہ میر حسن اپنے
زمانے کے سب سے بہتر زبان کے آراستہ پیراستہ
کرنے والے شاعر ہیں۔ جو سادگی اور بے تکلفی
کلام میں انہوں نے پیدا کی اس سے نہ صرف
مشکل پسندیاں اور دقیق فارسی الفاظ و
ترکیبوں کی بیخ کنی ہوئی بلکہ زبان اردو سنور
گئی۔ ان کی مثنوی "سحر البیان" پر جس قدر زبان
اُردو ناز کرے کم ہے۔ اگر فردوسی اپنی
فارسی مثنوی "شاہنامہ" کی بدولت فارس
اور یورپ والوں سے اسے "قرآن العجم" کہلا
سکتا ہے تو "سحر البیان" بھی اپنے مخصوص رنگ
اور خصوصیات میں کسی طرح اس سے پیچھے نہیں
فرق صرف دونوں کے مضمون کا ہے۔ وہاں
فردوسی کے پاس رزمیہ کے لئے اکثر شاندار
اور زوردار الفاظ کا ذخیرہ ہے تو میر حسن
کے پاس بزمیہ اور بزم حسن و عشق کے مناسب
زبان اور انداز بیان ہے۔ انہوں نے
ایسے میں کہ فارسیت پوری طرح اپنے پنجۂ
اقتدار میں اُردو زبان کو جکڑ رہی تھی، ہندی
اور مقامی حسین الفاظ، فصیح اور بلیغ ترکیبیں بزم
اُردو سے۔ نکالی جا رہی تھیں، نہ صرف

انھیں واپس لیا اور ان کے مقام پر کار آمد بنا
بنایا بلکہ اس سے کہیں زیادہ حسین و جامع الفاظ
کا ذخیرہ زبان اردو کے حوالہ کیا بلکہ مثنوی کے
ذریعہ غزل کو زبردست دولت دی۔ یہاں
ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں
اور وہ یہ کہ بعض تذکرہ نویسوں نے اُن کی
زبان کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ "میر حسن
میر تقی میر کی راہ پر چلے" اس میں شک نہیں کہ
اس راہ کو سب سے زیادہ قوت سے میر ہی
نے کھولا، دوسرے غزل گوئی میں انھوں نے
عجیب رنگ پیش کیا۔ تیسرے چونکہ سوداگذر
بہت تھا ان وجوہ کی بناء پر اولیت ان کا
حصہ رہی۔ اور افضلیت کی پگڑی ان ہی کے
سر باندھی گئی۔ لیکن جب مختلف تذکروں کے
اختلافات کے باوجود جو میر کی تاریخ وفات
میں مختلف ہیں نظر ڈالی جائے تو بعض تذکروں
کی رو سے وہ میر سے پہلے انتقال کر چکے
تھے وہ بھی پچاس سال کی عمر پا کر اس دنیا
سے سدھار سے دوسرے ان کی زبان میں
وسعت اس کا پتہ دے رہی ہے کہ انھیں
وسعتِ زبان میں میر سے یقیناً برتری ہے
پھر یہ کہ ان کا فطری رجحان مثنوی کی جانب
زیادہ رہا، اسی کے ساتھ ان کی پختگی اور
کلام میں تکمیل کا درجہ ان کے انتقال سے
بہت پہلے ثابت و قائم ہو چکا تھا تو اس عنوان
سے کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ اتنی مدت میں جو دونوں
کو تقریباً ساتھ لئے جا رہی تھی، میر حسن پر میر تقی
میر کی تقلید کا اثر اور پیروی مترتب ہوتی ہو
اس سے ہٹ کر یہی تذکرے مثنوی میں میر کو
کوئی درجہ نہیں دیتے، بلکہ ان کی شاعری کا
کمزور پہلو بتلاتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس
باکمال شاعر کے کمالِ فن پر تقلید ایک طرح کا
الزام کہی جا سکتی ہے اور یہ کہاں تک قرینِ انصاف
ہے۔ آئیے اب نمونہ کلام سے بیان کی ہوئی
خصوصیات کو مطابق کریں:۔

نمونہ غزل:۔

نہ رکتی تھیں آنکھیں نہ تھمتے تھے آنسو
حسن تجھ کو کیا رات غم تھا کسی کا

اس شوخ کے جانے سے عجب حال ہے میرا
جیسے کوئی بھولا ہوا پھرتا ہے کچھ اپنا

میں حشر کو کیا روؤں کہ اٹھ جانے سے تیرے
برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت تو یہیں اور

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ
بس آج کی شب بھی سو چکے ہم

نمونہ مثنوی "سحر البیان":۔

کھڑا ایک گمگیرہ زرنگار
کہ تھے جس کی جھالر پہ موتی نثار
مغرق بچھی مسند اک جگمگی
کہ تھی چاندنی جس کے قدموں لگی

نہ بھولے سماتے تھے تکیے دھرے
کہ تھے وہ فقط حسن ہی سے بھرے

—٭—

(بدر منیر) :—

برس پندرہ پر ایک کا سن وسال
نہایت حسیں اور صاحبِ جمال
وہ ٹہنی سے تکیے پہ اک ناز سے
سرِ نہر بیٹھی تھی انداز سے
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام،
قیامت کرے جس کو جھک کر سلام
یہہ دیکھا جو قدرت کا اُس نے کمال
کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال
درختوں سے وہ دیکھتا تھا نہاں،
کسی کی نظر جا پڑی ناگہاں،
جو دیکھے تو ہے اک جوانِ حسیں
درختوں کی ہے اوٹ میں مہ جبیں
کسی نے کہا، ہے پری یا کہ جن
کسی نے کہا، ہے قیامت کا دن
یہہ آپس میں باتیں جو ہونے لگیں
اشاروں سے گھاتیں جو ہونے لگیں
گئی بات پر شاہزادی کے گوش،
یہہ سنتے ہی جاتا رہا اُس کا ہوش،
کہا میں تو دیکھوں یہ کہہ کر اُٹھی
گیا سنسنا جی تو رہ کر اُٹھی

خواصوں کے کاندھے پہ رکھ اپنا ہاتھ
عجب اک ادا سے چلی ساتھ ساتھ
جو دیکھی تو ہے اک جوانِ حسیں
کھڑا ہے وہ آئینہ سا مہ جبیں
برس پندرہ یا یہ کہ سولہ کا سن
جوانی کی راتیں، مرادوں کے دن
وہ عشق کی تیغ کھائے ہوئے
کھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے
گئی اُس جگہ جب کہ "بدرِ منیر"
اور اُس نے جو دیکھا شہ "بے نظیر"
گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل
نظر سے نظر، جی سے جی، دل سے دل
غرض "بے نظیر" اور "بدرِ منیر"
گرے دونوں آپس میں ہو کر اسیر
غضب منہ پہ ظاہر نہاں دل میں چاہ
نہاں آہ، آہ اور عیاں واہ واہ
یہہ ہے کون کمبخت آیا یہاں
میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں
یہہ کہتی ہوئی آن کی آن میں
چھپی اپنے جا کر وہ دالان میں
کہ اتنے میں آئی وہ دخترِ وزیر
لگی ہنس کے کہنے کہ "بدرِ منیر"
مری طرف ٹک دیکھ تو ہائے ہائے
مثل ہے کہ من چاہے منڈیا ہلائے

—٭—

(تہذیب ومتانت)۔

پہر رات تک ہنسنا اور بولنا
در عشق اور حسن کو کھولنا

(بینظیر کا گرفتار مصائب ہونا، بدر منیر کی حالت، اور نجم النساء دختر وزیر کی ہمدردی)

لگی کہنے نجم النساء سے بوا
خدا جانے اس شخص کو کیا ہوا
کہا اس نے بی تم کو سودا ہے کچھ
وہ معشوق ہے اس کو پروا ہے کچھ
خدا جانے کس شغل میں لگ گیا
مری چیڑ سے اتنا بھی ہونا خدا
گئی مند کرڑی باندھ آخر کو لیٹ
چھپر کھٹ کے کونے میں منھ کو لپیٹ
ذرا آنکھ لگ گئی جو اس حال میں
تو دیکھا بہت اس کو جنجال میں
کنویں کا ہے منھ بند اس سے اڑی
کئی لاکھ من کی سل ہے اس پر پڑی
صدا واں سے آتی ہے "بدر منیر"
ترے چاہ غم میں ہوا ہوں اسیر
میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جاں
کروں کیا کہ ہے مجھ پہ قید گراں
یکایک گئی آنکھ اتنے میں کھل
پڑے اشک رخسار پر اس کے ڈھل
سنا جب کہ نجم النساء نے حال
ہوئی بیقراری تب اس کو کمال
لگی کہنے وہ یوں نہ آنسو بہا
ترے واسطے میں نے یہ دکھ سہا
بس اب سر بصحرا نکلتی ہوں میں
اسے ڈھنڈلانے کو چلتی ہوں میں
یہ کہہ اس نے زور و اُتار استگار
کیا اپنی پشواز کو تار تار
پھر آئے جو کچھ اس کے ہوش و حواس
سجا تن یہ جوگن کا اس نے لباس
لئے بین پھرتی تھی صحرا نورد
تن چاک چاک اور رخ زرد زرد
بچھا مرگ چھالے کو اور لے کے بین
دو زانو سنبھل کر وہ زہرہ جبیں
کدارا بجانے لگی شوق میں
لگی دست و پا مارنے ذوق میں
بندھا اس جگہ اس طرح کا سماں
کہ خود ہی لگی رقص کرنے وہاں

نمونہ مثنوی گلزار ارم (لکھنو کی مذمت میں)

جب آیا میں دیارِ لکھنو میں
نہ دیکھا کچھ بہار لکھنو میں
بہت ہیں گرچہ اہل اللہ اس جا
وے جا گہ جو بد ہو تو کریں کیا
کسی کا آسماں پر گھر ہوا ہیں
کسی کا جھونپڑا تحت الثریٰ میں
نہیں ہے لکھنو ہے یہ زمانہ
زمانے پر عبث رکھنا بہانا

تعارف

(جناب ع۔ خ صاحب)

اتالیق نسواں :- یہ کتاب منشی احمد علی خاں صاحب نبیرۂ اکبر کی تصنیف ہے جس کو انھوں نے ٹکسٹ بک سوسائٹی پنجاب میں تقسیم کئے ہوئے پانچ حصوں سے دس حصوں پر منقسم کر دیا ہے۔ حصہ اول میں عورتوں کا حساب، دوسرے میں کھانا پکانا۔ تیسرے میں سینا پرونا۔ چوتھے میں انشا اور مضمون نویسی۔ پانچویں میں ابتدائی معلومات چھٹے میں کپڑے رنگنا اور چھاپنا۔ ساتویں میں گوٹہ کناری کی ٹکت۔ آٹھویں میں کڑھت اور چکن دوزی۔ نویں میں جسم کی تشریح اور مفید باتیں اور دسویں میں انتظام خانہ داری کو ہر مذہب کی معمولی لکھی پڑھی لڑکی اور بیاہی عورتوں کے لئے نہایت سلیس زبان میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں عملی طور پر بتایا گیا ہے کہ کس طرح ایک لڑکی سگھڑ کا خطاب یا سلیقہ شعار کا لقب حاصل کر سکتی ہے۔ قیمت (   )

الصالحات : یہ کتاب مولوی محمد مجیب علی صاحب کاکوروی ایم۔ اے (علیگ) نے نجات مشین پریس بجنور سے چھپوا کر شائع کی ہے قابل مصنف نے اس میں ۴۷ صحابیات کے حالات نہایت تحقیق سے لکھے ہیں، اور ان کی مذہبی معاشرتی اور سیاسی زندگی دکھا کر مسلمان خواتین کو اپنی زندگی درست کرنے کا موقع دیا ہے۔

زبان نہایت سلیس اور عام فہم لکھی ہے علاوہ ازیں غیر ضروری اور بلند پایہ تصنیف کی تحقیق کو نظر انداز کر کے اکثر مقامات پر بجائے احادیث ان کا ترجمہ پیش کر دیا ہے جس سے کتاب بہت سہل العبارت اور اور مختصر ہوگئی ہے۔ قیمت عہ ۸ / ۳

اٹھارہ مہینے ہندوستان میں، یہ کتاب جواہر لال نہرو کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے، جس کے فرائض بشیر احمد صاحب انصاری جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے انجام دئے ہیں۔ اس میں فاضل مصنف نے اپنے ۱۹۳۶ء میں یورپ سے واپس آکر کانگریسی صدارت کرنے اور تحریک آزادی کے نئے دور ارتقاء کا حال دلنشین انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کو ہندوستانی سیاسی مسائل سمجھنے میں کافی مددگا

سمجھنا چاہیئے ۔ آج انسانی سماج میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔ اور ہندوستان میں اس حقیقت کا شعور بڑھتا جا رہا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسپین، فلسطین اور چین کے واقعات نے ہندوستان والوں میں جوش پیدا کر دیا تھا۔ کتاب نہایت مفید اور سیاسی دلچسپی رکھنے والوں کے لئے گوناگوں دلچسپیوں سے آراستہ ہے۔ قیمت (۸ روپے)

یوسف دکن، مصنفہ مصطفائی بیگم لیڈی کمشنر خزانہ عامرہ حیدرآباد (دکن) مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز حیدرآباد دکن جس میں خاندان سالار جنگ حیدرآباد (دکن) کی مفصل تاریخ نویسی کی کوشش کی گئی ہے اور

. . . .

اسی احیا کے خیال سے لکھی گئی ہے۔ زبان میں کوئی خاص خوبی نہیں بلکہ عبارت سست اور اور کمزور سی ہے لیکن جہاں تک واقعات کا تعلق ہے، وہ ہماری تحقیق اور معیار سے خارج ہیں۔ قیمت (للعہ)

گریز، مصنفہ عزیز احمد صاحب، ناشر مکتبہ جدید لاہور ۔ یہ سلیس اور سادہ اردو میں لکھا ہوا ایک ناول ہے ۔ صاحب موصوف اپنی قلمی کاوشوں اور شگفتہ کارروائیوں کے لئے خاص شہرت رکھتے ہیں ۔ ان ہی کوششوں میں سے ایک یہ "گریز" ہے، جسمیں گہرے خیالات کو عام سطح پر پیش کرنے میں وہ کامیاب ہیں۔ ناول اپنی دلچسپیوں اور رنگا رنگ مرقعوں اور جھلکیوں میں بہت خوب ہے قیمت للعہ ۱۵ ار ۴۲

تبصرہ

مضامینِ فلک پیما

جناب عبد القیوم صاحب ناطق

فن۔ افسانہ۔ **مصنف**۔ خان بہادر میاں عبد العزیز بی۔ اے۔ **ناشر**۔ ادارۂ ہمایون لاہور مطبع مرکنٹائل پریس لاہور۔ سائز (کراؤن) **صفحات** (۳۸۰) کاغذ سفید دبیز **کتابت وطباعت** دیدہ زیب۔ **قیمت** (عہ)

جناب فلک پیما، ان معرکتہ الآرا ادیبوں میں ہیں، جنہوں نے اردو کے احیاء جدید کی سرگرمیوں کا جائزہ لیکر ہندوستان کے مشہور ادیبوں اور مصنفین کی صحبتوں سے مستفید ہو کر شیخ عبد القادر، میاں فضل حسین جیسے مایۂ ناز ہمعصروں میں اپنی انفرادیت، اپنے قلمی شاہپاروں کے ذریعہ منوالی اور یہ مجموعہ اُن مختلف افسانوں کا ہے جو رسالہ "ہمایون" میں اس کے مدیر اور ارباب ذوق کی تاکیدوں اور اصرار پر اُن کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے مختلف اوقات میں اشاعت کے حوالے فرمائے گئے۔

حضرت فلک پیما کے مضامین کا احاطہ کرنا اُن کے خیالات اور رجحانات مکمل طور پر سمجھنا، اُن ذہنی اور تخئیلی گتھیوں کو سلجھانا، بڑی وسعت نظری اور بلند خیالی کا کام ہے۔ اُن کی زبان سلیس وسادہ، اُن کا طرزِ بیان نہایت دلکش اور عجیب ہے۔ ان کے محسوسات وتخیلات کو سمجھنے کے لئے آئیے، خود ان کے پاس چلیں، سُنئیے، وہ کہہ رہے ہیں:— "میری تمام کوششوں کا مرکز یہ ہے کہ اپنے آپ کو نہ جانو۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے لئے ایک نئی دنیا: آنے والا خواب بنا رہوں" لیکن ان کے مضامین افسانہ بن کر کہہ رہے ہیں کہ وہ اس دنیا میں جہاں انسانیت کا معیار اور اس کی منزل چھین لی گئی ہے اور جو زبردست پہروں میں بند ہو چکی ہے، اس دنیا میں جہاں انسانیت کے نقوش بے عملی کے کثیف اور گندے پانی سے دھوئے جا رہے ہیں، انسان پیکر عمل بن کر اُٹھے، مفلوج بن کر سر راہ بیکار ہی بنا پڑا نہ رہے۔ کائنات کا

نظام خود اس کے ہاتھ میں ہو، اور وہ کسی کا
تابع فرمان نہ ہو، دنیا کی کوئی طاغوتی قوت
اُس کا سر اپنے سامنے نہ جھکا سکے، ہاں
اُس کی نظریں اپنے دل کی جانب جھکیں، اور
نہ صرف جھکیں بلکہ اپنی حقیقت میں اُتر جائیں
وہ زندگی کو خواب بنانا چاہتے ہیں اور خود
کو بھلا دینا۔ کیا خوب، حسین خواب ہیں جس
کی تعبیر عمل اور پیہم عمل، جس کی از خود رفتگی
بزم غفلت و تعطل، اور جس کا بھلاوا عالیہ
خیال غسلائی اور پست فطرتی سے ہے۔

بہرکیف ان کے افسانے "اللہ میاں کے
لیکر متوالے" تسلیاں "دل ناداں" "نئی تاریکی"
"عدالتیں" "صوفی اور ملحد" "مشینوں کی موت"
اگر امرید از کجا ست تا بہ کجا سے ہوتے ہوئے نہ
کھنچنے والی تصویر پر ختم ہو جاتے ہیں جن میں
خیال کی گہرائی اور عام انداز روانی وانجام
کے سوا ایسا طوفان تخیل و حقیقت موجود ہے
جو خوابیدہ جذبات اور ساکت مجسمہ کو اُبھارتا
اور زندہ کر دیتا ہے۔ ادارہ ہمایوں
اس مجموعہ کی پیشکش پر قابل صد تحسین و آفرین ہے

اُردو شاعروں کا البم، فن تاریخ ادب، مؤلف سید زوار حسین زیدی
ناشر۔ غالب بکڈپو دہلی۔ مطبع دلی پرنٹنگ
ورکس دہلی سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ صفحات (۴۰۰) کاغذ سفید
چکنا، دبیز آرٹ پیپر۔ کتابت و طباعت نہایت
حسین بلکہ اردو مطبوعات میں اول نمبر کی،
تصاویر شعراء سے آراستہ، خطوط اور
دستخطی اشعار کی تصاویر سے پیراستہ قیمت پانچ روپے

سید زوار حسین زیدی کا ادبی ذوق
اور ان کا جذبہ تحقیق و تفتیش اردو شاعروں کے
البم کی صورت میں پیش ہو کر سو بار آفریں کا مستحق
ہے، جس میں اردو کے شاعر اول امیر خسرو
کی تصویر سے جن کو چھ سو سال سے زیادہ
گزر چکے، دور حالیہ تک متعدد شعراء کی
بالتصویر سوانح اور بہت شعراء کے دستخطی
شعروں کی تصاویر نے تذکرہ نویسی میں
ایک حسین و جمیل باب کا اضافہ کیا ہے۔ تذکرے
نہایت مستند، جامع اور اکثر نوعیتوں پر
حاوی ہیں۔ کلام پر رائے بہت جامع اور
خصوصیات شماری اجمال مکمل تنقید کا بہترین
نمونہ ہے۔ حقیقت یہ ہے صاحب مولف
نے جن مشکلات اور طباعت و اشاعت کی
مانع راہ میں آگے بڑھ کر اپنی پیشکش، اپنے
ذوق ادب کی تشنگی کو دور کرنے اور اپنے
جذبہ کو تسکین دینے کے لئے فوق العادت
انداز میں سامنے لا رکھی ہے وہ ایک حد
تک بے نیاز تحسین بلکہ خود اپنی تعریف ہے
آرٹ کارڈ پر جنگ کے ہوش رُبا حالات میں تو
اس کی اشاعت عجیب سے عجیب تر بن گئی
ہے۔ بہرحال کتاب ہر نوعیت سے قابل دید ہے

داستانِ اردو، فن تاریخ ادب مصنفہ ادیب الملک نواب نصیر حسین خاں خیال ناشر، ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد (دکن)، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحے (۱۵۰)، کاغذ سفید کھرا کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ **قیمت** (عہ۱۰/ر)

نواب نصیر حسین خاں خیال عظیم آبادی اردو کی حیاتِ جدید میں کشور، سرسید اور علی سجاد عظیم آبادی کے پسندیدہ طالب طرز ادیب ہیں۔ خاندان ارباب ذوق میں سے اور موروثی اہل علم میں ممتاز درجہ کے اہل قلم ہیں، جن کو عربی و فارسی میں دستگاہِ کامل، انگریزی سے پوری واقفیت اور فرانسیسی سے بھی بقدر ضرورت واقفیت حاصل تھی۔ یہی خیال ہیں جنھوں نے حیدرآباد میں رسالہ "حسن" میں فرضی نام سے مضامین لکھ لکھ کر ادبی فضا میں گرمی پیدا کی اور جب علی سجاد عظیم آبادی نے وہیں سے رسالہ ادیب جاری کیا تو اس میں مضمون لکھنے لگے۔ آپ کی زبان دانی کی سرسید اور شرر نے بڑی تعریف کی۔ یہ ان کی نوعمری کا ہی زمانہ تھا۔ کلکتہ گئے اور مدتوں اپنے سسرالی تعلق کے سبب وہیں رہے۔ یہاں ان کا ادبی ذوق بہت بڑھ گیا۔ جس کی نوبت یہ پہنچی کہ مدیران رسائل و اخبارات کی جانب سے فرمائشیں ہونے لگیں حتی کہ ۱۹۰۷ء ہوئیں مولانا ظفر علی خاں کی فرمائش پر "مرثیہ اور مرزا دبیر" بہت ہی جامع مضمون لکھا، جو باقساط "دکن ریویو" میں شایع ہوا۔ آپ نے اکثر "ارژنگ" کے نام سے مضامین لکھے، ازاں بعد ۱۹۱۳ء میں "خالاؤں کا مارا آغا" مضمون "رسالہ ادیب" الٰہ آباد میں بہ اقساط شایع ہو کر ان کی طرز نگارش کا پلہ بہت اونچا کیا۔ جن رسائل میں آپ کے مضامین شایع ہوتے ان میں چند "حسن" "حیدرآباد" "ادیب عظیم آباد" "العصر الٰہ آباد" "گلگدستہ میگزین" "نقیب بدایوں" "جادو ڈھاکہ" "آفتاب کلکتہ" وغیرہ ہیں،

ان اولیات اور نقوش بیگانہ نظر کو چھوڑ کر جن پر عمیق نظر ڈالنے کا ہمیں بدقسمتی سے اتفاق نہیں ہوا، ہمارے پیش نظر ان کی تصنیف "داستان تاریخ اردو" ہے، جو انشا پردازی کا بہترین نمونہ کہی جا سکتی ہے۔ تاریخ زبان اردو کو فاضل اور کامل مصنف نے جس حسین انداز میں پیش کیا ہے، اس کی دلربائی اور جادو نگاری تعریف سے مستغنی ہے۔ ہمیں اس میں جو چیز مابہ الامتیاز ملی وہ انوکھے انداز بیان کے ساتھ تفکر اور وسعت معلومات زبردست سرمایہ ہے اسی کے ساتھ اردو کی حقیقی نشو نما میں جس جھلک کو دستاً بیان کیا جاتا ہے اور جس پر عموماً طائرانہ نظر ڈال کر اکثر مصنفین گزر جاتے ہیں، ان کی تصنیف میں اسکی وہ مدلل

ث بلکہ لفظی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں جو اردو
ہندوستان میں سکّہ رائج کر دینے کا حکم
ہی کہی جا سکتی ہیں۔

فاضل مصنف کے قلم کی نوک بے رنگ
بیگانہ تخئیل الفاظ کے نقش و نگار کبھی
یں بناتی یا یوں سمجھئے کہ وہ اپنی تحریر میں
نے تخیل، مطمح نظر، تحقیق اور بحث میں حسن الفاظ
بھی فراموش نہیں کرتے جو کمال انشا
دازی ہے۔

ادارۂ اشاعت اردو حیدرآباد دکن
ا اشاعت کے ذریعہ بیحد قابل تعریف ہے

یورپ میں دکھنی مخطوطات، فن تاریخ ادب،
ولف، نصیر الدین ہاشمی ناشر، ہاشمی۔
مطبع شمس المطابع عثمان گنج حیدرآباد دکن
ائز رائل صفحات (۲۷۷) کاغذ سفید چکنا
کتابت وطباعت دیدہ زیب قیمت (معہ

نصیر الدین ہاشمی مصنف "دکن میں اردو"
"مہر سفر یورپ" "نجم الثاقب" "مقالات ہاشمی"
و ادب دکن سے شغف رکھنے والے اور عوام
سے اسے روشناس کرانے کی کوششوں میں
تھکنے والے ادیب ہیں جنھوں نے اپنے
ذوق کی تکمیل کی خاطر یورپ جانے اور دکھنی
مخطوطوں کو حاصل کر کے تاریخ ادب اردو
بیش بہا سرمایہ جمع کرنے والے حیدرآباد
کی شان میں چار چاند لگانے والے اہل قلم اور
پختہ کار ہیں۔

پیش نظر کتاب کی اہمیت اس حیثیت سے
کئی گنی بڑھ جاتی ہے، جب دو سو برس پہلے
کے اردو لکھنے والوں اور اردو کتابوں کے
سلسلۂ تاریخ کا معاملہ سامنے آتا ہے۔ یہ
موضوع ابھی تک تشنہ تھا اور ہر ایک کے
بل بوتے کا بھی نہیں۔ زبان اردو و ہاشمی صاحب
کے ذوق ادبی اور والہانہ شغف کی ہمیشہ ممنون
رہیگی جنھوں نے ان طلسمات کو حل کر کے
اصل خزانہ پر جا قبضہ کیا۔ اسے کھود نکالا
اور صاف و مرتب کر کے ایک مجموعہ کی صورت
میں گلدستۂ ادب بنا کر اپنی کثافت اور تکان کو
رفع کرنے کے لئے مشام ادب سے سونگھا
تسکین قلبی حاصل کرنے کے بعد بغیر ستائے
ہوئے اس کی تجزیت سے ایسا ایوان ادب
سامنے لا کھڑا کیا جو زمیں دوز ہو چکا تھا،
یا ہو جانے والا تھا۔ یہ کوشش زبان اردو
کے نئے تحقیقی اور تنقیدی بارگاہ میں بہت
با عزت جگہ حاصل کر چکی۔ ہاشمی صاحب نے
یورپ کے کتب خانوں میں جس دیدہ ریزی
کے ساتھ مطالعہ کیا اور وہاں کے مطبوعہ اور
غیر مطبوعہ لٹریچر کی اصلاح کی وہ یورپ کے
ارباب اقتدار کی تحریروں سے خود اصل
کتاب کے ساتھ دئے ہوئے اعترافات سے۔

ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی غیر معمولی استعداد اور کس حد تک مستشرقین یورپ سے منوا لی۔ انھوں نے اپنے حاصل کردہ مسالہ … اور کفایت سے اپنے اپنے مقام پر سجایا ہے کہ وہ ان ناواقفوں کے غلط اعتراضات کا کافی و شافی جواب ہے جو ان کے سفر یورپ کو لاحاصل ٹھیراتے رہے۔

فاضل مصنف نے اس کے ذریعہ اپنی تحقیق سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دکن نے جیسے زبان اردو پر … سے جہاں تک ان کی تفتیش و تفحص کا تعلق ہے بیش بہا … ہوئے سرمایہ اردو … کی نسبت ہے کسی حد تک بلکہ بہت کچھ اس میں کامیاب ہیں علاوہ ازیں بیسیوں شعرا کے حالات اور ان کی زندگی اور خدمت ادبی کے خط و خال جن پر گرد وہم جمی تھی، اجاگر کر کے سامنے لے آئے ہیں کہ اس سے نہ صرف معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ دامن اردو میں اس کے کھوئے ہوئے موتیوں کی لڑیاں پھر آویزاں کی گئی ہیں۔

ان تمام خوبیوں اور خصوصیات کو سامنے رکھ کر فاضل مصنف کے حق میں ادبی طبقہ کی دعائیں تڑپتی ہوئی اور بے اختیار دل سے نکل آتی ہیں۔ حیدرآباد کو اس کوشش پر جس قدر ان کی عزت افزائی کرنی چاہیے وہ کم ہے

کنول "اعظم کریوی" چمنستان اردو کا باغیچہ جس میں بیلا، چنبیلی، اور موتیا جیسے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ ان پھولوں کی نفاست، سادگی اور بے رنگی ہی ہزار رنگینیوں کی جان ہے۔ **قیمت** عال ۱۲ار

نگین سے نئے محض چند معیاری افسانوں کا سادہ و رنگین **افسانہ** مجموعہ نہیں بلکہ ادب اردو کے جمود اور رجعت پسندی کے خلاف ایک کوشش بلیغ ہے۔ اس کے مصنف "ظفر قریشی" ہیں۔ جن کے جدت پسند دماغ کا یہ مرقع ہے۔ قیمت عال ۴ر

نقاد "ایم-اسلم" کے لئے اور تازہ افسانوں کا مجموعہ جو ہر حیثیت سے قابل دید ہے۔ **قیمت** عال ۱ر

لیلیٰ کے خطوط مصنفہ قاضی عبدالغفار۔ چمنستان ادب کا وہ پھول جس کے رنگ و بو کو زوال نہیں، ایک حسن فروش عیش بعد حوائف کے ان خطوط کا مجموعہ جن پر صحیفہ ادب ناز کر سکتا ہے، مصور اور جدید اضافہ کے ساتھ قیمت عال ۱۲ر

قابلِ مطالعہ کتاب

ہیگل، مارکس اور اسلامی نظام

از جناب عبدالقیوم صاحب ناطق

اسلامی نقطۂ نظر جن امور میں انسانی رہنمائی کرتا ہے وہاں بہر عنوان فطرت نظر آئیگی اس لئے کہ اسلام دنیا میں انسان کو بہیمیت اور سبعیت سے نجات دلانے "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" کی سنہری پالیسی لے کر آیا ہے اور اپنی تمام طاغوتی اور جبروتی عنان کے ساتھ ایک ایسی قانون کے سامنے جوابدہ ہے جو کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ الہامی اور آسمانی ہے جس کے ہر قانون میں انسان کے راحت مسرت کے پورے سامان موجود ہیں۔ کوئی انسانی قانون کبھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہی انسان جس کو کائنات کے آباد کرنے باہمی تعاون و اتحاد کے لئے پیدا کیا گیا تھا آج اپنی خودسری سے خود اپنی اولاد کو ختم کر رہا ہے۔ آخر یہ کیوں؟ اس لئے اور صرف اس لئے کہ دوسروں کے آگے اپنا سر جھکانے کی بجائے دوسروں کے سر اپنے سامنے جھکائے اور ایسے ایسے قانون بنائے کہ کمزوروں کو اس میں پھانس کر فنا کر دیا کہیں مزدوروں کی ہمدردی اور پست طبقہ کی غمخواری کا راگ الاپ رہے ہیں تو کہیں بڑے گروہ کو چکنی چپڑی باتوں میں پھانس کر فنا کرنے کی پالیسی زور پکڑ رہی ہے۔ اس لئے کہ وہ مادی دنیا میں پھنس کر سن ہو گیا ہے اور اس کے دل میں رقت کا نام و نشان نہیں رہا۔ بلکہ مذہب جس کے بغیر جینے کا ارادہ نہیں کیا تھا اس کو رفتہ رفتہ فراموش کرنے کی کوشش کر رہا ہے پیش نظر کتاب میں بھی اسی قسم کے انسانی بنائے ہوئے فلسفوں کو اسلام کے نظریہ ملکیت سے الگ بتا کر دونوں کے فرق مراتب پر بحث کی گئی ہے۔ ان میں ہیگل کا فلسفہ اس صورت میں اسلامی فلسفہ ملکیت کا مدمقابل ہے۔

کیونکہ اسلام کی حکومت جواب دہی سے آزاد نہیں جس کی جواب دہی دکھانے کے لئے جمہور کے سامنے نہیں بلکہ دستور قرآنی کے سامنے ہے اس کے برخلاف ہیگل کی مملکت نہ کسی اصول کی پابند ہے اور نہ کسی کی جوابدہ۔ اسی طرح مارکس اور اس کے نظریات اخلاقی ومعاشی اسلام کے فلسفۂ اخلاق اور اسلامی نظام معیشت سے براہ راست ٹکرا رہے ہیں مارکس کے نقطۂ نظر میں اخلاقی اصول اور احکام مذہبی معاشی ضروریات کے تابع ہیں۔ اس مادی فلسفہ ہی کا اثر ہے کہ یہاں اخلاق ومذہب مجبور، اور معاشیات صاحب اختیار نظر آتی ہیں گویا نظام انسانیت نام ہے معاشی اصولوں کا جہیں کسی دوسرے کی آئین ودستور کی گنجائش ہی نہیں۔ انیسویں صدی چونکہ انتقاقی تاریک دور تھا اور مذہب کے خلاف مختلف طریقوں سے سازش کی جارہی تھیں۔ اس لئے اس فلسفہ کو بڑا فروغ ہوا۔ یہی وہ وقت تھا جب انسان اپنی عقلی فتوحات کے نشہ میں مدہوش تھا۔ کہ مارکس کے فلسفہ پر اشتراکیت نے اپنی عمارت کھڑی کی اور رفتہ رفتہ اس تحریک نے عالمگیر صورت اختیار کرلی۔ اسلامی اقوام کے

کمزور افراد میں بھی کچھ اس کے حامی پیدا ہوئے جسکے سبب مسلمانوں کی نئی پود میں مذہب اور مذہبی انداز فکر سے بغاوت کے آثار نمود کرنے لگے۔ اور چونکہ وہ مغربیت کی بہروپیت کے فریفتہ ہوچکے تھے اس لئے انھیں اسلام کے بارہ میں معلومات کی کمی کے سبب اپنا مذہب بھی بدھ مت، عیسائیت یا ہندو مذہب کی طرح غیر متحرک نظام فکر معلوم ہونے لگا۔ انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اسلام ان میں سے نہیں جنھیں بدھ مت یا عیسائیت مذہب کے نام سے پاد کئے جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اسلام مجرد اخلاق وروحانیات کا نام نہیں بلکہ اس کا وسیع دامن انسانی امور ومعاملات تمدن کے مسائل اور سیاست ومعیشت کے اصولوں کو بھی اسی طرح گھیرے ہوئے ہے جس طرح اخلاقی مقاصد اور روحانی اصولوں کو۔ ایسا نظام لازمی ہر دور کے مخصوص نظریات وعقائد سے ٹکرائے گا۔ خواہ ان کا تعلق زندگی کے کسی شعبہ سے ہو چنانچہ آج یہی صورت ہے کہ ایک جانب اشتراکیت یہ دعویٰ لے کر اٹھی ہے کہ تمدنی زندگی کا امن وچین انسان کی معاشی فلاح پر موقوف ہے تو دوسری جانب فاسسطی اور جمہوری نظامات اپنے

جداگانہ اصولوں کے ساتھ میدان میں
ڈٹے ہوئے ہیں ۔ ان سب کے مقابل
اسلامی نظام ببانگ دہل اعلان کرتا ہے
کہ انسانی فلاح اسی کے پیش کردہ اصولوں
کے ساتھ وابستہ ہے ۔ ایسی حالت میں
ایک مسلمان اور مخصوص اس زمانہ کا مغربی
تعلیم یافتہ مسلمان یہ سوچنے لگتا ہے کہ
کیا اسلامی نظام ایسے طاقتور حریفوں کا
مقابل ہو سکتا ہے؟ کتاب پیش نظر
میں اسی سوال کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے۔
مارکس کے نظریات و افکار مغربی میلان
ذہنیت کے آثار تھے ۔ اپنے زمانہ کی
معاشی بدنظمی اور مزدور طبقہ کی غربت و بیکسی
کا منظر دیکھ کر مارکس کے دل میں رائج الوقت
نظامات کے خلاف ایک باغیانہ ہیجان
پیدا ہو گیا ۔ اس لئے کہ انسان کی فطرت
ہے کہ جب وہ اپنے گرد و پیش سے متاثر
ہو کر فکری عمل کا آغاز کرتا اور کچھ سوچنے
پر مجبور ہوتا ہے تو اس کی فکر اسے انتہا
کے دوسرے سرے پر پہنچا دیتی ہے ۔
اور اس کی فکر غیر شعوری طور پر اس کے
جذبۂ نفرت اور باغیانہ ہیجان سے متاثر
ہوتی رہتی ہے ۔ مارکس پر بھی اسی انسانی
فطرت نے اسی خاصیت کے ساتھ اپنا
عمل کیا ۔ اور وہ اپنے زمانہ کے معاشی
مظالم کو دیکھ کر ایک دوسرے سرے
اور انتہا پر پہنچ گیا ۔

آج کل انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اور
بالخصوص نوجوان جو مذہب کی مبادیات
سے بھی آشنا نہیں جن کے ذہنی تعمیر میں مغرب
کی الحادی اور کج فکری پوری طرح جم چکی ہے
جونہی کوئی نئی تحریک یورپ کی سرزمین سے
ابھری اور یہ اس کی جانب تھوڑ پھیلا کے
لپکے ۔ جہاں ادھر کوئی نظریہ علمی دنیا میں
برسرِ وجود آیا اور ادھر ہمارے انگریزی
تعلیم یافتہ اس کی صداقت کا راگ الاپنے لگے
اس پر یہ طرہ کہ ہر قسم کی مغربی افکار و نظریات
کو اسلام پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں ان کے
نزدیک صداقت کا معیار مغرب ہے
اسلامی صداقت اس وقت تک قابل قبول
نہیں جب تک وہ مغربی معیار پر پوری نہ اترے
اس سے بڑھ کر اسلام کی ہتک کیا ہو سکتی
ہے کہ اسے انسانی کمزور اور خود ساختہ نظریات
سے پرکھا جائے انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ
اسلام خود مکمل صداقت ہے اس پر ہی دوسرے
نظریات اور تخیلات کو جانچا جا سکتا ہے
یہ طبقہ اپنی غلط روی میں اس اہم نکتہ اور بنیادی
اصول کو بھول جاتا ہے اسلامی تمدن کے مقاصد
اور مغربی تمدن کے مقاصد میں زمین آسمان
کا فرق ہے اسلام کے آئین کی منزل اس سے

جداگانہ ہے جو مغرب کے نظریوں اور نصب العین
کی نمائش ہے یہ اسلامی معاشرت و اخلاق
کو تبدیل کر کے مغربی معاشرت و تمدن سے
ہم آہنگ بنانے کی کوشش لاحاصل ہیں۔
ایسا کرنا انتہائی نادانی ہے جب تک اسلامی
زندگی کے حقیقی مقاصد مغربی تمدن و معاشرت
بلکہ ان کی زندگی سے مختلف ہیں اس وقت
ان میں مطابقت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔

دونوں کی مثال ایسی ہی سمجھیے اگر
ایک تن پرور، آرام طلب، طالب عزت و جاہ اور
انسانوں پر حکومت کرنے کا خواہشمند ہو
اور دوسرا مصلح، خادم قوم، معاشرتی اصلاح کا
خواہشمند، برے کاموں سے روکنے
والا اور اچھائیوں کی جانب ترغیب کرنیوالا
ہو کیا ایسے دو آدمیوں میں کبھی کوئی یکجہتی
اور مناسبت ہو سکتی ہے؟ ایک کی زندگی عیش و
مسرت کی ہمکنار رہے تو دوسرا مصائب و
تکالیف کا مرہون، ان دونوں کو ایک جگہ جمع
کر دیا جائے تو ایک گھڑی بھی نباہ نہیں ہو سکتا
اور اس لئے ہر ایک دوسرے کو احمق سمجھیگا۔
جو عیش و مسرت طلب ہے اس کی عقل میں
کچھ نہیں آتا کہ وہ دوسرا اپنی زندگی کیوں تباہ و
برباد کر رہا ہے اور خواہ مخواہ ان مصیبتوں سے
کھیل رہا ہے بالکل ایسا ہی حال مغربی تمدن
و اسلام کا ہے ان دونوں کے درمیان اگر
کوئی بات مشترک نہیں اور نہ ہو سکتی۔ اس لئے
کہ اسلام خدا پرستی کی روح سے معمور اور
اسلامی تمدن کا مقصود خدا کے بھیجے ہوئے
ضابطہ اور الہامی قانون کو دنیا میں غالب و
ساری کرتا ہے اس کے برخلاف مغربی تمدن
کو خدا سے کوئی مطلب نہیں اور اجتماعی زندگی
کے ہاتھوں تو اس نے خدا کے تصور تک کو
بالکل چھوڑ دیا ہے۔ ہاں انفرادی زندگی میں
یہ کسی حد تک اس سے متاثر نظر آتا ہے مگر
یہ تاثر بھی برائے نام باقی ہے مغرب کو اپنی
ترقیوں اور عقلی پیداوار پر ناز ہے اور اس کا
یہ دعویٰ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے سدھار
اور بہتری تک محض عقلی قوتوں کے بازوؤں اور
بل بوتے پر سے پہنچ جائیگا لیکن اسلامی زندگی کا
انحصار الہامی ہدایات و آئین پر ہے اور وہ
عقل کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ بنیادی امور میں
دخل دے ایسی صورت میں مغربی افکار و نظریات
کو اسلام میں کیوں کر سمویا جا سکتا ہے۔

دنیا کی خوش قسمتی کہیئے کہ یورپ کا تمدن
اور اس کی کمزوریاں بہت جلد سطح پر آگئیں
چنانچہ آج یورپ خود مختلف اور متضاد نظامات
فکر سے بھونچال میں آ رہا ہے۔ اس کشمکش کا
نتیجہ کچھ بھی سہی لیکن ایک بات یقینی ہے کہ
مغرب خود اپنے کرتوتوں سے سیاسی و تمدنی
پستی کی جانب تیزی سے بڑھ رہا اور اس کی

تعفنات سے بنی ہوئی کیاریاں خشک ہوکر پھر آنسوؤں سے نم ہونا چاہتی ہیں یا اس کی پیشانی سے ڈھلکتے ہوئے عرقِ ندامت سے اس کے مقابل اسلامی تمدن جو عرصۂ دراز سے اس کا فرادنی کا شکار تھا اور اس کی تہذیب سے برسرِ پیکار اپنی زندگی کا پھر نیا دور شروع کرنیوالا ہے اسلامی اقوام کا شعور بیدار ہوچکا اور اسی کے ساتھ تعمیرِ نو کے اسباب مہیا بھی ہیں اب ضرورت اس کی ہے کہ اسلامی فکر کو جدید ترین اسلحہ سے آراستہ کر دیا جائے اور اس کے پرانے ہتھیار اس کے جسم سے اتار پھینکے جائیں ارباب فکر ونظر اس کوشش میں مدتوں سے مصروف ہیں اور اجتماعی کوششوں کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں۔

کتاب پیشِ نظر بھی اسی قسم کی ایک کوشش کا حکم رکھتی ہے جس میں سید ابوالخیر صاحب کشفی کی امداد شامل ہوکر اسی مقصد کی تکمیل میں سعی مشکور کا حکم رکھتی ہے۔

اب اصل موضوع کے جانب آئیے تو معلوم ہوگا کہ ہیگل کا فلسفہ مختصر اور سادہ الفاظ میں "اضداد" کا فلسفہ ہے اگرچہ ابتدائے آفرینش اور علوم وفنون کے سرے سے ہی اس حقیقت کو سمجھ لیا گیا تھا کہ دنیا اضداد کے مجموعہ کا نام ہے آج سے کئی سو سال پہلے — "ایں جہاں جنگ است کل چوں بنگری" کہکر اس کا اثبات بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن اسوقت تک یہ احساس وعلم کی صورت میں جلوہ گر تھا اور اسے مستقل نظامِ فکر میں تعمیر کر دینا ہیگل کا کارنامہ تصور کیا گیا۔ کیونکہ وہ خیال جس کو شاعرانہ انداز وبلند پروازی کی بدولت خیالات سے ایک ہنگامی سا تعلق تھا اب ایک مستقل فلسفہ بن کر سامنے آگیا جس نے تصورات میں ایک خاص نمو کی اور جس نے انسان کی عملی زندگی پر فیصلہ کن اثر ڈالا ہیگل نے بتایا کہ انسانی تاریخ کے اوراق اور انقلابات محض اضداد کے مرہون ہیں۔ ہر تصور ایک خاص حد سے آگے بڑھ کر ضد سے فنا ہوجاتا ہے اور انہی دونوں کی آمیزش سے ایک جدید تصور کی آفرینش ہوتی ہے یا اس کو اس طرح سمجھیے کہ ہر انسان کسی تصور میں ایک ہی مقام اور نظریہ پر قائم نہیں رہتا بلکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ابتدائی تصور تبدیل ہوکر اس کی جگہ دوسرا تصور آگیا ہے جو پہلے تصور کی ضد ہے۔ مثلاً غریبوں کی امداد انسان کا ابتدائی تصور ہے تو ایک مدت بعد یہی تصور اس عنوان فنا ہو جائیگا کہ اب کوئی امیری وغریبی کا مسئلہ ہی باقی نہ رہیگا۔ لیکن یہ جدید نظریہ پہلے نظریہ کی بالکل تردید نہیں کرتا بلکہ اپنی تکمیل وتصرف کے ساتھ پہلے نظریہ کے ناقص

پہلوؤں کی نفی کرتا ہے اس طرح اضداد کی
ترکیب سے ایک نئی وحدت پیدا ہوتی ہے
جو دونوں سے زیادہ وسیع ہوتی ہے ۔ لیکن
اس نئی وحدت پر پھر نفی (ضد) کا غلبہ
ہو جاتا ہے یعنی یہ وسیع تر تصور اپنی ضد
پیدا کر لیتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا
ہے ۔ گویا ہیگل کا استدلال یہ ہے کہ جب
کسی تصور کی نفی ہوتی ہے اور اس میں سے
مثبت تصور پیدا ہوتا ہے تو یہ نیا تصور
اس سابق تصور کے تمام پہلوؤں کی نفی
نہیں کرتا بلکہ صرف انہی پہلوؤں کی جو ناقص
ہیں ۔ اور پہلے تصور میں جس قدر صداقتیں
تھیں وہ اس نئے تصور میں باقی رہتی ہیں ۔
اس لئے اصل تصور کی قیمت ضائع نہیں
ہونے پاتی ۔ ہیگل اس کو جدلی عمل
(Conservation of Values)
کا نام دیتا ہے ۔ اس کے نزدیک انسان
کی پوری تاریخ اسی کشمکش اور جنگ اضداد
سے مراد ہے ۔ جب یہ عصری روح ارتقا
کے ایک خاص درجہ پر پہنچ لیتی ہے تو ان
تصورات کا ردعمل شروع ہوتا ہے اور
زندگی کے ہر شعبہ میں ایک فکری بغاوت
رونما ہوتی ہے کچھ مدت بعد یہی بغاوتیں
فاتح کی حیثیت سے پہلے تصورات کی
جگہ چھین لیتی ہیں لیکن ایک مخفی ہم آہنگی کا
وجود فرد موجود رہتا ہے ۔ اور اس سے
ایک نئی کلیت یا وحدت ظہور کرتی ہے ۔
ہیگل کے نزدیک یہ جدلی عمل زندگی کی عین
فطرت ہے اس مخفی طاقت کو جو نئے نئے
انقلابات کی محرک اور اضداد کے ذریعہ
"تغیر کی عادی ہے" روح عالم یا "روح مطلق"
یعنی خدا کہتا ہے ۔ ہیگل کے نزدیک روح
مطلق کی اس تحریک کا منشاء یہ ہے کہ وہ
اس طرح خود کو منوائے اور سب کو فنا کر کر
اپنا وجود تسلیم کرالے اس لئے ہر دور کا تمدن
اس کے علوم وفنون اور اس کے اخلاقی و
مذہبی تصورات روح مطلق ہی کے مظاہر
ہوتے ہیں ۔ انسان یہ تصور کرتا ہے کہ وہ
آزاد ہے اور جو کچھ کر رہا ہے خود کر رہا ہے
لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہے ۔ انسان تو روح
مطلق کا کھلونا ہے ۔ ان تمام مذکورہ
افکار و نظائر کی رو سے ہیگل تمام
واقعات وحوادث میں صرف افکار
وتصورات کی موت کا زور پاتا ہے
اس کے نزدیک عالم خارجی کی کوئی حقیقت
نہیں اس کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ
روح مطلق کے سفر ارتقا کے لئے نشان
منزل کا کام دیتا ہے ۔ اس کی مثال
ایک آئینہ کی ہے جس پر روح مطلق اپنے
رخ زیبا کا عکس ڈالتی ہوئی گزر جاتی ہے

وہ خود کچھ نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے تصور مطلق یا روح عالم ہونے کی حیثیت سے ہے۔

مارکس اسی نظریہ کی جنگ اضداد تک تو تائید کرتا ہے لیکن اس کے بعد دونوں کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ مارکس نے جدلی عمل کو لے لیا لیکن اس کو انسانی زندگی پر اس طرح منطبق کیا کہ ہیگل کا سارا فلسفہ تہس نہس ہو گیا۔ ہیگل کے نزدیک یہ جنگ بعض تصورات تک محدود تھی اور زندگی کے خارجی مظاہر کو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور اگر تھا بھی تو ایک ذیلی نتیجہ کی حیثیت سے لیکن مارکس نے ان تمام فلسفہ آرائی کی بساط ہی اُلٹ دی۔ وہ کہتا ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں زندگی کی اصلی بنیاد اس دور کا نظام معاشی ہوتا ہے جس پر انسان کے اخلاقی اور مذہبی تصورات اس کے تمدن اور علوم و فنون کی بالائی عمارت قائم ہوتی ہے۔ گویا ہیگل کے تباتے ہوتے جدلی عمل کو فکر و تصور کے عالم سے نکال کر مارکس نے خارجی زندگی اور اس کی معاشی تنظیم پر چسپان کر دیا۔

اس دور میں اس کتاب کے مطالعہ کی بہت ضرورت ہے۔

اچھے مضامین

از جناب ثالث صاحب

ماہ جون سنہ ۱۹۵۳ء کے بعض پرچوں کے اچھے مضامین حسب ذیل ہیں ۔

(۱) ناول کی تعریف (ادب لطیف بابتہ جون) یہ علی عباس حسینی کا ایک مختصر مضمون ہے جس میں اولاً ناول کی تعریف میں یورپین مصنفین کے خیالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد ناقدوں کی زبانی ہیرو ناول اور "تاریخ کا فرق" اور آخر پر ناول کے گرگٹ نما ہونے کی وجہ" کی صراحت کی گئی ہے۔ اور ظاہر کیا گیا ہے کہ جنگ عظیم کے بعد سے ناول کو لاتعداد جامے پہنا کر تجربہ کیا جا رہا ہے

(۲) زمانہ حاضر کا انسان اور اقبال (معارف بابتہ جون) ڈاکٹر میر ولی الدین صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ نے اقبال کے متعلق کئی مضامین قلم بند کیے ہیں جن میں سے یہ بھی ایک ہے ۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اقبال کی نظر میں عہد حاضر کا انسان قلب اور نظر کے امراض فاسدہ میں مبتلا ہے اور یوں تو امراض بے شمار ہیں لیکن ان میں سے تین زیادہ مہلک ہیں، یہ تین امراض لادینی اور تشکیک، جبر یا اپنے اختیار و آزادی کے فقدان کا احساس اور لذت پرستی ہیں مضمون میں اس کی تفصیلی وضاحت کی گئی ہے، ڈاکٹر صاحب کے دیگر مضامین کی طرح یہ بھی دلچسپ اور پُراز معلومات ہے ۔

(۳) سویٹ روس میں عربی تہذیب (نئی زندگی بابتہ جون) کلیم اللہ صاحب نے اس مضمون میں روس میں عربی تہذیب کی تحقیق پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ عربی زبان کی تحقیقات پر وہاں بڑی جد و جہد کی جا رہی ہے ۔ وہاں عربی زبان کے شاعر موجود تھے ۔ اس جد و جہد کا پتہ اس سے مل سکتا ہے کہ جنگ کے دوران میں لینن گراڈ سے سینوں کی لکھی ہوئی ایک بہت بڑی اور مبسوط کتاب "جدید عربی ادبی زبان کی گرامر" شائع ہوئی ہے جس کا شہرہ ساری دنیا کے

عربی داؤں میں ہو رہا ہے مشرقی روس میں عربی کلچر اور زبان پر تحقیقاتی کام کے علاوہ قدیم اور جدید عربی کتابوں کا بھی بڑے پیمانہ پر روسی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ صرف پروفیسر کراچکوفسکی نے تقریباً دو سو کتابوں کے ترجمے کئے ہیں۔ اور تقریباً دو سو کتابیں مشہور عربی ادیبوں اور شاعروں پر لکھی ہیں، اس علمی خدمت کے صلے میں انہیں حال میں حکومت کی جانب سے لینن انعام ملا ہے۔

(۴) اردو کے چند یادگار مرثیے۔

(ادبی دنیا بابتہ جون) صلاح الدین احمد صاحب اڈیٹر ادبی دنیا کے مقالہ کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ اس میں سرور، چکبست، حالی اور اقبال کے مرثیوں پر بحث کی گئی ہے اور ان کے مرثیوں کے نمونے پیش کئے گئے ہیں اور ان مرثیوں کی خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے، مقالہ دلچسپ اور معلومات آفریں ہے۔

(۵) مرہٹی ادب کا جائزہ (رسالہ سب رس بابتہ جون) کرشنا کمار رام۔ اے نے اس مضمون میں مرہٹی ادب کی ابتدا اور ارتقا پر روشنی ڈالی ہے، مرہٹی ادب کی پہلی کتاب "ڈیوک سند" ہے جو مکند راج کی تصنیف ہے۔ اور بارھویں صدی عیسوی کے وسط میں لکھی گئی ہے، اس کے بعد مرہٹی ادب کو دو مذہبی تحریکوں کی وجہ سے ترقی ہوئی ہے۔ مرہٹی ادب پر مختلف دور گزرے ہیں۔ اس مضمون میں اس کے ابتدائی اور وسطی دور پر بحث کی گئی ہے، وسطی دور ۱۸۱۸ء پر ختم ہوتا ہے، مضمون ہنوز نامکمل ہے۔ کرشنا کمار جی نے دلچسپ طریقہ پر روشنی ڈالی ہے۔

(۶) ہندی ادب میں عوامی تھیٹر کی بنیادیں

(رسالہ آج کل بابتہ ۱۵ ؍ جون)

کیلاش بہاری بی اے (عبیگ) نے اس مضمون میں بیان کیا ہے کہ ہندی کا جدید ڈرامائی ادب انیسویں صدی کی پیداوار ہے۔ اور اس دور کے ڈرامے ادب کا ایک "قابل فخر سرمایہ" ہے۔ یہ ڈرامے سنسکرت اور انگریزی کے ڈراموں کے نقش پر مرتب ہوئے ہیں، ڈراموں کی تفصیل ہی بھارتیندو اور سری نواس داس، اور کاشی ناتھ کے ڈراموں کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کے اسلوب کا بیان ہے۔

———٭———

تکملہ

فہرست کتب خانہ انجمن ترقی اردو ہند

شاہ راہ عثمانی حیدرآباد دکن

تعداد کتب ۶۰۶۰ + ۵۰ = ۶۱۱۰ = تعداد مصنفین

اسلامیات الف ۱

نشان نمبر	نام کتاب	نام مصنف مولف یا مترجم	سنہ	نام ناشر یا مطبع	قیمت	نشان سلسلہ	کیفیت
۸۰	تعلیمات قرآن	اسلم جیراج پوری	۱۹۴۳ء	تجلی برقی پریس دھلی	۱۲/-	۶۰۶۱	
۸۱	دعوت نامے	حفیظ الرحمن سیوہاروی		خواجہ پریس دھلی	۲/-	۶۰۶۲	

تصوف الف ۱/۲

نشان نمبر	نام کتاب	نام مصنف مولف یا مترجم	سنہ	نام ناشر یا مطبع	قیمت	نشان سلسلہ	کیفیت
۲۱	احسن التقویم	محمد ہدایت علی		اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	معیر	۶۰۶۳	

افسانہ ب ۲

نشان نمبر	نام کتاب	نام مصنف مولف یا مترجم	سنہ	نام ناشر یا مطبع	قیمت	نشان سلسلہ	کیفیت
۵۷۳	پروانہ	شفیق الرحمن		مکتبہ جدید لاہور	۱۱/-	۶۰۶۴	
۵۷۴	خط کا جواب	ایم - اسلم		کتب خانہ دارالبلاغ لاہور	۱۱/-	۶۰۶۵	
۵۷۵	سوز و ساز	آنسہ محمودہ رضویہ		انجمن ترقی اردو کراچی	للعہ	۶۰۶۶	
۵۷۶	مغربی افسانے	شبلی بی کام	۱۹۴۴ء	ایسٹرن آرٹس اکیڈیمی لاہور	[illegible]	۶۰۶۷	ترجمہ

۵۷۷	نمود راز	آنسہ محمودہ رضویہ		انجمن ترقی اردو کراچی	۲ روپے	۶۰۶۸	
۵۷۸	ہست و بود	" "		" "	۲ روپے	۶۰۶۹	

ناول ب ۳

۸۰۶	حلقۂ خونین	عثمان صحرائی		اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد	۵ر	۶۰۷۰
۸۰۷	دھوپ	قیسی رامپوری	۱۹۴۳ء	ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد	۱۲ روپے	۶۰۷۱
۸۰۸	کسم	پریم چند		ایسٹرن آرٹس اکیڈیمی لاہور	عہ ۲ر	۶۰۷۲

مضامین و مقالات ب ۶

۹۶	آبشار	آنسہ محمودہ رضویہ		انجمن ترقی اردو کراچی	۸ر	۶۰۷۳
۹۷	دردانہ	" "		" "	۸ر	۶۰۷۴
۹۸	علماء اور اسلام	منظر الدین صدیقی		دار الاشاعت نشاۃ ثانیہ حیدرآباد	۱۲ر	۶۰۷۵
۹۹	کہکشاں	آنسہ محمودہ رضویہ		انجمن ترقی اردو کراچی	۱۴ر	۶۰۷۶
۱۰۰	لالہ زار داغ	——		قانون کتاب گھر دہلی	۲ر۶	۶۰۷۷

ادبی تنقید ب ۷

۹۱	ایک ادبی ڈائری	اختر انصاری	۱۹۴۴ء	امرت الیکٹرک پریس لاہور	۲ر	۶۰۷۸

ادبی سوانح ب ۸

۶۹	اردو شاعروں کا البم	سید زوار حسین		غالب بک ڈپو دہلی	۱۱ روپے	۶۰۷۹
۶۹	تذکرۂ بینظیر	سید عبدالوہاب	۱۹۴۰ء	ابنت ہاؤس الہ آباد	۱ر	۶۰۸۰

سیاسیات ذ

نمبر	نام کتاب	مصنف		مطبع	سنہ	نمبر	
۲۱۳	نظام حکومت	اکرام رستم		کتب خانہ زمزم لاہور	۱۹۴۳ء	۶۰۹۴	
۲۱۴	ویول پلان کے بعد	ہریش تیوری		مکتبہ سلطانی بمبئی	۱۰ ؍	۶۰۹۵	

حفظان صحت ک ۲

نمبر	نام کتاب	مصنف		مطبع	سنہ	نمبر	
۲۰	برہمچریہ	شری پاد دامودر		رنجیت ایڈ سنز لاہور	[illegible]	۶۰۹۶	
۲۱	رہنمائے زندگی	پریم چند ترووال		المنند ٹریڈرز لاہور	[illegible]	۶۰۹۷	
۲۲	محافظ شباب	امام الدین		مکتبہ جدید لاہور	عاں	۶۰۹۸	

متفرقات ل

نمبر	نام کتاب	مصنف		مطبع	سنہ	نمبر	
۸۹	بہی کھاتہ کی جانچ	قاضی سید عبدالغفار		—	۵؍	۶۰۹۹	

نفسیات م

نمبر	نام کتاب	مصنف		مطبع	سنہ	نمبر	
۲۴	بچوں کی نفسیات	شیر محمد اختر		ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد	عاں	۶۱۰۰	

ادب نسواں ن ا

نمبر	نام کتاب	مصنف		مطبع	سنہ	نمبر	
.	اتالیق نسواں						
۱۴۲	جلد اول دوم	—		جید برقی پریس دہلی	عاں	۶۱۰۱	
۱۴۳	" " سوم چہارم	—		" "	عاں	۶۱۰۲	
۱۴۴	" " پنجم ششم	—		" "	عاں	۶۱۰۳	
۱۴۵	" " ہفتم ہشتم	—		" "	عاں	۶۱۰۴	
۱۴۶	" " نہم دہم	—		" "	عاں	۶۱۰۵	

ادب اطفال ۹۱

۴۱۰	آؤ کہانی پڑھو	ابراہیم عمادی		مکتبہ سلطانی بمبئی	۵/	۶۱۰۶
۴۱۱	آؤ کہانی سنو	” ”		” ”	۵/	۶۱۰۷
۴۱۲	آؤ گاڑی گاڑی کھیلیں	” ”		” ”	۵/	۶۱۰۸
۴۱۳	نٹ کھٹ لڑکا	—		” ”	۶ر۱۲ر	۶۱۰۹
۴۱۴	ہونہار	—		” ”	۵/	۶۱۱۰

اُردو پڑھاؤ
اُردو پڑھو
عبدالحق اکیڈمی
حیدرآباد دکن

ہماری کتابیں
اکتوبر ۱۹۶۵ء
3(15)
مکمل — تبصرہ
تذکرہ
اردو پڑھیے اور اردو پڑھائیے

منظورہ

سررشتہ تعلیمات سرکار عالی

گورنمنٹ سندھ

چندہ سالانہ
عا/

ہماری کتابیں

فی پرچہ
۳ر

سید علی شبر حاتمی بی۔ ایس۔ سی (عثمانیہ)

جلد (۳) | ماہ آذر ۱۳۵۴ف م اکتوبر ۱۹۴۵ء | نمبر (۱۰)

اداریہ

اس اشاعت میں بہادر شاہ ظفر کا تذکرہ شائع کیا جا رہا ہے۔ مرحوم بادشاہ دہلی کو اردو زبان سے جو شغف تھا وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کا کلام روزمرہ اور زبان کی روانی کے اعتبار سے ہر ادیب کے نزدیک مسلم ہے۔ اگر اردو زبان ان کے ناقابل فراموش احسان کو بھول جائے تو یہ بڑی بے انصافی ہوگی۔ ان کے چار ضخیم دیوان موجود ہیں جن میں تقریباً ہر صنف کا کلام موجود ہے۔

"قابل مطالعہ کتاب" کے تحت ذیل میں مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ کی معرکتہ الآرا انگریزی کتاب کے ترجمے شادی آباد مانڈو کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین ہے جو امید ہے کہ اردو دانوں کے لئے ایک نئی اور قابل قدر کتاب ثابت ہوگی۔

علی شبر حاتمی

تذکرہ

ابو ظفر بہادر شاہ ظفر

آنجہانی

جناب ز ۔ م صاحب

آج ہم ان صفحات پر اس سراپا بادشاہ کا تذکرہ لکھتے ہیں جس کی ساری زندگی حسرت و یاس کا مرقع تھی مگر اس کے باوجود یہ افتخار اسی کا حصہ تھا کہ غالب، مومن اور ذوق جیسے عہد آفریں شعراء اس کے عہد میں دنیائے شاعری کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

عام حالات اور عادات و اخلاق

سلطنت مغلیہ کا یہ آخری تاجدار ۱۷۷۵ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۳۷ء میں تخت نشین ہوا۔ ۱۸۵۸ء میں معزول کرکے رنگون بھیج دیا گیا اور اس طرح وہ برائے نام سلطنت جو قلعہ معلیٰ کی چار دیواری تک محدود بھی وہ بھی ہاتھ سے نکل گئی۔ اس موقع پر مظلوم بادشاہ جن حوصلہ فرسا صدموں سے دوچار ہوا اسکی تفصیل کے لئے وقت درکار ہے۔ مختصر یہ کہ جوان بیٹے اور پوتے انکی آنکھوں کے سامنے کھڑے کرکے گولی مار دئے گئے۔ اور خود انہیں زندگی کے باقی ایام حالت اسیری میں رنگون میں گزارنے پڑے ۱۸۶۲ء میں قید زندگی سے رہائی پائی۔ یہ ہے ان کی نام نہاد بادشاہی کی سرسری سرگذشت۔ چونکہ ہمیں اصل بحث ان کی شاعری سے ہے اس لئے ہم تھوڑے حالات ان کے عادات و اخلاق کے اور بیان کرکے اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مرحوم بادشاہ کے مزاج میں انکسار بہت تھا۔ تواضع، رحمدلی اور بیرچشمی وغیرہ ان کی نمایاں خصوصیت تھی۔ تعصب سے بہت دور رہتے اور کبھی کسی کو آزار نہ پہنچاتے

تصوف سے بھی لگاؤ تھا۔ دہلی کے ایک بزرگ شاہ فخر الدین کے مرید تھے۔ ان سے عقیدت کا ذکر بھی اپنی کلیات میں کئی جگہ کیا ہے۔

ان کی شاعری

شاعری کی سرگذشت

اول اول شاہ نصیر دہلوی کی استادی میں پروان چڑھی اس کے بعد جب شاہ دکن چلے گئے تو انہوں نے ذوق کو استادی کے لئے انتخاب کیا۔ اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ استاد ذوق خود شاہ نصیر کے شاگرد تھے اور ان کا رنگ بالکل شاہ نصیر کا رنگ تھا۔ قدرتاً ظفر کی نگاہ انہیں پر پڑنا چاہئے تھی۔ غالب کا رنگ بالکل مختلف تھا اور مومن اپنے استغنا کی وجہ سے دربار شاہی کا رخ بھی نہ کرتے تھے۔ استاد ذوق کی وفات کے بعد اصلاح کلام کی خدمت مرزا غالب کے تفویض ہوئی۔

یہ بھی شاہ مظلوم بادشاہ کی خوبیٔ قسمت تھی کہ ظریف تذکرہ نویسوں نے قلمرو سخن بھی اس کی نہ رہنے دی اور اس کی عمر بھر کی کمائی کو استادوں سے منسوب کر کے "خود شاعری" کے خراج تحسین سے بھی محروم رکھنے کی شعوری کوشش کی۔ اس کوشش میں سب سے زیادہ حصہ مولانا محمد حسین آزاد مرحوم کا ہے جنہوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ "کوئی شعر پورا کوئی ڈیڑھ مصرع کوئی ایک آدھا مصرع فقط بحر اور ردیف قافیہ باقی بخیر۔ استاد ذوق ان ہڈیوں پر گوشت و پوست چڑھا کر حسن و عشق کی پتلیاں بنا دیتے۔ پہلا دیوان نصف سے زیادہ باقی تین دیوان سر تا پا حضرت مرحوم (استاد ذوق) کے ہیں"۔ لیکن انصاف کی بات یہی ہے کہ ظفر پر اس قسم کا الزام لگانے میں کچھ انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ ظفر اور ذوق دونوں کا مطبوعہ کلام موجود ہے۔ اہل نظر دیکھ کر آسانی سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ دونوں کی راہیں الگ الگ نظر آتی ہیں اور شاگرد و استاد کا فرق بھی صاف جھلکتا ہے۔ ذوق کے کلام میں اور خصوصیات کے علاوہ جوش و خروش کا عنصر بہت نمایاں ہے اور ظفر کے یہاں جوش و خروش کی افسردگی غالب ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مولانا حالی کے الفاظ میں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ "ذوق کی غزلوں میں عموماً زبان کا چٹخارہ اپنے معاصرین کے کلام سے زیادہ ہے مگر وہ جہاں مضمون آفرینی کرتے ہیں صفائی سے بہت دور جا پڑتے ہیں ظفر کا تمام دیوان زبان کی صفائی اور روزمرہ کی خوبی میں اول سے آخر تک یکساں ہے لیکن اس میں تازگی خیالات بہت کم پائی جاتی ہے"۔ اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ظفر مرحوم کی کمزوریاں درست اور ان کے استاد کی کدوکاوش قابل تحسین تسلیم

کرلی جائے تب بھی ظفر کی ساری محنت پر پانی
پھیر کر ان کے تمام دیوانوں کو استاد ذوق
سے منسوب کر دینا ایک بیجا جسارت ہے ۔

ظفر کے کلام پر

کلام پر عام تبصرہ

تبصرہ کرنے
سے پہلے ان کی شاعری کے پس منظر کو ذہن میں
رکھا جائے تو ان کے متعلق رائے قائم کرنے
میں سہولت ہوگی ۔ واقعہ یہ ہے کہ ظفر کو اپنی
عمر میں چین بہت کم نصیب ہوا ۔ ولیعہدی کے
دن بھی سکون سے نہ گزرے ۔ جب تک اکبر
شاہ ثانی جو ان کے باپ تھے زندہ رہے
اسی کوشش میں رہے کہ اپنی چہیتی بیگم ممتاز محل
کے بیٹے مرزا جہانگیر کو ولیعہد بنائیں ۔ گو وہ
اس میں کامیاب نہ ہوئے اور بالآخر حکومت
برطانیہ نے ظفر کے حق میں قطعی فیصلہ کر دیا
تاہم باپ کے انتقال تک وہ چین سے نہ بیٹھ
سکے ۔ نام نہاد تخت نشینی کا وقت آیا تو عمر
کے ۶۲ سال پورے کر چکے تھے ۔ اگرچہ بادشاہ
ہونے کے بعد ۲۵ سال زندہ رہے لیکن اس
مدت میں سے دو سال غدر کی مصیبت کے اور
۴ سال رنگون کی قید کے نکال دئے جائیں
تو صرف ۱۹ سال ہاتھ لگتے ہیں ۔ اگر کسی با اختیار
اور صحیح معنوں میں بادشاہ کہلانے والے کو
اتنی مدت نصیب ہو تو اس کے لئے بہت بڑی
نعمت کہی جا سکتی ہے مگر بے چارے ظفر کی یہ
بادشاہی کیا تھی بادشاہی کے نام پر تہمت تھی
سراپا مجبور و بے اختیار تھے ۔ قدم قدم پر
رکاوٹیں پیش آتیں اور خدا جانے کتنی حسرتوں
کو خون ہوتا دیکھتے اور دم نہ مار سکتے ۔ ان
حالات کا اثر ان کی شاعری پر ناگزیر تھا ۔
یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں جوش اور بلند
پروازی کی کمی نظر آتی ہے ۔ اس کے برخلاف
افسردگی کا رنگ غالب ہے ۔ جس میں کہیں
کہیں حالات کے زیر اثر کسی قدر سوز و گداز
بھی جھلکنے لگتا ہے ۔ جہاں کہیں ایسے
اشعار نظر آتے ہیں ان میں خاصا کیف پایا
جاتا ہے ۔ لیکن چاروں دیوان اس خصوصیت
کے شاہد ہیں کہ ان کا کلام زبان کی روانی
اور روزمرہ کی عمدگی میں اپنے معاصرین
میں کسی سے کم نہیں ۔ اس کے علاوہ اس سے
بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ان کی شاعری
عام فہم اور زبان و محاورہ کی شاعری تھی
رہیں سنگلاخ اور مشکل زمینیں جن میں
انہوں نے بکثرت طبع آزمائی کی ہے تو وہ
ان کا [illegible] کی تھیں بلکہ یہ ماننا پڑتا ہے
کہ وہ اس معاملہ میں اپنے پہلے استاد شاہ
نصیر سے بھی کچھ آگے نکل گئے تھے ۔ اس زمانہ
میں لفظی رعایتوں کی طرف بڑی توجہ تھی ۔
ظفر بھی اس کے دلدادہ تھے اور اسی لئے
ان رعایتوں کے اہتمام کی بدولت ان کے

اشعار میں بڑی حد تک آورد اور صنعت کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ ان کی شاعری پر جرات کا اثر نمایاں ہے اور اسی شان کی ادنی قسم کی معاملہ بندی اور کسی قدر عریانی جھلکتی ہے جو حق یہ ہے کہ جرات کے طرز سے زیادہ دلکش معلوم ہوتی ہے۔ فارسی ترکیبوں سے ان کا کلام تقریباً خالی نظر آتا ہے کہیں کہیں اگر استعمال بھی ہوئی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ردیف و قافیہ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے نظم کی گئی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ فارسی سے بے بہرہ تھے۔ فارسی تو اس زمانہ کی سرکاری زبان تھی اور تمام دفتری کارروائیاں اسی زبان میں سرانجام پاتی تھیں ظفر کو اس سے ناآشنا سمجھنا کوئی انصاف کی بات نہ ہوگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اردو معلیٰ سے شغف ہونے کی وجہ سے فارسی کے ساتھ لگاؤ نہ تھا جس کی ایک تاجدار سخن سے توقع کی جاسکتی ہے۔ کہنے کو انھوں نے فارسی میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور ان کی بعض فارسی غزلیں موجودہ دیوانوں میں پائی جاتی ہیں مگر اردو کے مقابلہ میں انہیں کوئی درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ وہ شعر گوئی کے بادشاہ تھے۔ شعر کہتے تھے اور بہت کہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود زبان شستہ رہتی اور روزمرہ کے حسن میں فرق نہ آتا۔ ان کے محاسن کلام میں ان دو باتوں کو تمام تذکرہ نویس بلا اختلاف مانتے اور خراج تحسین ادا کرتے ہیں یہ سب باتیں بتلاتی ہیں کہ ظفر قدرتی شاعر تھے اور ان کے متعلق یہ الزام قطعاً صحیح نہیں ہوسکتا کہ "جو ان کا جتنا کلام پایا جاتا ہے وہ خود ان کا نہیں بلکہ بیشتر دوسروں کا ہے" صاحب تذکرۂ بزم سخن نے ظفر کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے قابل ملاحظ ہیں "در خطاطی دستے بلند داشت و در سخن پایۂ ارجمند گفتارش اگرچہ سادہ پرکار است اما ہمہ اش خاطر شکار ہست۔ محاورہ گوئی از ان اوست و معاملہ نویسی زیر زبان او"

اب ذیل میں ان کے کلام سے چند اشعار انتخاب کئے جاتے ہیں جن میں سے بعض تو اتنے مقبول ہوئے ہیں کہ خاص و عام کی زبان پر ہیں اور بعض اپنی مختلف خوبیوں کی وجہ سے تحسین و ستائش کے سزاوار ہیں۔

ظفر آدمی اسکو جانئے گا گو ہی کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

قتل عالم کو کرو تم اور خدا کا نام لو
اے بتو تہمت نہ لو دیکھو خدا کا نام لو

ہمکو کیا کام ہے ہم کون شکایت والے
کچھ کہیں یا نہ کہیں آپ کی صحبت والے

سچ میں پردہ دوئی کا تھا جو حائل اٹھ گیا
ایسا کچھ دیکھا کہ دنیا سے مرا دل اٹھ گیا

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

کئی روز میں آج وہ مہ لقا ہوا میرے جو سامنے جلوہ نما
مجھے صبر و قرار ذرا نہ رہا اسے پاس حجاب و حیا نہ رہا

ظفر وہ دشمن جان ہے اسے نہ جانیو دوست
ترے جتانے کو ہم نے یہ دوستی سے کہا

جنون میں کیا مری پیوند پیرہن میں لگے
کہ ایک تار بھی چھوڑا ہو تو کفن میں لگے

ہم بتوں کے دلکو جذب دل سے کھینچ جائنگے
پر بڑے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچے جائنگے

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

کہا جاتا ہے کہ ظفر کے یہاں واردات
عشق اور جذبات نگاری کی بہت کمی ہے۔
ذیل کے اشعار دیکھئے کتنے پر تاثیر ہیں۔
تری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
ہم بھی دانا تھے پر اب پھرتے ہیں دیوانے سے

تم نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں
ہم نے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا

ہے عشق کی منزل میں یہ حال اپنا کہ جیسے
لٹ جائے کہیں راہ میں سامان کسی کا

کوچۂ جاناں میں جانا ہی پڑیگا ہو سو ہو
کیا کروں بیتاب دل پھر لے ظفر ہونے لگا

کوچے میں ترے تنہا ہر شب مجھے ہے آنا
دو چار گھڑی اپنا دل کھول کے رو جانا

کچھ خبر قاصد نے دی ایسی کہ سنتے ہی جسے
دل سے میں مجھ سے مرا دل بے خبر ہونے لگا

نہ پوچھ مجھ سے ظفر تو مری حقیقت حال
اگر کہوں گا ابھی تجھ کو میں رلا دوں گا

کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا
کوئی یاں تک اسے لایا تو ہوتا
جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر
وہاں تک مجھکو پہنچایا تو ہوتا

برسوں گزرے کہ ہوئی خاک ہماری برباد
اب تو اس کوچہ میں اے باد سحر خاک نہیں

نہیں ہے طاقت پرواز آہ اے صیاد
خدا کرے کہ تو اب وا در قفس نہ کرے
جو اسکی جان پہ گزرے ہے وہ ہی جانے ہے
خدا کسی کو جہاں میں کسی کے بس نہ کرے

یہ کیا ستم ہے ہم کہیں رو رو کے اپنا حال
منہ اپنا پھیر پھیر کے وہ بے وفا ہنسے

تبصرہ

از:۔ جناب ز۔م صاحب

شاعرات اردو

فن:۔ تذکرہ ۔ مولف:۔ محمد جمیل احمد ایم اے بریلوی ۔ ناشر: قومی کتب خانہ بریلی تصاویر:۔ ۱۰ عدد ۔ سائز: ۲۰ × ۳۰ / ۱۶ ضخامت (۲۳۴) صفحات ۔ کاغذ: اچھا ۔ کتابت و طباعت عمدہ ۔ قیمت مہ ۔

اردو شعرا کے تذکروں میں شاعرات کے کسی جامع تذکرے کی بڑی کمی محسوس کی جا رہی تھی ۔ اس موضوع پر کتابیں نایاب تو نہ تھیں اور نگار رسالہ نیز اخبار وغیرہ سے شاعرہ خواتین کے متعلق تھوڑا لٹریچر بہت پہلے شائع ہو چکا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ سب بہت ناکافی اور غیر تشفی بخش تھیں۔ مختصر سے لے کر طویل و ضخیم تذکروں میں بھی شاعرات کا ذکر ملتا ضرور ہے مگر اس کی حیثیت مشکل آٹے میں نمک کی سی ہے۔

یہ فخر صرف جمیل احمد صاحب کا حصہ تھا کہ انہوں نے اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا اور اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ۔ اب اس کتاب کو بجا طور پر شاعرات کا مبسوط تذکرہ کہا جا سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ اس واقعہ کا اعتراف بھی ناگزیر ہے کہ تذکروں میں اگر خواتین کا خال خال ذکر آیا بھی ہے تو وہ صرف گذشتہ عہد کی شاعرات تک محدود ہے عہد حاضر کی شاعرات کے حالات تو آپ کو کسی تذکرے میں اور اس اقتضا کے ساتھ نظر نہ آئیں گے ۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہ تھا ۔ مولف کو اس سلسلہ میں جتنی سخت مشکلات پیش آئی ہیں ان کا کچھ اندازہ ان کی "التماس" کے مطالعے سے ہو سکتا ہے جس میں انہوں نے کتاب کی سرگذشت لکھی ہے اور شاعرات کی جانب سے اس کوشش کا جس طرح خیر مقدم کیا گیا ہے اس کے اظہار کے لئے الگ

خطوط کے اقتباسات دئے ہیں۔ التماس میں سرگذشت کے علاوہ اس امر کو بھی واضح کر دیا ہے کہ اس تذکرے میں صرف عفت مآب خواتین کے حالات دئے گئے ہیں اور شاہدان بازاری کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور اس کی معقول وجہیں بھی بطور اعتذار پیش کی ہیں۔ ساتھ ہی اصول انتخاب پر روشنی ڈالتے ہوئے بجا طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "معیار انتخاب کرنے والے کے ذوق پر منحصر ہوتا ہے اور ذوق قانون تغیر کا ماتحت ہے۔ قطع نظر اس سے کہ مختلف شخصوں کا ذوق مختلف ہوتا ہے خود ایک ہی شخص کا ذوق مختلف اوقات اور مختلف زمانوں میں بدلتا رہتا ہے۔"

التماس کے بعد تقریباً (۵۰۱) صفحات کا مقدمہ ہے۔ اس میں "اردو شاعرہ خواتین کے کلام پر نظر" کے عنوان سے شاعرات کے کلام پر عام تبصرہ کیا ہے اور قدیم و جدید شاعرات کی خصوصیات شاعری کی جانب اشارہ کیا ہے۔ پھر اصل کتاب "مسودین" کے باب سے شروع ہوتی ہے جس میں زیب النساء بیگم مخفی کے حالات تفصیل بحث کرتے ہوئے اس کے اردو کے تین شعر درج کئے اور تینوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسودین کے دور میں بھی شاعرات کی اردو اتنی منجھی ہوئی تھی۔ خصوصاً یہ شعر کتنا شستہ ہے ۔

کہتے ہو تو تم نہ گھر مرے آیا کرے کوئی
پر دل نہ رہ سکے تو بھلا کیا کرے کوئی

تذکرہ نویسی میں ادوار کی ترتیب و تقسیم بھی ایک اہم مرحلہ ہے۔ جمیل صاحب نے بقول خود اس امر کی پہلی مرتبہ کوشش کی ہے کہ شاعرات کے مختلف دور قائم کر کے کتاب کو ذیل کے دوروں میں تقسیم کیا ہے ــــــ
(۱) مسودین (۲) شاعرات اردو کا دہلی اسکول (۳) شاعرات اردو کا لکھنؤ اسکول (۴) دور حاضر ان میں سے ابتدائی تین دور آغاز کتاب سے لے کر ۱۰۲ صفحات پر ختم ہو گئے ہیں اور دور حاضر (۵۰۲) صفحے سے شروع ہو کر (۲۱۱) صفحات تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دراصل یہ تذکرہ دور حاضر کی شاعرات کا ایک مفصل تذکرہ ہے جس میں دور جدید کے تمام اہم شاعرات کے حالات مع انتخاب کلام یکجا کر دئے گئے۔ بیشتر حالات شاعرات کے خود نوشت ہیں۔ کلام کا انتخاب قابل تعریف ہے مگر کہیں کہیں احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔ بعض مواقع پر ایسے اشعار انتخاب میں آ گئے ہیں جنہیں مولف کے پیش کردہ معیار حیا و تہذیب کے لحاظ سے نہ آنا چاہئے تھا مثلاً مسرتیں (عابدہ خانم) کی نظم "ساغر عالم رنگ و بو" کے اشعار بعض ایسے اشعار جن میں

جنسی جذبات نسبتاً زیادہ نمایاں ہیں کہیں
انتخاب اشعار میں غلط شعر کی بھی پروا نہیں
کی ہے مثلاً خوشابہ خاتون کے ایک شعر میں یہ
مصرعہ ؎

قہر وہ آجائے اب جلالی وہ فتنے اٹھیں
جو ٹل چکے ہیں ۔

اس مصرعہ میں قہر کو (ھ) کے زیر سے نظم کر دیا
ہے ۔ یا انوار فاطمہ صاحبہ شمیم لکھنوی ۔ شمیم
ملیح آبادی کا یہ شعر ؎

الہام کا نزول جب ہوتا ہے ذہن پر
اس دم مقام روحِ غزل خواں نہ پوچھئے

اس میں ب تقطیع سے گر جاتی ہے ۔

اسی طرح شاعرات کے انتخاب میں اپنے
مقرر کردہ اصول کے برخلاف سروپ رانی
کا حال درج کر دیا ہے جو ایک مشہور فلم ایکٹرس
ہیں اور نگار تخلص کرتی ہیں لیکن اس قسم کی
معمولی فروگزاشتوں سے جن کا اس موضوع کی
اتنی ضخیم کتاب میں ہونا چنداں بعید نہیں
کتاب کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آتا ۔ کتاب
مجموعی حیثیت سے ایک کامیاب کوشش ہے اور
ارباب ذوق کی قدر دانی کی مستحق ہے ۔ اس
مجموعے میں بیگمات اور قدیم شاعرات کے
علاوہ دورِ حاضر کی بعض ان شاعرات کا تذکرہ
بھی موجود ہے جنہیں اردو ادب میں نہایت
ممتاز مقام حاصل ہے ۔ ان کے اچھے اشعار کا
اتنا ذخیرہ کسی اور کتاب میں یکجا نہ ملے گا ۔ اب
ذیل میں چند اشعار سرسری انتخاب کے طور پر
درج کئے جاتے ہیں ۔

اس بزم جفا پر تری قربان وفائیں
جب شکوۂ بیداد کیا آنکھ جھکا دی

کسی کا نام سنکر ضبط کے باوصف پہروں تک
مرے بے نور چہرہ کی درخشانی نہیں جاتی

چھیڑی جو میں نے تیری جوانی کی داستان
تارے، شراب، پھول، سبو مسکرا دئے

محبت میں یہ کیسا وقت آیا ہے
ہماری خاموشی بھی گفتگو ہے

گھبرا گئے سرد مہری دنیا سے رات دن
رویا کئے ہیں ترتیب کسی مہرباں کو ہم

ہوتی ہے کہنے کی کوئی بات اور نہیں
کہئے کسی سے کیوں سبب غم کسی کو کیا

ترے صحرا و بیاباں تو ہیں آباد تمام
مرا حسرت کدۂ قلب ہی آباد نہیں

حکایاتِ اغانی جلد اول

فن قصص و حکایات۔ مترجم جناب رئیس احمد
صاحب جعفری ندوی۔ ناشر انجمن ترقی اردو
دہلی۔ ضخامت ۹۰۲ صفحات۔ کاغذ عمدہ
کتابت و طباعت بہت اچھی۔ قیمت
۔ بلا جلد للعہ، مجلد ار۔

یہ کتاب عربی کی شہرۂ آفاق کتاب
"رنات المثالث و المثانی فی روایات الاغانی"
کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف کا نام
علی بن حسین تھا جو عموماً اپنی کنیت ابوالفرج
اصفہانی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی ولادت
۲۸۴ھ میں اور وفات ۳۵۶ھ میں
ہوئی۔ یہ کتاب جب تالیف ہوئی تو اپنی
گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ لی
گئی۔ اس زمانے کے قدر شناس بادشاہوں
اور امیروں نے اسے سر آنکھوں پر جگہ دی
اور سفر و حضر میں ہر جگہ اسے رفیق بنایا۔
خصوصاً سیف الدولہ اور صاحب بن عباد
نے بہت قدر کی۔

ابوالفرج اصفہانی اپنے وقت کا بڑا
فاضل اور جامع فنون عالم تھا۔ اس کی
تصانیف بڑی وقعت سے دیکھی جاتی ہیں
خصوصاً زیر تبصرہ کتاب کے متعلق اہل نظر
کا اتفاق ہے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر
کتاب نہیں لکھی جا سکی تاہم اس واقعہ کا اظہار
بھی ضروری ہے کہ سنہ کے لحاظ سے ابوالفرج
اصفہانی کی روایات مورخین میں محل نظر سمجھی گئی
ہیں۔ اس کا اعتراف لائق مترجم نے بھی ملاحظات
کے ذیل میں کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ایک
نہایت اہم اور معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ زیر تبصرہ
کتاب اصل کتاب کے منتخب خلاصے کا ترجمہ ہے۔
جو دو حصوں میں ہے۔ یہ ترجمہ ادبی روایات
پر مشتمل ہے۔ ترجمہ بہت سلیس اور بامحاورہ
زبان پر ہے اور سلیقہ سے کیا گیا ہے۔ عنوان
بھی اکثر بڑے دلکش اور مترجم کے پاکیزہ
ذوق اور زبان پر قدرت کے شاہد ہیں۔
مثلاً ؎

ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
معبد کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

تجنیس کے آگے ہیں، رنگ میں بھنگ، نرخ
بالا کن کہ ارزانی ہنوز وغیرہ۔ بہر حال کتاب
قصص و حکایات اور عجیب و غریب واقعات
کے لحاظ سے اتنی دلچسپ ہے کہ اگر اردو زبان
اس کے ترجمے سے محروم رہتی تو اس کمی کی تلافی
دشوار ہو جاتی۔ انجمن ترقی اردو مبارکباد
کی مستحق ہے کہ اس کی سعی سے ایسی اچھی اچھی
اور نادر کتابیں اردو میں منتقل ہو رہی
ہیں۔ ترجمے کے ساتھ کہیں کہیں تشریحی نوٹ
بھی دئے گئے ہیں جس سے ترجمہ اور مفید ہو گیا

بہر حال یہ کتاب اردو کی گراں قدر کتابوں میں ایک لائق تعریف اضافہ ہے۔

پرانے خدا

فن۔ افسانہ۔ مصنف۔ کرشن چندر صاحب
ناشر۔ عبدالحق اکیڈیمی حیدرآباد۔ ضخامت (۲۱۴)
صفحات۔ کاغذ عمدہ۔ طباعت وکتابت بہتر
قیمت ؎

یہ کتاب کرشن چندر صاحب کے دس تازہ افسانوں کا مجموعہ ہے جن میں پہلا افسانہ "پرانے خدا" ہے۔ ان کے افسانوں سے جوش وخروش اور بے تعصبی خصوصیت سے جھلکتی ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں بڑے ضبط اور سکون کے ساتھ کہتے ہیں۔ ان کے یہاں گالیاں اور تکلیف دہ چٹکیاں نام کو نہیں ہوتیں۔ پیش نظر مجموعے میں چند افسانے بہت دلچسپ ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ چڑیا کا غلام، جہلم سے پہلے جہلم بعد، مقدس اسپلی اڑان، ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی نفسیاتی حقیقت پر مبنی ہے۔ دوسرے افسانے بھی خاصے دلچسپ ہیں۔ افسانوں کی اٹھان تبلا رہی ہے کہ کرشن چندر صاحب بہت جلد اپنے طرز نگارش اور بے لاگ انداز بیان کی بدولت افسانہ نویسوں میں ایک خاص مقام حاصل کرلیں گے زبان بہت بے تکلفانہ اور سلیس ہے جس سے مصنف کے زور قلم اور انداز تحریر کی پختگی نمایاں ہے۔ البتہ کتابت کی غلطیاں اور بعض مقامات پر املا کی بے احتیاطی قابل توجہ ہے مثلاً ایبا کو ای با لکھدیا ہے اور بعض جگہ الفاظ کا انتخاب بھی موزوں نہیں معلوم ہوتا

بچوں کی نفسیات

فن۔ نفسیات۔ مصنف۔ شیر محمد صاحب۔
ناشر ادارہ اشاعت اردو حیدرآباد
ضخامت (۱۶۸) صفحات۔ مطبع رزاقی
مشین پریس حیدرآباد۔ کاغذ عمدہ۔ کتابت
طباعت بہتر۔ قیمت (؏)

بچوں کی تربیت کا مسئلہ جس قدر اہمیت رکھتا ہے اسی قدر بے اعتنائی برتی جاتی ہے انگریزی میں اس موضوع پر بہت کتابیں موجود ہیں لیکن اردو کا دامن ہنوز ان بیش قیمت جواہر ریزوں سے خالی ہونے کا شکوہ سنج ہے۔ مقام شکر ہے کہ اب آہستہ آہستہ اس جانب توجہ مبذول ہو رہی ہے اور اردو میں بھی اس نوع کی مفید کتابوں کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں نفسیات کی کار آمد معلومات کے ساتھ بچوں کی صحیح تربیت کے اصول بتائے گئے ہیں اور والدین سے اس سلسلہ میں جن غلطیوں کا

ارتکاب ہوا کرتا ہے انھیں واضح کر کے ان کے ازالہ کی تدبیریں بیان کی ہیں۔ کتاب کا طرزِ بیان دلکش ہے۔ مگر اصطلاح کے معاملے میں بعض بعض مقامات پر بے احتیاطی سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً آئیڈیل اور آدرش کے الفاظ کے بجائے ان کے ہم معنی دوسرے بہتر الفاظ مل سکتے تھے۔ کہیں کہیں روابط رہ گئے ہیں اور رسم الخط اور املا کے متفرق قواعد کی پابندی بھی نادانستہ طور پر ترک ہوگئی ہے۔ امید ہے کہ طبع ثانی میں ان چیزوں کی اصلاح کر دی جائے گی

تعارف

از ۔ ع ۔ خ ۔ صاحبہ

افتتاح الاندلس تاریخ اندلس پر ایک مختصر عربی تاریخ کا ترجمہ ہے جو محمد جمیل الرحمان صاحب پروفیسر تاریخ جامعہ عثمانیہ نے کیا ہے اور کتابستان الہ آباد سے شائع ہوا ہے ۔ اصل مصنف عرب مورخین میں ابن القوطیہ کے نام سے مشہور ہیں اور ان کی تاریخ بہت مستند سمجھی جاتی ہے ۔ ترجمہ معیاری ہے اور بہت سے مفید حاشیوں اور اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے ۔ (سچا ہمدرد)

سفیر سخن اس کتاب میں فن شاعری اور فصاحت و بلاغت کے اصول و قواعد سلیقے سے بیان کئے گئے ہیں ۔ عروض و قافیہ اور عیوب کلام وغیرہ پر شائستہ انداز سے بحث کی ہے ۔ تقطیع کے قواعد بھی اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ غرض اپنے موضوع پر یہ ایک اچھی کتاب ہے ۔ ناشر مکتبہ جدید لاہور (سچا ہمدرد)

اپنی مدد آپ اس کا دوسرا نام تحریک ہے اور یہ ڈاکٹر سموئیل سمائیلز کی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے ۔ مکتبہ جدید لاہور سے شائع ہوا ہے ۔ ترجمہ سلیس و رواں ہے البتہ کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں ۔ بہرحال لوگوں میں قوت عمل پیدا کرنے کے لئے ایسی کتابوں کی سخت ضرورت ہے ۔ (سچا ہمدرد) ۔

محافظ شباب کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے اس میں مادہ مولدہ سے لے کر اس سلسلہ کی تمام بحثیں آگئی ہیں اور امراض کے ساتھ ان کے اسباب اور علاج بھی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں ۔ مگر مباحث میں گی

خاص خوبی نہیں پائی جاتی۔ موقع بہ موقع تصاویر بھی دی ہیں۔ مولف ڈاکٹر امام الدین۔ ناشر مکتبہ جدید لاہور (قیمت [illegible])

شفیق الرحمان کے افسانوں

پرواز کا مجموعہ ہے۔ اس میں بعض شگفتہ قسم کے مضامین بھی درج ہیں جو افسانے کے طرز پر لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے بیان سے شوخی جھلکتی ہے۔ انداز نگارش مزاحیہ ہے۔ اشعار کے اندراج میں احتیاط نہیں برتی گئی۔ متعدد اشعار کے مصرعے ناموزوں ہیں۔ کہیں کہیں الفاظ کا استعمال بھی اصلاح طلب ہے۔ ناشر مکتبہ جدید لاہور (قیمت [illegible])۔

مغربی افسانے مرتبہ شبلی بی کام و قمر تسکین۔ ناشر ایسٹرن آرٹس اکیڈیمی لاہور۔ اس کتاب میں یورپ امریکہ اور روس کے شاہکار افسانوں کے ترجمے جو مختلف مترجموں نے کئے ہیں یکجا کر دیے گئے ہیں۔ ان میں نامور شہرت یافتہ مترجمین کے شاہکار بھی شامل ہیں جو ہر حلقے میں مقبولیت کا درجہ حاصل کر چکے ہیں (قیمت [illegible])

رہنمائے زندگی مرتبہ پریم چند اگروال۔ ناشر الائیڈ ٹریڈرز لمیٹڈ لاہور۔ اصول حفظ صحت

خصوصاً جنسیات سے متعلق عام طرز کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ ربط و ترتیب کا بھی چنداں خیال نہیں رکھا گیا۔ کئی صفحات کی طباعت ناقص رہ گئی ہے۔ بعض صفحوں نسخوں اور آیتوں کی غیر معمولی تحریف سے کتاب کی نوعیت اشتہاری معلوم ہوتی ہے۔ (قیمت [illegible])

اخلاقی مضامین حصہ اول۔ ناشر ادارۂ اشاعت علوم و فنون۔ سورج لال صاحب کی یہ کتاب مفید قسم کے اخلاقی مضمونوں کا مختصر مجموعہ ہے۔ شروع میں کئی نامور ادیبوں اور پروفیسروں کی رائیں اور پھر اصل مضامین درج کئے ہیں۔ مضامین اچھے ہیں اور ان کا مطالعہ طلباء کے لئے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ (۱۲ [illegible])

کسم شرت چندر بوس کے مشہور بنگالی ناول کا ترجمہ ہے۔ جو ایسٹرن آرٹس اکیڈیمی لمیٹڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔ ناول دلچسپ ہے۔ اس میں ایک شوہر پرست عورت کی دردبھری کہانی بہت موثر انداز سے پیش کی گئی ہے۔ (قیمت [illegible])۔

قابلِ مطالعہ کتب

مانڈو شادی آباد

از

جناب ز۔ م۔ حسنات

یہ کتاب مولوی غلام یزدانی صاحب
ناظم محکمۂ آثار قدیمہ حیدر آباد دکن کی
معرکۃ الآرا انگریزی تصنیف "مانڈو
دی سٹی آف جوائے" کا ترجمہ ہے۔ جو اپنی
فنی مہارت اور وسعت نظر وغیرہ کے لحاظ
سے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ترجمہ
بہت سلیس اور ترتیب و کتابت و طباعت
بہت دیدہ زیب ہے۔ کتاب کے تین باب ہیں
پہلے باب میں طبعی حالات۔ دوسرے میں تاریخ
اور تیسرے میں قدیم عمارتوں کا بیان ہے
اصل کتاب کے آغاز سے پہلے فاضل مؤلف
نے دیباچہ میں اپنے سفر مانڈو کے واقعات
بیان کئے ہیں اور کتاب کے مقصد کے متعلق
یہ توضیح کی ہے کہ یہ عام سیاح کے لئے لکھی
گئی ہے اور ممکن ہے اس میں اس خاص موضوع
کی ضخیم کتابوں کے مقابلے میں تفصیلوں کی کمی
نظر آئے پھر بھی قدیم عمارتوں کا حال بیان
کرنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی گئی
ہے اور اس مقصد کے لئے بہت سی عکسی
تصاویر اور خاکے کتاب میں شامل کئے گئے
ہیں۔ یہ تصاویر اور خاکے ترجمے میں
بھی اپنے اپنے موقع سے شامل ہیں اور
کتاب کے حسن میں اضافہ کر رہے ہیں۔

پہلے باب میں مانڈو کے محل وقوع اور
طبعی حالات سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
شہنشاہ جہانگیر اس دلکش مقام کے
نظارے کا شیدائی تھا اور اسے تزک
جہانگیری میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا
ہے۔

"میرے الفاظ کیا بیان کر سکتے ہیں

اس گھاس اور جنگلی پھولوں کے حسن کو؟ وہ
ہر پہاڑی اور وادی اور ہر نشیب و میدان
پر چھائے ہوئے ہیں۔ میں کسی ایسی جگہ سے واقف
نہیں جو مانڈو کی سی لطافت آب و ہوا اور
برسات میں ایسے نظارے پیش کرتی ہو۔ جولائی
کے مہینہ میں جو گرمی کا مہینہ ہے سورج برج
اسد میں ہوتا ہے مگر یہاں کوئی شخص گھر کے
اندر بغیر رضائی اوڑھے سو نہیں سکتا اور
دن میں پنکھے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جو کچھ
میں نے بیان کیا وہ مانڈو کے محاسن کا صرف
ایک حصہ ہے" پھر یہاں کی جھیلوں اور
کنڈوں کے ساتھ درختوں اور پھلوں کے
کے حالات لکھے ہیں جن میں ہو باب نامی ایک
درخت کا حال لکھا ہے کہ اس کا تنہ قطر
میں (۳۰) فٹ اور عمر کا اندازہ (۱۵۰۰)
سال ہے۔ جنگلی جانوروں اور پرندوں کے
ذکر میں پھر شہنشاہ جہانگیر کے متعلق لکھا ہے
کہ وہ مانڈو کے دوران قیام میں ممولا کا
گھونسلا دیکھ کر بے حد محظوظ ہوا تھا۔ تزک
میں لکھتا ہے " اب تک شکاری اس کے گھونسلے
کا پتہ نہیں لگا سکے تھے۔ اتفاقات سے میں
جس عمارت میں مقیم تھا اسی میں ممولے کا
گھونسلا تھا اور اس میں اس کے دو بچے تھے"
اس کے بعد حشرات الارض کے سلسلہ میں
ایک قسم کی چھپکلی کا ذکر کیا ہے جس کو گوہیرا
کہتے ہیں اور غضب کی زہریلی ہوتی ہے۔

دوسرے باب میں پہلے ابوالفضل کے
حوالے سے مانڈو کی تعمیر کا ایک دلچسپ قصہ
بیان کیا ہے جس میں وہ لکھا ہے دو پنڈتوں کا
عقیدہ ہے کہ اس ملک میں ایک ایسا پتھر
دستیاب ہوتا ہے جس سے ہر قسم دھات چھو
جانے سے سونا بن جاتی ہے اس کو پارس کہتے
ہیں۔ وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ بکرماجیت
کے عہد سے پیشتر ایک نہایت منصف مزاج
راجہ جے سنگھ دیو حکمران تھا جس نے اپنی
ساری زندگی نیک کاموں میں صرف کی۔
اسی زمانہ میں ایسا پتھر دستیاب ہوا اور
اس سے بڑی دولت ہاتھ لگی۔ ایک گھسیارے
کی درانتی اس کے اثر سے سونے کی ہو گئی وہ
شخص یہ راز معلوم نہ کر سکا اور سمجھا
کہ اس میں کچھ خرابی ہو گئی وہ اسکو درست
کرانے کے لئے ایک لوہار۔ مادھن کے پاس
لے گیا۔ مادھن اس کے خاصے کو تاڑ گیا اور
اس پتھر کو لے کر بڑی دولت جمع کی پھر فطری
نیک دلی سے اس نے سوچا کہ ایسا انمول خزانہ
بادشاہ وقت ہی کے لئے زیادہ مناسب ہے
اس نے دربار میں جا کر اسے بادشاہ کی
نذر کر دیا۔ راجہ نے اس سے بہت سے
نیک کام کئے اور اس دولت سے جو اس کے
ذریعہ سے حاصل کی تھی یہ قلعہ مانڈو بایہ

برس میں تیار کیا" ابوالفضل کے حوالے سے اس تحریر کا پورا حال درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شہنشاہ جہانگیر اپنی تزک میں اس واقعہ کو دہراتا ہے اس کا "قدر ذہن اس کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے اس لئے وہ مختصر انکشافات "یہ سب مجھ کو تحقیقات سے بعد معلوم ہوئے" تحریر مانڈو کی تعمیر کے متعلق مختلف بیانات درج کر کے ایک کندہ لوح کے حوالے سے اس روایت کی تائید کی ہے کہ "مانڈو ہندو ر بادشاہوں کے آخری قلعوں میں سے ایک قلعہ تھا" مسلمان تیرہویں صدی کے ربع دوم میں اس وقت داخل ہوئے جب شمس الدین التمش نے مالوہ پر فوج کشی کی اور اجین جو اس زمانہ کا دار الحکومت تھا فتح کر لیا مانڈو کی تاریخ صحیح معنی میں دلاور خان کے عہد حکومت سے شروع ہوتی ہے جس نے حکومت دہلی کی تباہی کے بعد شاہی چھتر اور سرخ سراپردہ ۱۴۰۰ء سے استعمال کیا دلاور خان کا اصلی نام حسین تھا۔ اس کے آباد اجداد غور سے آئے اور سلاطین دہلی کے دربار میں نوکر ہوئے حسین کی شہرت فیروز تغلق کے عہد میں ہوئی اور اس نے دلاور خان کا خطاب حاصل کیا جو اتنا مقبول ہوا کہ گو اس نے [illegible] ۱۴۰۱ء کا شاہی خطاب خود مختاری مالوہ کے اعلان کے بعد اختیار کیا لیکن جب بھی وہ دلاور خان ہی مشہور رہا۔ اس صوبہ کی حکومت اس کو سلطان ابن فیروز تغلق نے ان خدمات کے صلے میں دی تھی جو دلاور خان نے اس کی شہزادگی کے زمانے میں انجام دی تھیں۔ مانڈو کے مشہور قلعہ کی بنا دلاور خان کے حوصلہ مند بیٹے الپ خان نے اپنی شہزادگی کے زمانے میں ڈالی جو اس کے باپ کے فوت ہونے کے بعد تکمیل کو پہنچا۔ شہر کا دوسرا نام شادی آباد اس کے دلفریب ماحول کی وجہ سے دلاور خان کے زمانے ہی میں رکھا گیا تھا اور یہ دلاور خان کی تعمیرات کی تفریح گاہ بن گیا تھا۔

۱۴۰۵ء میں دلاور خان کے انتقال پر الپ خان السلطان الاعظم حسام الدنیا والدین ابو المجاہد ہوشنگ شاہ سلطان کے القاب کے ساتھ تخت نشین ہوا اس نے مالوے پر تقریباً ستائیس برس حکومت کی اور اپنی سلطنت شمال میں کالپی تک اور جنوب میں کھیرلا تک بڑھائی۔ مغرب میں سلاطین گجرات سے برابر جنگ میں مصروف رہا۔ یہ بڑا عالی حوصلہ اور بہادر بادشاہ تھا اس نے ہاتھیوں کے حاصل کرنے کے لئے راجہ جاج نگر (اڑیسہ) پر جو لشکر کشی کی اس کی شجاعت کا بہترین کارنامہ تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان

ہوشنگ سنہ ۸۲۵ھ میں مانڈو سے سوداگروں کے لباس میں ایک ہزار منتخب سواروں کے ساتھ نکلا اور جاج نگر کی طرف روانہ ہوا جو اڑیسہ سے ایک مہینے کے راستہ پر ہے۔ اصل مقصد کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اس نے مختلف رنگوں کے گھوڑے جو راجہ کو بہت پسند تھے اور بہت سی نایاب اشیا جن کے عوض راجہ ہاتھی دینا پسند کرتا تھا ساتھ لیں۔ یہ لوگ وہاں پہونچے تو راجہ نے کہلا بھیجا کہ سامان رد یہ دیگر ہاتھیوں کے معاوضہ میں خرید لیا جائیگا پھر راجہ کی خواہش پر سامان زمین پر چن دیا گیا لیکن برسات کا موسم ہونے کی وجہ سے سلطان ہوشنگ نے لوگوں سے کہا کہ اگر بارش آگئی تو سامان برباد ہوگا۔ راجہ کے نوکر اس بات پر مصر تھے کہ جب تک راجہ آکر ان سب چیزوں کو نہ دیکھ لے سب اشیا اسی طرح رہنے دی جائیں۔ آخرکار راجہ آیا اور اس کے آتے ہی بڑی زور کی آندھی آئی۔ اس کے جنگی ہاتھیوں نے تمام اپنی فوج میں اور بہت نقصان کیا۔ سلطان کو بہت طیش آیا اور اسنے ہمراہیوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا اور یہ لوگ پس و پیش راجہ کے ساتھیوں پر حملہ کر بیٹھے۔ جن میں سے بہت سے مارے گئے اور خود راجہ قید ہوگیا۔ اس کے بعد ہوشنگ نے اپنے اصلی مرتبے سے واقف کیا۔ مجبوراً راجہ نے ۷۵ ہاتھی دیکر اپنی آزادی خریدی۔ سلطان ہوشنگ بڑا ہر دلعزیز رکھتا تھا۔ رعایا اس کی پرستش کرتی تھی۔ اس کے انتقال کے تھوڑے ہی دن بعد اس کے مقبرے کو مقدس خیال کیا جانے لگا اور کچھ عرصہ پہلے تک ہر سال اس کے مزار پر بہت بڑا عرس ہوتا تھا۔ اس کا مذاق تعمیر بہت بلند تھا۔ اور یہ اسی کا کرشمہ تھا کہ مانڈو ہندوستان کے ناقابل تسخیر قلعوں ہی میں نہیں بلکہ شاندار شہروں میں شمار ہونے لگا۔ مسجد دہلی دروازہ اور خود اس کا مقبرہ وغیرہ عمارتیں شان و شکوہ اور نفاست کی وجہ سے مشرق کی بہترین عمارتوں میں شمار ہوتی ہیں۔

سلطان ہوشنگ کے بعد محمد شاہ اور اس کے بعد سنہ ۸۳۹ھ میں محمود خلجی مالوہ کا بادشاہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی فرشتہ کے الفاظ میں بڑا خلیق، شجاع، عادل اور سخی بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں اس کی رعایا ہندو مسلمان خوش تھی۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتی تھی۔ فرصت کے وقت وہ دنیا کے مختلف بادشاہوں کے درباری حالات اور تاریخیں پڑھوا کر سنا کرتا تھا۔ اس کو بہت ناز تھا کہ وہ انسانی فطرت کا صحیح علم رکھتا

ہے۔ اسکو اس موضوع سے خاص دلچسپی تھی۔
اس کی فوجی طاقت اور ذاتی خوبیوں کی شہرت
اسلامی دنیا میں پھیل گئی تھی اور سلطان
ابوسعید فرمانروا ماوراء النہر اور
المستنجد باللہ یوسف ابن محمد عباسی خلیفہ مصر
نے اس کے یہاں اپنے سفیر بھیجے۔ پھر اس نے
بھی شایان شان تحائف کے ساتھ اپنے سفیر
ان کے یہاں روانہ کئے۔ محمود کو بھی عمارتوں
کا بڑا شوق تھا جن میں سے بہت زیادہ تباہ
ہیں۔ مدرستہ العلوم خصوصیت کے ساتھ
قابل ذکر ہے۔ اس نے مانڈو میں ایک بہت
بڑا شفاخانہ بھی قائم کیا تھا جس کا انتظام
اتنا عمدہ تھا کہ اسمیں سب طرح کے مریضوں
کے لئے کمرے اور نوکر تھے اور پاگلوں کے
لئے سب سے الگ ایک حصہ تھا۔ محمود خلجی
کے بعد غیاث الدین سلطان مالوہ ہوا۔ اس
کے حالات بھی کچھ کم عجیب اور دلچسپ نہیں
ہیں جب یہ (۸۰) برس کا ہوا تو اس کو خود
اسی کے بیٹے ناصر الدین نے زہر دیکر قتل کر
ڈالا اور پدرکش کے لقب سے یاد کیا گیا
اس کے بعد سلطان محمود دوم اور اس کے
بعد ملک بایزید مالوہ کا خودمختار بادشاہ
ہوا اور اس نے ۹۶۳ھ میں سلطان باز
بہادر کا لقب اختیار کیا۔ باز بہادر ایک
ولادر بادشاہ تھا اور اس نے مالوہ کے
اکثر قصبوں کو جو پہلے خودمختار ہوگئے تھے
اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ یہی وہ باز
بہادر ہے جس کے عشق کے واقعات روپ
متی نامی مشہور طوائف کے ساتھ آجتک
خاص و عام کی زبان پر ہیں۔ اس سلسلہ
میں روپ متی کے حاصل کرنے کا جو دلچسپ
واقعہ مشہور ہے وہ بھی ذیلی نوٹ میں درج
ہے۔ جب باز بہادر کے رنگ رلیوں کے
حالات شہنشاہ اکبر کے گوش گذار ہوئے
تو مغل فوجیں مالوہ کی تسخیر کے لئے بھیجی گئیں
اور باز بہادر ان کے مقابلہ کی تاب نہ
لاکر گونڈواڑے کی پہاڑیوں میں چلا گیا۔
پھر اکبر سے رحم کا خواستگار ہوا جس نے اسکو
دوہزاری منصب عطا کیا۔ باز بہادر کے
حالات کے علاوہ مانڈو میں شہنشاہ جہانگیر
کے مانڈو آکر شکار کھیلنے اور بیگمات خصوصاً
نورجہاں کے شیر کا شکار کرنے کے واقعات
کے ساتھ جہانگیر کی سالگرہ کے شاندار جشن
کی تفصیلات اس انداز سے دی گئی ہیں کہ
اس عظیم الشان دور کی درخشانیوں سے چشم
تصور خیرہ ہو جاتی ہے۔ اس دور کے تمول
اور بے پناہ دولت کا مفصل حال بھی
بجائے خود کتاب کے مطالعہ کی کافی سفارش
ہے۔

جب مغلیہ سلطنت میں زوال شروع

تو مرہٹوں نے مالوے پر حملے شروع کئے ۱۷۳۲ء
میں مرہٹوں کی فتح تسلیم کر لی گئی اور پیشوا
باجی راؤ صوبیدار مالوہ مقرر ہوا۔ اس
کے بعد اسی سال سے مانڈو دھار کے پواروں
کی ریاست میں شامل ہے۔ چونکہ یہ خاندان
مالوہ کے قدیم پوار حکمرانوں کی اولاد
ہونے کا مدعی ہے اس لئے مالکم نے یہ برمحل
خیال ظاہر کیا ہے کہ "یہ عجیب اتفاق ہے کہ
مرہٹوں کی کامیابی نے مانڈو کو آنند راؤ
پوار اور اس کی اولاد کا دار الحکومت
بنا کر اسی نسل کو بادشاہت پھر عطا کر دی
جو ۵۰۰ سال قبل اس شہر اور علاقے کی
حکومت سے محروم کر دی گئی تھی۔

یہاں تک باب دوم کا خلاصہ تھا۔
باب سوم عمارتوں کے حالات کے لئے مخصوص
ہے۔ اس حصہ میں کم و بیش (۴۶) عمارات
کا مکمل بیان درج ہے۔ اور بیشتر عمارتوں کی
عکسی تصویریں بھی شامل ہیں۔ آخر میں (۴)
صفحات کا اشاریہ دیا ہے۔ اگر آپ مانڈو
کے شکستہ در و دیوار سے صنادید کے آثار
معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اصل کتاب کے مطالعے
کی زحمت فرمائیے جس سے آپ کو ان واقعات
سے کہیں زیادہ دلچسپ حالات معلوم ہوں
گے اور کتاب کی دلاویزی اور واقعات
کی ندرت آپ کو کتاب کے آخر تک پڑھنے
پر مجبور کر دے گی۔

علمی استفسارات

(ادارہ)

مکرمی۔ سلام مسنون۔ میں نے قدیم طرز کی مشرقی تعلیم پائی ہے۔ عربی فارسی سے واقف ہوں اور انہی زبانوں کی کتابوں کے مطالعہ سے دلچسپی رہی ہے۔ اسی لئے قدیم فلسفے اور منطق سے تھوڑی بہت واقفیت ہے مگر سائنس کی الف بے سے بھی بے بہرہ ہوں اب طبیعت اس طرف مائل ہے کہ اس علم سے بھی کچھ شد بد ہو جائے تو بہتر ہے۔ مگر جب غور کرتا ہوں کہ اب عمر کے لحاظ سے باقاعدہ تحصیل ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے تو حوصلے پست ہونے لگتے ہیں۔ اس لئے آپ کو زحمت دیتا ہوں کہ بعض ایسی کتابوں کے نام بتائیے جن کا طرز بیان سلیس اور شگفتہ ہو اور جن کے مطالعہ سے سائنس کی عام معلومات حاصل ہوسکیں۔

تکلیف دہی کا عذر خواہ

محمد سعید خان۔ محلہ قافلہ۔ ٹونک

جواباً عرض ہے کہ تحصیل علم کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ دشواری اور آسانی کا فرق بھی اعتباری ہے۔ آپ اگر کمر ہمت چست باندھ لیں تو جامعہ عثمانیہ کی درسیات بھی پڑھ کر کچھ نہ کچھ استفادہ فرما سکتے ہیں لیکن چونکہ آپ سائنس کی مقبول عام طرز پر لکھی ہوئی کتابوں کے نام دریافت فرمارہے ہیں اس لئے آپ کے حسب خواہش اس قسم کی چند کتابوں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

مشاہدات سائنس۔ مصنفہ سید محمد عمر ٹونکی

حیوانی دنیا کے عجائبات۔ مصنفہ عبدالبصیر خاں صاحب

اسرار کائنات۔ از آفتاب حسن صاحب

مبادیات سائنس۔ از " " "

مکالمات سائنس۔ از مولوی نصیر احمد صاحب عثمانی

افکار عصریہ۔ از " " "

تقریباً یہ سب کتابیں آپ کے مقصد کو پورا کرتی ہیں۔

اچھے مضامین

از

جناب ثالث صاحب

(۱) عہد تیموریہ سے پہلے کے صوفیائے کرام اور ان کی فارسی تصانیف ۔ (رسالہ معارف بابتہ جولائی)۔ سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب کا یہ طویل مقالہ ہے اس کا صرف ایک حصہ اس رسالہ میں شائع ہوا ہے سب سے پہلے ابوالحسن ہجویری کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ فارسی زبان کی قدیم ترین صوفیانہ تصنیف کشف المحجوب کا مصنف اسی سرزمین میں آسودہ خواب ہے یہ طویل مضمون ابوالحسن ہجویری کے حالات اور کشف المحجوب کی قرأت پر مشتمل ہے تفصیل کے ساتھ کشف المحجوب کے اندراجات پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ اس کتاب میں کن کن امور سے بحث کی گئی ہے ۔ اس کتاب کے چودہ باب ہیں آخری باب میں صوفیا کے مختلف فرقوں کا تذکرہ ہے کہ اس زمانہ میں دس فرقے ہو گئے تھے آج فرقوں کی تعداد نہ معلوم کتنی طویل ہو جائے گی۔

(۲) سوویٹ روس اور مذہب (ادب لطیف بابتہ جولائی)۔ سری نواس لاہوتی نے اس مضمون میں بتایا ہے کہ روسی لامذہب یا دہریہ نہیں ہیں ۔ اگرچہ اول کلیسا اور پادریوں پر سختی کی گئی مگر اب بدستور پادریوں کو شہری حقوق دے دئے گئے ہیں مسلم مسلمانوں کی بھی کمی نہیں ہے وہاں کئی ایک نامور علماء موجود ہیں ۔ اگست سنہ ۴۳ء میں روس کے مسلمانوں نے اپنے شیخ کا بھی انتخاب کیا ہے جو آغا علی زیدی ہیں آپ کئی زبانوں سے واقف ہیں آخر پر بتایا گیا ہے کہ سوویت یونین کی مذہبی رواداری کی داستان جس کو سامراجی پریس نے عوام کے سامنے غلط رنگ

میں پیش کر کے عوام کو اس سے متنفر کرایا تھا لیکن جنگ کی وجہ سے یہ پہلو بھی روشن ہوگیا ہے۔

(۳) دورِ حاضر کے چار شاعر۔ (نیرنگ خیال جولائی)۔ یہ مضمون غلام یزدانی صاحب کے ایک انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے۔ اسمیں جگر، جوش، حفیظ، اور ساغر نظامی کے کلام پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس سے ان شعراء کے کلام کی خوبیاں اجاگر ہوتی ہیں۔ اگرچہ مضمون مختصر ہے مگر معلومات آفریں ہے۔

(۴) ناول کی تعریف (ادبِ لطیف بابتہ جون) یہ علی عباس حسینی کا ایک مختصر مضمون ہے جسمیں اولاً ناول کی تعریف میں یورپین مصنفین کے خیالات بیان کئے گئے ہیں اسکے بعد ناقدوں کی زبانی پھر "ناول اور تاریخ کا فرق" اور آخر پر ناول کے گرگٹ نما ہونے کی وجہ کی صراحت کی گئی ہے اور ظاہر کیا گیا ہے کہ جنگِ عظیم کے بعد سے ناول کو لاتعداد جامے پہنا کر تجربہ کیا جارہا ہے۔

(۵) زمانہ حاضر کا انسان اور اقبال (معارف بابتہ جون) ڈاکٹر میر ولی الدین صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ نے اقبال کے متعلق کئی مضامین قلمبند کئے ہیں جن میں سے یہ بھی ایک ہے اسمیں بتایا گیا ہے کہ اقبال کی نظر میں عہدِ حاضر کا انسان قلب اور نظر کے امراض فاسد میں مبتلا ہے اور یوں تو امراض بے شمار ہیں لیکن انمیں سے تین زیادہ مہلک ہیں یہ تین امراض لادینی اور تشکیک، جبر یا بے اختیاری و آزادی کے فقدان کا احساس اور لذت پرستی ہیں، مضمون میں اسکی تفصیلی وضاحت کی گئی ہے، ڈاکٹر صاحب کے دیگر مضامین کی طرح یہ بھی دلچسپ اور پر از معلومات ہے۔

(۶) سوویت روس میں عربی تہذیب (نئی زندگی بابتہ جون) کلیم اللہ صاحب نے اس مضمون میں عربی تہذیب کی تحقیق پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ عربی زبان کی تحقیقات پر وہاں بڑی جد وجہد کی جارہی ہے وہاں عربی زبان کے شاعر موجود تھے۔ اس جدوجہد کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ جنگ کے دوران میں لینن گراڈ سے سیمیتوں کی لکھی ایک بہت بڑی اور مبسوط کتاب "جدید عربی ادبی زبان کی نچوڑ شائع ہوتی ہے۔ جس کا شہرہ ساری دنیا کے عربی دانوں میں ہو رہا ہے مشرقی روس میں عربی کلچر اور زبان پر تحقیقاتی کام کے علاوہ قدیم اور جدید عربی کتابوں کا بھی بڑے پیمانے پر روسی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جارہا ہے۔ صرف پروفیسر جراکووسکی نے تقریباً دو سو کتابوں کے ترجمے کئے ہیں اور تقریباً دو سو کتابیں مشہور عربی ادیبوں اور شاعروں پر لکھی ہیں، اس

علمی خدمت کے صلے میں انہیں حکومت کی جانب سے پنشن انعام ملا ہے۔

(۷) اردو کے چند یادگار مرثیے۔ (ادبی دنیا بابتہ جون) صلاح الدین احمد صاحب ایڈیٹر ادبی دنیا کے مقالہ کا یہ دوسرا حصہ ہے اسمیں سرور، چکبست، حالی اور اقبال کے مرثیوں پر بحث کی گئی ہے اور ان کے مرثیوں کے نمونے پیش کئے گئے ہیں اور ان مرثیوں میں خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ مقالہ دلچسپ اور معلومات آفرین ہے۔

(۸) مرہٹی ادب کا جائزہ (رسالہ سب رس بابتہ جون) کرشنا کمار ایم اے نے اس مضمون میں مرہٹی ادب کی ابتدا اور ارتقا پر روشنی ڈالی ہے، مرہٹی ادب کی پہلی کتاب ڈنیک سندھ ہے جو مکند راج کی تصنیف ہے اور بارہویں صدی عیسوی کے وسط میں لکھی گئی ہے اس کے بعد مرہٹی ادب کو دو مذہبی تحریکوں کی وجہ سے ترقی ہوئی ہے، مرہٹی ادب پر مختلف دور گزرے ہیں اس مضمون میں اس کے ابتدائی اور وسطی دور پر بحث کی گئی ہے، وسطی دور ۱۷۹۶ء پر ختم ہوتا ہے، مضمون ہنوز نامکمل ہے۔ کرشنا کمار صاحب نے دلچسپ طریقہ پر روشنی ڈالی ہے۔

(۹) ہندی ادب میں عوامی تھیٹر کی بنیادیں (رسالہ آجکل بابتہ ۱۵ر جون) کیلاش بہاری بی اے (علیگ) نے اس مضمون میں بیان کیا ہے کہ ہندی کا جدید ڈرامائی ادب انیسویں صدی کی پیداوار ہے اور اس دور کے ڈرامے ادب کا ایک قابل فخر سرمایہ ہے، یہ ڈرامے سنسکرت اور انگریزی کے نقش پر مرتب ہوئے ہیں۔ ڈراموں کی تفصیل میں بہارتندو اور سری نواس داس اور کاشی ناتھ کے ڈراموں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے اسلوب کا بیان ہے۔

زیرِ طبع کتب

عبدالحق اکیڈمی

۱۔ کلیاتِ فانی — فانی بدایونی
۲۔ یادِ ایام — عبدالرزاق کانپوری
۳۔ مقالات — مولوی عبدالحق
۴۔ انور (ناول) — منشی فیاض حسین
۵۔ روزنامچہ — قاضی عبدالغفار
۶۔ نقشِ فرنگ — ″ ″
۷۔ نئی بیماری — مہندر ناتھ
۸۔ طوفان — نثار احمد
۹۔ مقدس چرخہ — حسن الدین خاموش
۱۰۔ ماں کی ممتا — ″ ″
۱۱۔ نئے افسانے — عزیز احمد

دارالاشاعت سیاسیہ

۱۔ سفرنامہ بلادِ اسلامیہ آنریبل قائدِ ملت نواب بہادر یار جنگ علیہ الرحمہ
۲۔ خطباتِ بہادر یار جنگ — ادارہ
۳۔ تقاریرِ بہادر یار جنگ — ادارہ
۴۔ سوانحِ بہادر یار جنگ — ادارہ
۵۔ اقبال اور وطنیت — عبدالقدوس ہاشمی
۶۔ پولیٹیکل ڈکشنری — ″ ″
۷۔ قرآنی تصورِ مملکت — شاہد حسین رزاقی
۸۔ معاہداتِ آصفیہ — عمر یافعی
۹۔ ہمارے کارخانے — منظور الحسن ہاشمی
۱۰۔ سیاسی نظمیں — نظر حیدرآبادی
۱۱۔ دساتیرِ عالم — شاہد حسین رزاقی

سول ایجنٹ:۔ کتاب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند)، حیدرآباد دکن

نمبر	نام کتاب	مصنف	مطبع / سنہ	قیمت	نمبر
۸	بشارت رحمانیہ	عبد الرحمن مبشر	اللہ بخش اسٹیم پریس قادیان	[illegible]	۶۱۱۵

ڈراما ب

نمبر	نام کتاب	مصنف	مطبع / سنہ	قیمت	نمبر
۱۶۵	غلط فہمی	بصیر	۱۹۴۳ء ———	[illegible]	۶۱۱۶

افسانہ ب

نمبر	نام کتاب	مصنف	مطبع / سنہ	قیمت	نمبر
۵۷۹	خندۂ دل	کوثر چاندپوری	مطبع انوار احمدی پریس الہ آباد	ہے	۶۱۱۷
۵۸۰	رنگین راتیں	علی سلمان الارشد	عتیق الرحمن بھوپال	عہ	۶۱۱۸
۵۸۱	طائر خیال	سدرشن	۱۹۴۵ء تاج کمپنی لاہور	[illegible]	۶۱۱۹
۵۸۲	گل و لالہ	کوثر چاندپوری	انوار احمدی پریس الہ آباد	ہے	۶۱۲۰
۵۸۳	گھونگھٹ میں گوری جلے	کرشن چندر	۱۹۴۵ء ساقی بکڈپو دہلی	[illegible]	۶۱۲۱
۵۸۴	نئے دیوتا	دیویندر ستیارتھی	۱۹۴۵ء مکتبات لاہور	[illegible]	۶۱۲۲
۵۸۵	نئے زاویے حصہ دوم	کرشن چندر	۱۹۴۵ء مکتبہ اردو لاہور	[illegible]	۶۱۲۳

ناول ب

نمبر	نام کتاب	مصنف	مطبع / سنہ	قیمت	نمبر
۸۰۹	کرشمۂ تقدیر	سید ہمایوں مرزا حقیر	۱۹۱۶ء مطبع سیدی حیدرآباد	[illegible]	۶۱۲۴
۸۱۰	یوسف صلاح الدین حصہ اول	جرجی زیدان	———	[illegible]	۶۱۲۵
۸۱۱	یوسف صلاح الدین حصہ دوم	" "	———	[illegible]	۶۱۲۶

مضامین و مقالات ب

نمبر	نام کتاب	مصنف	مطبع / سنہ	قیمت	نمبر
۱۰۱	بیل بوٹے	منظر حسین شمیم	سلطان حسین تاجر کتب بمبئی	[illegible]	۶۱۲۷
۱۰۲	شیشہ و تیشہ	کنہیا لال کپور	۱۹۴۳ء مکتبہ جدید لاہور	[illegible]	۶۱۲۸

ادبی تنقید ب

نمبر	کتاب	مصنف	ناشر	قیمت	نمبر
۹۲	تنقیدیں	اویس احمد ادیب	۱۹۴۴ء اردو پبلشنگ ہاؤس الہ آباد	[illegible]	۶۱۲۹
	نظم ب ۱۱				
۴۸۷	حسین اور انقلاب	جوش ملیح آبادی	۱۹۴۱ء ناسیمی باغ لکھنؤ	[illegible]	۶۱۳۰
۴۸۸	روداد دلخراش	بشیر النساء بیگم بشیر	۱۳۵۵ھ	۵؍	۶۱۳۱
۴۸۹	سفینۂ نجات	مسز صغرا ہمایوں مرزا حیا	۱۹۴۲ء صغرا منزل ہمایوں نگر حیدرآباد	۲؍	۶۱۳۲
۴۹۰	نقش حکمت	احمق پھپھوندوی	مکتبہ برہان دہلی	[illegible]	۶۱۳۳
	تاریخ روما ج ۱۰				
۵	سلطنت روما	جے بی بیوری	مکتبہ اردو لاہور	۹؍۱	۶۱۳۴
	تاریخ ہند ج ۱۱				
۵۵	چشمۂ کوثر	شیخ محمد اکرام	تاج آفس بمبئی	[illegible]	۶۱۳۵
۵۶	رود کوثر	" "	" "	[illegible]	۶۱۳۶
	تاریخ یونان ج ۱۲				
۲	تاریخ یونان	جے بی بیوری	مکتبہ اردو لاہور	۹؍۱	۶۱۳۷
	تاریخی سوانح ج ۱۳				
۱۱۰	آخری تاجدار اودھ	محمد تقی احمد	۱۹۴۵ء کتابخانہ دانش محل لکھنؤ	[illegible]	۶۱۳۸
۱۱۱	تزک بابری	——	مکتبہ اردو لاہور	۹؍۱	۶۱۳۹
۱۱۲	لینن	تسناؤ	۱۹۳۲ء نیا سنسار پٹنہ	۲؍	۶۱۴۰
	سوانح ش				

۱۲۴	حیات اجمل	حکیم رشید احمد خان	جید پریس دہلی	عمار ۱۰مر	۶۱۴۱
	سیاسیات نہر				
۱۲	اسکو تعلیم اتحاد	شیخ محمد یوسف	آفتاب برقی پریس امرتسر	۸ر	۶۱۴۲
	فلسفہ ظ				
۲۳	فلسفہ وحدت	نرمل چند	نرائن دت سہگل لاہور	عہ ۹ر	۶۱۴۳
	متفرقات ل				
۸۵	حقیقت علم	حافظ سکندر بخت	۱۳۶۳ھ انتظامی پریس حیدرآباد	سہ مر	۶۱۴۴
۸۶	سیر و شکار	علاؤ الدین قادری	کتب خانہ دار المبلغ لاہور	عہ ۱۴ر	۶۱۴۵
۸۷	محبوب الامثال	محبوب عالم	مطبع نامی پنجاب	عہ ۹ر	۶۱۴۶
۸۸	وحشی اقوام کی عورتیں	———	———	ے ۱۶ر	۶۱۴۷
	لسانیات ف				
۱۳	علم اللسان	سید احمد دہلوی	محبوب المطابع دہلی	۷ مر	۶۱۴۸
۱۴	قومی زبان	یعقوب الرحمن عثمانی	جیب برقی پریس دہلی	۶ر	۶۱۴۹
۱۵	مقالات گارساں دتاسی حصہ اول	———	۱۹۴۳ء انجمن ترقی اردو ہند دہلی	صفحہ ۱۵ر	۶۱۵۰
۱۶	مقالات گارساں دتاسی حصہ دوم	———	" " "	صفحہ ۱۹ مرزا	۶۱۵۱
	مزاحیہ ل				
۱۱۶	دیہاتی بیوپار	اویس احمد ادیب	اردو پبلشنگ ہاؤس الہ آباد	عہ ۱۰ر	۶۱۵۲
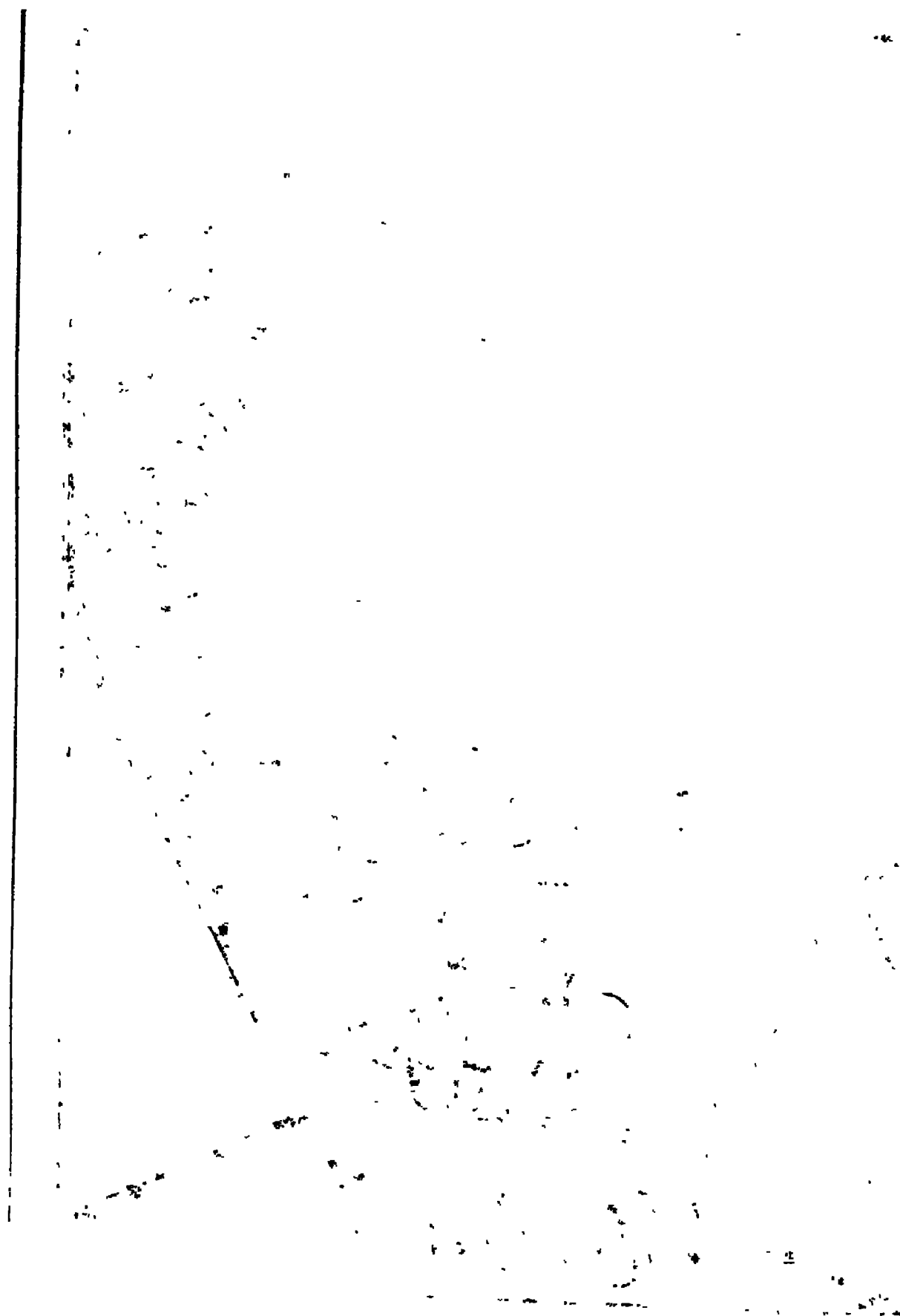
گشتی کتب خانہ
فہرست
انجمن ترقی اردو (ہند) حیدرآباد

ہماری کتابیں
تبصرہ

منظورۂ سررشتۂ تعلیمات سرکار عالی

و

گورنمنٹ ہند

ہماری کتابیں

فی پرچہ ۳/

چندہ سالانہ دو روپیے

مدیر: سید علی شبر حاتمی۔ بی ایس سی (عثمانیہ)
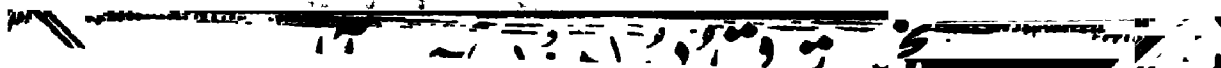
جلد ۳ | ماہ دی ۱۳۵۵ ف م ماہ نومبر ۱۹۴۵ء | نمبر ۱۱

اداریہ

دو سو سال پہلے غزل اور شعر کو جس استاد اعظم، شاعران اردو کے رہبر مسلم ادب و زباندانی کے ماہر فن، خوش بیان اور شیریں سخن نے اپنے اعجاز رقم کلام سے نوازا ناقابل فراموش ہے۔ جسکو آج تک وہی عزت حاصل ہے جو اس زمانہ میں اسے حاصل تھی آج بھی اس کے بہتّر خنجروں میں انجکشن کی طرح گرمی پیدا کردیتے ہیں۔ اس کے منتخب کلام نے اس کے رتبہ کو جس قدر بلند کیا وہ ہر اردو دان اور صاحب ذوق سے پوشیدہ نہیں جس کو خاص و عام میر کے نام سے جانتے اور اس کے کلام کو الہامی شعر مانتے ہیں۔ اس اجمالی تذکرہ میں اسکی زندگی اور کارناموں پر مکمل اور مختصر پیش کش کی کوشش کی گئی ہے۔

قابل مطالعہ کے زیر عنوان سفرنامہ حکیم ناصر خسرو پیش کیا جا رہا ہے جو انجمن ترقی اردو (ہند) نے شائع کیا اور دوسرے تمام نسخوں سے جو جرمن اور فرانس ہندوستان میں کلکتہ اور بمبئی وغیرہ میں شائع ہوتے رہے۔ اسے ان سب نسخوں کے مقابل آگے بڑھا دیا ہے جسکے حواشی مرتب کرنے میں کئی سال کا وقت اور ہزاروں روپے صرف کئے گئے۔ سفرنامہ ہذا قدامت اور اصولی لحاظ سے بہت دلچسپ مفید ہے۔

تبصرہ میں بھی اردو کی بہترین تصنیف اس ایک ہی نمبر میں جمع ہوگئی ہیں جنکے نام کیفیہ۔ رود کوثر، مقامات اور سرخ چین کا رہنما ہیں۔

ہمیں جس قدر اپنے ماہنامے کے ادبی و افادی معیار کو بلند کرنے میں کامیابی ہوئی ہے اسکی کیفیت محترم ناظرین کے حوالے ہے اور اپنی مطمح نظر کا جہاں تک تعلق ہے ہمیں گو اطمینان کلی تو نہیں لیکن تسکین ضرور ہے۔ علی نسیر جامی

تذکرہ

میر محمد تقی میر دہلوی

ازجناب عبدالقیوم صاحب ناطق

یہ زمانہ اردو شاعری کی سب سے بڑی ترقی کا زمانہ ہے جس میں یہ شاعری مع اپنے تمام کرشمہ سازیوں کے زینتِ الفاظ اور جدتِ خیال سے آراستہ و پیراستہ ہوکر دنیا کے سامنے نمودار ہوئی۔ یہ اردو شاعری کے رکن رکین اور استادانِ اعظم کی جولانگاہوں میں گل و بلبل سے گلزار نمائی کا دور ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ ہندی الفاظ پر فارسی کو ترجیح دی جارہی ہے کیونکہ وہی اس مذاق کو پسند تھے یہیں زبان ایسے الفاظ اور ان بندشوں سے پاک ہوگئی جو دتی اور اس کے ہمعصر شعرائے دہلی کے یہاں بہ کثرت پائے جاتے ہیں اس ماحول میں نہ صرف زبان صاف ہوئی بلکہ بہت خوبصورت اور مناسب فارسی لفظ اور محاورے اس میں شامل کئے گئے فارسی تشبیہات و استعارات نے اپنا رنگ جمانا شروع کیا۔ اور گل و بلبل قمری و شمشاد کے افسانوی عشق فارسی سے اردو میں لئے گئے۔ جدید خیالات نئی ترکیبوں کے ساتھ بڑے حسن و خوبی سے برتے گئے۔ غزلیں نئے نئے انداز اور بحروں میں کہی جانے لگیں جدید اصناف سخن اس زمانہ میں رائج ہوئے مثلاً واسوخت مخمس ہجو مثلث اور ریختہ اور یہ سب فارسی سے لئے گئے اور پہلے کے انداز میں بھی ترقی ہوئی ایسے میں کون تھا جس نے اپنے لئے ایک موثر انداز بیان منتخب کیا قدرت نے اس کی تکمیل کے اسباب مہیا کئے اور جس نے سب سے الگ ہٹ کر وہ راگ چھیڑا جس کو سن کر لب سر دھننے لگے؟

نام و تخلص پیدائش وطن و خاندان

محمد تقی نام اور میر تخلص ہے۔ قیاسات سے سنہ ۱۱۳۷ھ ولادت قرار پاتی ہے۔ اکبرآباد میں پیدا ہوئے۔ اور شاعری کا وطن

دہلی ہے ان کے والد میر عبداللہ شرفائے
اکبر آباد (آگرہ) سے ہیں۔ گلزار ابراہیمی
سے معلوم ہوتا ہے کہ خان آرزو سے جو
ہندوستان کے مسلم الثبوت محقق ہیں۔
ان کا رشتہ ملتا ہے۔ کسی نے انہیں
خان آرزو کا بھتیجا اور کسی نے بھانجا
لکھا ہے۔ اپنے بزرگوں کی نسبت میر صاحب
تحریر فرماتے ہیں کہ میرے بزرگ ناسازگاری
زمانہ کے سبب حجاز سے روانہ ہو کر سرحد
دکن پہنچے وہاں سے احمد آباد گجرات وارد
ہوئے بعض وہیں رہ گئے اور بعض تلاش
معاش کے لئے نکل کھڑے ہوئے چنانچہ
میر کے جد کلاں نے آگرہ میں توطن اختیار
کیا۔ مگر ناسازی آب وہوا کے سبب راہی
ملک عدم ہوئے اور ایک فرزند چھوڑا
جو میرے دادا تھے وہ اکبر آباد کی فوجداری
پر سرفراز ہوئے پچاس سال کی عمر میں
خرابی صحت کے باعث گوالیار گئے
اور بیس ہی روز بعد ہمیشہ کیلئے رخصت
ہو گئے ان کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے
کو کچھ خلل دماغ تھا جو جوان مر گیا چھوٹے
بیٹے میرے والد تھے میر صاحب کی
ایک بہن میر محمد حسین کلیم کو بیاہی تھیں۔
جن کو میر سے بہت محبت تھی

تعلیم و تلمذ

تعلیم کے بارے میں اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ
ابتدا میں شاہ کلیم اللہ اکبر آبادی سے
علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ پھر دہلی
میں میر جعفر سے کچھ تعلیم حاصل کی۔
ان کی تربیت سید امان اللہ کے زیر نگرانی
ہوئی جو جوان صالح اور ان کے والد "علی متقی"
کے عقیدت مند تھے اور بیانہ چھوڑ کر اکبر آباد
آرہے تھے۔ ان کی تعلیمی حالت سنبھالنے
میں خان آرزو کو بھی بڑا دخل حاصل ہے۔
شاعری میں تلمذ بھی انہی سے ہے۔ اسکے
بعد شاہ حاتم سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

عام حالات

بود و باش ابتدا آگرہ ہی میں رہی لیکن
باپ کے انتقال کے بعد بڑے بھائی
کی بے مروتی نے انھیں برداشتہ خاطر
کر دیا جبکہ انھیں اپنے باپ کے ترکہ
سے ایک حبہ بھی نہیں ملا تو اپنے چھوٹے
بھائی کو اپنی جگہ گھر کی نگہداشت کیلئے
چھوڑ کر چل دئے اور دہلی پہنچے۔ یہاں

---

[1] گل رعنا صفحہ ۱۵۔ [2] تاریخ ادب اردو سکسینہ صفحہ ۱۶۹۔

نہ گیا تو ناچار یہ بھی دہلی پہنچے یہاں وجیہ الدین
برادر حسام الدولہ نے ان کا کچھ مقرر کر دیا۔
بادشاہ عالمگیر ثانی نے طلب فرمایا تو یہ نہیں
گئے۔ کبھی کبھی بادشاہ وغیرہ کچھ بھیج دیا کرتے
تو اس سے گزر بسر ہو جاتی اس کے بعد نواب
آصف الدولہ نے زادِ راہ بھیج کر انھیں لکھنؤ
بلوایا بر داشتہ خاطر تو ہو ہی رہے تھے۔
لکھنؤ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں فرخ آباد
کے رئیس نے روکنا چاہا۔ لیکن یہ نہیں رُکے
لکھنؤ پہنچنے پر معلوم ہوا کہ آج یہاں مشاعرہ ہے
رہ نہ سکے اسی وقت غزل لکھی اور مشاعرہ میں
جا شامل ہوئے۔ اس وقت ان کی

وضع اور لباس

قدیمانہ کھڑکی دار پگڑی، پچاس گز کے
گھیر کا جامہ، ایک پورا تھان پستولئے کا کمر سے
بندھا، ایک رومال پٹڑی دار تہ کیا ہوا اس
میں آویزاں، مشروع کا پاجامہ جس کے عرض کے
پائنچے، ناگ پھنی کی انی دار جوتی جس کی
ڈیڑھ بالشت کی اونچی نوک، کمر میں ایک
سیف یعنے سیدھی تلوار، دوسری طرف کٹار
ہاتھ میں جریب، غرض جب داخل محفل ہوئے
تو وہ شہر لکھنؤ۔ نئے انداز، نئی تراشیں
بانکے ٹیڑھے جوان۔ انھیں دیکھ کر سب
ہنسنے لگے میر صاحب بچارے غریب الوطن
زمانہ کے ہاتھوں پہلے ہی شکستہ دل اور بھی
دل تنگ ہوئے اور ایک طرف بیٹھ گئے جب
شمع سامنے آئی تو اچھی طرح صورت پر نظریں
پڑیں بعض اشخاص نے وطن دریافت کیا۔
میر صاحب نے فی البدیہہ قطعہ کہہ کر طرحی
غزل میں شامل کر دیا۔ جب غزل سے پہلے
قطعہ پڑھا تو سب کو حال معلوم ہو گیا بہت
معذرت کی اور عفو تقصیر چاہی۔ صبح ہوتے
ہوتے گلی کوچوں میں مشہور ہو گیا کہ میر صاحب
تشریف لے آئے۔ صبح اوّل سالار جنگ کے
ہاں پہنچے جن کے ایما سے یہ لکھنؤ بلائے گئے
تھے، انھوں نے بڑی عزت کی اور نواب
آصف الدولہ کے ہاں جو کچھ مناسب سمجھا
کہلا بھیجا چار پانچ روز بعد نواب اتفاقاً
مرغوں کی لڑائی دیکھنے تشریف لائے یہ بھی
وہاں حاضر تھے نواب نے محض فراست
سے دریافت کیا کہ "کیا تم میر تقی ہو؟"
اور نہایت لطف و کرم سے بغلگیر ہوئے
اور اپنے ساتھ نشست کے مقام پر لے
گئے اور اپنے اشعار سنائے۔ میر صاحب
نے خود ان کی تعریف میں لکھا ہے "سبحان اللہ
کلام الملوک ملوک الکلام"۔ اور پھر میر کے
کچھ اشعار سنے اور رخصت کیا۔ تین روز

۱؎ تاریخ ادب بیکسنہ ص ۲۳۶۔ ۲؎ ذکر میر۔

بعد یاد فرمایا اس وقت انھوں نے اپنا قصیدہ
سنایا جو نواب کی مدح میں کہا گیا تھا اور
اسی روز زمرۂ ملازمین میں داخل کر لئے
گئے ۔ یہاں کی زندگی آرام کی زندگی تھی
پھر نواب کے ساتھ بہرائچ گئے جب وہ
شکار کے لئے گئے تھے واقعاتِ شکار
میں "شکار نامہ" لکھا۔ دوسری مرتبہ نواب
بغرض شکار کوہ شمالی کے دامن تک پھر
بغرض شکار گئے تو دوسرا "شکار نامہ"
لکھ کر پیش کیا۔ بڑھاپا آیا تو قویٰ کے اضمحلال
نے مجبور کرنا شروع کیا صحت خراب ہو چلی
تو دوستوں سے بھی آخری وقت میں ملاقات
ترک کر دی ۔

اخلاق وعادات

کے بارے میں ان کی زندگی کے گہرے مطالعہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فطری خوددار اور
انتہا درجہ کے حساس تھے کہیں کہیں تمکنت
بھی ان میں پائی جاتی ہے ۔ وہ امراء و روسار
کے میل جول کو حقارت سے دیکھنے والے
تھے کہ کہیں ان کی خودداری پر حرف نہ آجائے
وہ انتہائی محتاط، کم گو، اور آزاد طبع تھے ۔
اس پر افلاس و کم مائگی نے انکی عالی ظرفی
کو بلند تر کر دیا تھا ۔ حقیقت یہ ہے کہ
جب فقر و فاقہ درپے ہو تو وضعداری نباہنے
میں نازک مزاجی آہی جاتی ہے ۔ وہ اپنی
اس کمزوری سے خود بھی واقف تھے چنانچہ
بقول میر حسن و لطف انہوں نے خود اپنے
کلام میں اس کا ذکر کیا ہے ۔ سے

ہم خستہ دل ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر
تیوری چڑھائی تو نے کہ یاں جی نکل گیا

اس سے بڑھ کر انکی وسعت دلی کا اور کیا
ثبوت ہو سکتا ہے کہ اپنے معاصر اور حریف
سودا کے بارہ میں لکھتے ہیں[1] "وہ ہندستانی
شعراء کا سرتاج رہی ہے بہت خوش گو ہے
اور ملک الشعراء کا خطاب اس کے لئے
زیبا ہے" آزاد کی اکثر بے بنیاد اور غیر تحقیقی
روایات غالباً اس وجہ سے ہیں کہ انکی
نظر سے نکات الشعراء نہیں گزرا ۔

میر کاملین فن کی نظر میں

قابلیت و ہنر کا مجموعہ خوش طبع و خوش فکر ہے
اپنے زمانہ کے کاملین کا سرتاج محاورہ دان
با وقار، رنگین اور جدید مضامین کا متلاشی
عمدہ اور شیریں الفاظ ڈھونڈنے والا!
غزل گوئی کے میدان میں اپنے معصروں
سے آگے، اگرچہ سادہ گو ہے لیکن اسکی
سادگی میں پُرکاری ہے (طبقات الشعراء)

---

[1] نکات شعراء

"اکثر انھیں ریختہ میں سودا کا ہم پلہ جانتے ہیں۔ اور بعض غزل و مثنوی میں مرزا سے بہتر جانتے ہیں اور مرزا کو ہجو و قصیدہ میں اس پر برتری دیتے ہیں۔ ۔ ۔ غرض یہ بھی ہوا اس کی استادی مسلم ہے (تذکرۂ مصحفی)"

میر موجد کی حیثیت سے

تحقیقات و انکشافات سے معلوم ہوتا ہے کہ:-

(۱) واسوخت کی ایجاد انہوں نے کی اور اس انداز سے پیش کیا کہ متاخرین ایک نمونہ سامنے ہونے کے باوجود ان سے آگے نہ بڑھ سکے۔

(۲) مثلث اور مربع (یعنی تین یا چار مصرعی نظم) بھی اردو میں انھوں نے پیش کی۔ جس کے ذریعہ خاص انداز "ریختہ" میں جذبات و واردات منضبط و مرتب اور مسلسل پیش کرنے کی راہ نکالی جس سے ادب کو گرانمایہ کیا۔

(۳) مرثیہ کا انداز بھی ان ہی کی رہنمائی کا احسان مند ہے۔

ایک جدید انکشاف:- ہمیں مرزا علی لطف[1] کی گلشن ہند سے معلوم ہوا کہ "جب کلکتہ میں جان گلگرسٹ صاحب کی کوشش سے حکام کو اردو کی سرپرستی اور ترقی کا خیال ہوا تو لکھنؤ سے بھی زبان دانوں کی طلبی ہوئی سب سے پہلے کرنل اسکاٹ کے سامنے میر صاحب کی تقریب ہوئی لیکن بڑھاپے اور کہولت کے سبب ان کا انتخاب نہیں کیا گیا۔

خصوصیات "محاسن"؟

میر صاحب نے اکثر فارسی ترکیبیں یا ان کے ترجمے اردو میں داخل کر کے زبان اردو کو فارسی زیور سے آراستہ کیا۔ اور اپنے ہمعصروں میں اس کے ذریعہ خاص رتبہ حاصل کیا۔ کلام میں مایوسی اور درد کو جگہ دے کر غزل کو دل دوز اور موثر کیا ان کا کلام ہر جگہ ہر لئے سے ایک نتیجہ نکالتا ہے اور وہ نامرادی اور یاس ہے۔ وہ عشق کے سراپا مبلغ ہیں اور ان کے خیال میں دنیا بے عشق وبال ہے اور انسانی زندگی کی حقیقی و دائمی لذت درد و ناکامی ہے وہ لطیف احساسات اور جذبات کی تصویر الفاظ کے ذریعہ اس طرح کھینچتے ہیں کہ روح وجد کرنے لگتی ہے قدرت کلام کا

---

[1] تذکرہ گل رعنا۔

یہ عالم ہے کہ جہاں چھوٹی بحروں میں شعر سے نشتر کا کام لیتے ہیں وہاں بڑی بحروں میں بھی ان کے اشعار تیغ آبدار سے کم دل میں نہیں اترتے، معاملات و واردات کی جیتی جاگتی تصویر کشی ان کے کمالِ فن کی دلیل ہے، وہ مشاہدات کی زمین پر تخیل کا وہ قصر تعمیر کرتے ہیں جس کا نتیجہ فوراً سامنے آجاتا ہے۔

معائب

میں ان کی لفظی رعایات ان کے اس بلند پایہ کلام کے مقابل کھٹکتی ہیں گو انہوں نے اس بدعتِ سئیہ کو ترک کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ماحول سے وہ بھی بے نیاز نہ رہ سکے۔ مثلاً

یاں ہتھیں نکل گیا واں غیر
اپنی کنّی لگائے جاتا ہے۔

وفات

کے بارہ میں اختلاف ہے۔ ناسخ کی مشہور "تاریخ ع" واویلا مُرد شہِ شاعراں" سے سنہ ۱۲۲۵ھ نکلتی ہے۔ تذکرہ میر میں جو ایک تاریخ قطعہ سے نکالی ہے اس کی رو سے سنہ ۱۱۹۷ھ قرار پاتی ہے۔ تذکرہ مصحفی سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۰۹ھ ہے۔ لیکن صحیح تاریخ وفات سنہ ۱۱۹۷ھ ہے۔

ع: تاریخ ادب اردو سکسینہ

قابلِ مطالعہ کتاب

سفرنامہ (حکیم) ناصر خسرو

از جناب عبدالقیوم صاحب فائق

دنیا میں رہ کر دنیا کے بننے اور بگڑنے کا مشاہدہ کرنے والے دیدہ وران کھنڈروں پر شبھکر آنسو بہاتے ہیں جہاں گزشتہ اقوام کی عظمت دفن ہے۔ ترقی پسند اور خالص عملی نظریئے پر جینے والے ترقیات کی سجی ہوئی کائنات دیکھ کر بلبلا جاتے ہیں۔ اور اپنے ولولوں کے لیے آئے دن کی ایجادات کو پرواز سمجھ کر اڑنے کی خاطر اپنے پر تولنے لگتے ہیں۔ ایک سیاسی مذاق رکھنے والا ان کے تمدن میں اپنے ملک وقوم کے خد وخال تلاش کر کے ان سے اپنا گھر آباد کرنا چاہتا ہے تو عبرت بیں ان آبادخطوں سے دور اجاڑ بستیوں اور ٹوٹے پھوٹے نشانات پر کھڑا ہو کر فاعتبروا یا اولی الابصار کی للکار سے سوئی ہوئی مخلوق کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھا دینا چاہتا ہے۔

بہرکیف۔ بقول غالبؔ۔ ؏

اگر بدل نہ خلد ہرچہ از نظر گزرد
زہے روانیٔ عمرے کہ در سفر گزرد

کم ہمت اور تنعم پسندوں۔ عیش طلب اور تن آسانوں کے لئے اگر یہ افیون کا گھول ہے تو بلند ہمت اور صاحب عزم کے لئے شاہ راہ ترقی کسی کے سفرنامہ میں ہر پہنچنے والا اپنی زندگی کی فرودگاہیں تلاش کرتا ہے یہی نہیں کہ وہ لفظوں کے ذریعہ مختلف آب وہوا رکھنے والے اور ادلی بدلی ہئیت وترکیب رکھنے والے ممالک کی سیر چند گھڑیوں میں کر لیتا ہے بلکہ ہر ملک کے حالات اس کا تمدن، معاشرت، تہذیب اور سیاست اپنے اندر ہر ملک و قوم کے لئے بہت لطیف پیغام انساجت رکھتی ہے

یہی تحقیقات جب "سفرناموں" کے

ڈھلنے میں سموگئی۔ تو ان کے ذریعہ ایک قوم
نے اپنے بارہ میں سیاح کے خیالات
بلکہ اس کے واسطے سے اس کی قوم کے
خیالات معلوم کرنے کی خاطر اسے اپنی
زبان میں ترجمہ کرکے پیش کرنا شروع
کیا گویا ایشیا کی عینک لگا کر یورپ والوں
نے اپنا گھر دیکھا تو ایشیائیوں نے یورپ
کی دوربین اور خوردبین سے اپنی بستیاں
دیکھیں۔ اور یہ بھی نہ سہی تو کم از کم اس کے
ذریعہ مختلف ممالک کی سیر تو کرلی۔

کتاب پیش نظر بھی اسی قبیل کی ایک
تالیف ہے جس کو حکیم ناصر خسرو نے جو
قرآن مجید کے حکم — سیروا فی الارض
کے ماتحت تو نہیں لیکن عام ذوق کے
مطابق ۱۰۴۴ھ میں مرتب کیا۔ یہ سفرنامہ
اصل فارسی زبان میں لکھا گیا جو بلحاظ قدامت
وخصوصیات یادگار ہے۔ دیوان ناصر خسرو
کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ عالم شباب ہی
سے ان کے خیالات میں تبدیلی ہو چلی تھی۔

اور چالیس۴۰ سال کی عمر تک وہ انہیں
خیالات میں ڈوبا رہا اور آخر میں جب ضبط
کی طاقت نہ رہی تو ۴۳ سال کی عمر میں
حج اور زیارت مقامات مقدسہ کے لئے
[illegible] گھوڑا ہوا۔ (صاحب کشف) سفرنامے میں
صراحت ہے کہ ترتیب [illegible] جس قدر

سرمایہ تھا۔ وہ مرو میں چھوڑ کر اور بقدر
ضرورت ہمراہ لے کر روانہ ہوگیا۔ اس سفر
میں ناصر کا چھوٹا بھائی خواجہ ابوسعید اور
ایک ہندوستانی غلام ہمراہ تھا گھر سے نکلتے وقت
ناصر کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

برخاستم از جائے و سفر پیش گرفتم
نے خانم یاد آمد و نے گلشن و منظر

مرو میں ناصر خسرو کا ایک مکان اور باغ بھی تھا
جس کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے
(انسائیکلوپیڈیا برطانیکا)

پیش نظر سفرنامہ حکیم ناصر خسرو کا ترجمہ
مولوی عبدالرزاق کانپوری نے کیا ہے جسے
انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی نے شائع کیا ہے۔
صاحب مترجم کا بیان ہے کہ جب میں [illegible]
میں دہلی گیا اور شمس العلماء خان بہادر مولوی
ذکاء اللہ دہلوی نے فرمایا کہ خواجہ الطاف حسین حالی
نے چند سال ہوئے کہ یہ سفرنامہ مع مقدمہ
شائع کیا ہے تم اس کو ضرور پڑھو۔ جو [illegible]
میں شائع ہوا تھا یہ نادرالوجود سفرنامہ
نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر رئیس لوہارو
کے قلمی نسخے کی نقل تھا۔ میں نے دہلی سے
کانپور تک اسے پڑھا بے انتہا مسرت ہوئی۔
کیونکہ نہ صرف ادبی حیثیت سے بلکہ وقائع سیاحت
اور عجائبات کے لحاظ سے بھی نہایت جامع
اور دلچسپ تھا۔ اس [illegible] سے

دو مرتبہ اور مطالعہ کیا۔ جب مضامین اور طرز انشاء پر عبور ہو گیا تو ندرت کے لحاظ سے ترجمے کا خیال پیدا ہوا۔ اور اس خیال سے خواجہ بزرگ حالی کو جنوری ۱۹۰۱ء ۱۳۱۸ھ میں ایک عریضہ لکھا۔ خواجہ صاحب نے بکمال شفقت جواب میں تحریر فرمایا۔ "آپ کے نزدیک وہ تحقیقات صحیح ہو تو اس کا ترجمہ بھی سفرنامے کے اوّل میں چھاپ دیجئے۔ ۱۳ ؍ فروری ۱۹۰۱ء حالی از پانی پت" محترم خواجہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بغیر حواشی اس سفرنامہ کی اشاعت بیکار ہے۔ کیونکہ اس وقت سے اس وقت تک جغرافی اور تاریخی حیثیت سے ممالک و حکومتوں میں عظیم الشان فرق آگیا تھا اس مرحلہ کے طے ہونے پر امصار و بلاد آثار، تعبیرات، سمندر، دریاؤ اور مشاہیر رجال کی فہرست مرتب کی گئی۔ ڈھائی سو ۲۵۰ حواشی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ تعداد ہمت شکن نہ تھی لیکن اس کی تکمیل دشوار تھی۔ ایک یوروپین پروفیسر کالج کے مشورہ سے لیڈن (ہولانڈ) کی مشہور مشرقی پریس برل سے عربوں کے نایاب سفرنامے جغرافیے اور بعض نادر تاریخیں بہ قیمت چار سو ۴۰۰ روپیہ خریدی گئیں۔ ۱۹۰۴ء ۱۳۲۲ھ میں ذخیرہ پورا ہو گیا۔ اور حاشیہ نگاری کا کام شروع کیا گیا۔ ان تصانیف کے علاوہ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا اور اسلام اور دائرۃ المعارف پطرس بستانی سے بھی انتخاب کیا گیا۔ اور مطبوعات (متعلق سیرت ناصر) مصر، بیروت اور جرمنی کی خریداری مسلسل ۱۹۲۴ء ۱۳۴۲ھ تک جاری رہی جس کی مجموعی قیمت تین سو انچاس (۳۴۹) روپیہ چودہ آنہ چھ پائی تھی۔

۹ ؍ دسمبر ۱۹۰۵ء ۱۳۲۳ھ خاکسار (مولوی عبدالرزاق) ریاست بھوپال میں تحصیلدار مقرر ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کی رفتار سست ہو گئی۔ آخر خدا خدا کر کے وہ وقت آیا کہ ترجمہ سفرنامہ طباعت کے لئے مولوی ڈاکٹر عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو (ہند) کے سپرد کیا گیا میرا یہ دعویٰ نہیں کہ ۱۹۰۴ء ۱۳۲۲ھ سے ۱۹۳۹ء ۱۳۵۹ھ تک تکمیل سفرنامہ میں مصروف رہا ہوں۔

اس کے بعد حکیم ناصر خسرو علوی بلخی کی سوانح حیات لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نسب ناصر بن خسرو بن حارث بن عیسیٰ بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن علی بن امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے کنیت ابومعین لقب۔ شاہ او سلطان وطن آتشکدہ سے اصفہان اور دوسرے ماخذوں سے بلخ طے پاتا ہے ولادت میں بھی اختلاف ہے لیکن دیوان ناصر سے ۱۰۰۴ء ۳۹۴ھ مستند ہے تحصیل مبادیات کے بعد تین سال میں نجوم ہیئت۔ رمل۔ اقلیدس۔ اور مجسطی کی تکمیل

کی۔ سترہ سال کی عمر میں علم ادب، فقہ، تفسیر اور حدیث کا درس شروع کیا۔ اور تقریباً تین سو تفسیریں پڑھیں۔ اس کے بعد فلسفۂ یونان کو پڑھا اور پندرہ سال میں اس نصاب کی تکمیل کی۔ عربی کے علاوہ ترکی۔ یونانی۔ عبرانی۔ اور ہندستانی (سندھی) زبان سے بھی واقف تھے فارسی مادری زبان تھی۔ جب ۲۴ سال کی عمر ہوگئی تو اس وقت توراۃ۔ زبور اور انجیل کو یہودی علماء سے پڑھا۔ اس کے بعد منطق الٰہی وطبیعی، طب اور ریاضیات کو ختم کیا۔ اور سب سے آخر میں تصرف روحانیات، علم تسخیر اور طلسمات کو حاصل کیا۔ طالب علمانہ زندگی کے بعد ناصر بتقضائے عالم شباب حسن وعشق کے جال میں گرفتار ہوگیا تھا۔ اس سے ہٹ کر خود ایک بڑا طبیب اور حکیم تھا لیکن پھر بھی دولت کی لالچ سے کیمیا کی تلاش کرنا فطرت انسانی کے خلاف نہیں ہے۔ اور یہ اسکی ایمانداری ہے کہ اس نے اپنی زندگی کے کسی راز کو مخفی نہیں رکھا طالب علمی کے ختم ہونیکے بعد ہی وہ مرو کے دارالانشا میں بعہدہ مستوفی الممالک مقرر ہوگیا تھا۔ اس کے بعد وہ مرو سے جوزجان گیا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں اس نے ایک ایسا خواب دیکھا۔

جس نے اس کی زندگی کی خوابیدہ گھڑیوں کو جگادیا یہی وہ مبارک خواب تھا۔ جس نے ناصر کی چہل ؁ سالہ زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا۔ اب وہ دنیا سے بھی بیزار ہوگیا تھا اور فرشتۂ غیب کی ہدایت پر شراب نوشی بھی ترک کرچکا تھا حج کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اسی وقت سے اسکے خیالات حکیمانہ ہوگئے۔ ناصر خسرو کے بچپن اور جوانی کی یہ مختصر کہانی ہے جو پیش کردی گئی۔ اس زمانہ سے ناصر کی زندگی تین حصوں پر تقسیم کی جاسکتی ہے (۱) ناصر ایک کامیاب اور دوسرا عجمی سیاح تھا جس نے ابواسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی الاصطخری کے بعد عرب اور ہندستان وغیرہ کی سیاحت کی اور نئے اسلوب سے سیاحت نامہ لکھا۔ (۲) ناصر خسرو اپنے زمانہ کا ایک بہترین فلسفی تھا۔ (۳) ناصر خسرو خلفائے فاطمین مصر کا ایک داعی الدعاۃ (نائب امام یا حجت تھا) جسکو صوبہ خراسان مذہب فاطمیہ کی تبلیغ سپرد کی گئی تھی۔ چنانچہ اس تقسیم کے مطابق اس کی سوانح حیات کا مطالعہ کیجئے۔

منازل سفر ناصر خسرو اس طرح ترتیب دئے گئے ہیں۔ (۱) پہلا سال ۴۳۷ھ ناصر خسرو مرو سے روانہ ہوکر اضلاع خراسان

سے گزرتا ہوا داخل قزوین ہوا۔ یہ سیاحت چھ مہینے اور چوبیس روز کی تھی۔ (۲) دوسرا سال ۴۳۸ھ تک۔ اس میں قزوین سے روانہ ہو کر براہ طبرستان دیلم، تبریز، ارزن، میافارقین، امد، حران، قروہی، سروج ہوتا ہوا فرات عبور کر کے منبج میں داخل ہوا۔ یہ شام کا پہلا شہر تھا۔ بعد ازاں وہاں سے حلب، طرابلس، سرمین، معرۃ النعمان، حماۃ، حمص، طرابزن، جبیل کی سیر کرتا ہوا بحر الروم کے راستے سے بیروت، صور، صیدا، اور عکہ کی زیارت سے فارغ ہو کر براہِ حیفا اور رملہ بیت المقدس پہنچ گیا۔ یہ مسافت ۷ ماہ اور ۲۲ یوم میں طے ہوئی۔ بیت المقدس سے حج کو روانہ ہو کر ۸ ذی الحجہ ۴۳۸ھ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ اور حج سے فارغ ہو کر براہِ شام بیت المقدس واپس گیا۔ (۳) تیسرا سال ۴۳۹ھ تک اس میں بیت المقدس سے براہ رملہ و عسقلان بندرگاہ صالحیہ (مصر) سے جزیرہ و تنیس عبور کر کے قاہرہ پہنچا۔ یہاں نو ماہ قیام کر کے حالات قلم بند کئے پھر براہِ قلزم بندرگاہ جار سے مدینہ منورہ گیا۔ اور یہاں سے روانہ ہو کر ۹ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچا۔ یہ دوسرا حج تھا۔ حج سے پھر واپس قاہرہ گیا۔ (۴ و ۵) چوتھا اور پانچواں سال ۴۴۰ھ و ۴۴۱ھ تک اس میں تقریباً دو سال قاہرہ میں قیام کیا۔ کیونکہ اس کا اس سفر سے اصلی مقصد امیر المومنین المستنصر باللہ فاطمی سے مذہبی مسائل کا حل کرنا تھا اور اس میں کامیاب ہوا پھر تیسرے حج کی نیت سے براہ بحر قلزم قاہرہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور زیارت روضۂ نبوی صلعم سے مشرف ہو کر ۹ ذی الحجہ ۴۴۱ھ کو مکہ معظمہ پہنچ گیا۔ یہ تیسرا حج تھا۔ حج سے فارغ ہو کر سامان لینے کے لئے پھر قاہرہ چلا گیا۔ اور قاہرہ سے براہ مصر سعید وطن کو روانہ ہوا۔ (۶) چھٹا سال ۴۴۲ھ مصر کے علاقہ سے بذریعہ کشتی اسیوط، قوص، اخمیم، اور اسوان ہوتا ہوا صحرائی علاقہ طے کر کے عیذاب پہنچ گیا۔ اور اس مقام سے براہ جدہ سلخ جمادی الآخر ۴۴۲ھ مکہ معظمہ آ گیا۔ اور ۱۹ ذی الحجہ تک مقیم رہ کر مکہ معظمہ کے مفصل حالات روزنامچہ میں طبع کئے۔ یہ اخیر اور چوتھا حج تھا۔ (۷) ساتواں سال ۴۴۳ھ تک اس میں مکہ معظمہ سے براہِ طائف، لحسائہ کا سفر شروع ہوا۔ راستے میں عربوں کے قدیم کھنڈرات اور قلعے دیکھتا ہوا فلج میں پہنچا۔ اور یہاں سے یمامہ ہو کر لحسا آیا پھر یہاں سے ۲۰ شعبان ۴۴۳ھ بصرہ میں داخل ہوا۔ اور یہاں سے چل کر براہِ مہروبان، [3] خان لنجان، ۲۳ صفر ۴۴۴ھ کو اصفہان آیا۔

[3] ارجان، لوردغان

اور بیس روز قیام کر کے براہِ صحرائے طبس، زوزن، ورد، تون، ناتن، سرخس، مرو الرود اور فاریاب کی سیر کر کے یوم شنبہ ۲۶ جمادی الآخر کو داخل بلخ ہوا اور سفر ختم ہو گیا۔

اس سفر کے حدود حسب ذیل تھے۔

(۱) نواحیِ شمال و مشرق (۲) مغرب (۳) جنوب و مغرب۔

سیاحت ہندستان کا وعدہ ناصر خسرو نے سفرنامہ کے خاتمہ پر کیا تھا۔ لیکن سفرنامہ کا یہ حصّہ ناپید ہے ہاں ضمناً اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملتان سے لاہور تک آیا تھا۔ پھر واپس چلا گیا۔ ان شہروں کے علاوہ بلاد سندھ میں بھی زیادہ رہا ہے چنانچہ دیوان میں متعدد ہندی اور خالص سنسکرت کے الفاظ بھی موجود ہیں جو سیاحت ہندستان پر دلالت کرتے ہیں مثلاً ؎

بس بطریق تو خدائے جہاں
بیشک ماش وجود لوبیا است

لوبیا ممالک متحدہ اور مالوہ میں بہ کثرت پیدا ہوتا ہے جس کی پھلیاں لذیذ ترکاری ہوتی ہیں۔

سفرنامۂ ناصر خسرو کی خصوصیات حسب ذیل ہیں (۱) ہر شہر و قصبہ اور موضع کا جغرافیہ محل وقوع فصل اور دیگر خصوصیات (۲) فرمانروائے وقت، حکما، علما، صوفیا اور شعرا کا ذکر اور ملاقات کا مختصر حال (۳) ہر گورنمنٹ کا طرز حکومت انصاف اور مظالم اور محکمے (۴) آثار قدیمہ (۵) مساجد، گرجا، خانقاہیں، مشاہد (زیارت گاہیں) مقابر، مدارس، حمامات اور قلعے (۶) مصنوعات ملکی، درآمد برآمد خصوصاً کپڑے کے نرخ اور قیمتیں۔ (۷) مناظر قدرت، باغات، پھول پھل، سیرگاہیں اور پارک (۸) فوجی چھاؤنیاں اور ان کے انتظامات (۹) بازاروں کے عام حالات، نرخ مطابق سکہ رواں (۱۰) زراعت (غلہ) وافیون، پیداوار کی تفصیل اور نرخ، (۱۱) ایک مقام سے دوسرے کا فاصلہ بحساب فرسنگ، شارع عام اور پگڈنڈی راستے (۱۲) جنگلی حیوانات، اور عجائبات (۱۳) معدنیات (۱۴) حوادثِ عالم، زلزلے، طلسمات، (۱۵) سمندر، دریا، نہریں، چشمے، کنویں، مشہور بندرگاہیں۔ (۱۶) کسٹم ہاؤس، (ریونیٹ چنگی، سائر، کروڑگری) (۱۷) مردم شماری، اقوام کی خصائص، ملکی رسم و رواج۔ (۱۸) جشن، عیدین، قومی میلے، (۱۹) ادویہ، عقاقیر (جڑی بوٹیاں) (۲۰) ظروف (ہر قسم) (۲۱) ملک کی دولتمندی اور افلاس۔ یہ وہ عنوانات ہیں جو سفرنامے سے مخصوص ہیں لہٰذا ناصر کا یہ تقریری دعوے[۱]

[۱] بالکل صحیح ہے ؎ رسی آنگہ بدر و من کہ چوں من ۔ جہانگیری و صفحہ نگاری

تبصرہ

(رود کوثر)

از جناب عبدالقیوم صاحب ناطق

مصنف شیخ محمد اکرام۔ ایم اے، آئی سی ایس
فن تاریخ۔ **ناشر** شیخ محمد اقبال ایم اے
تاج آفس بمبئی۔ **ضخامت صفحات** (۴۰۰)
سائز کراؤن۔ **کاغذ** سفید کھرا۔ **کتابت و**
طباعت عمدہ۔ **قیمت**۔ للعہ ۱۵ر۴ ہر

فن تاریخ نے جہاں نصابات میں جگہ پاکر اپنی اہمیت میں معتد بہ اضافہ کیا وہیں اکثر متعصبانہ اور تنگ ذہنیتوں کے مظاہروں نے تعلیمی نشوونما میں زہریلے اثرات مترتب کرکے ہر انسان کو جس کا تعلیمی تعلق کسی جامعہ اور نصاب سے رہا ہو اپنی ابتدائی عمر سے ہی اس قدر غلط اور خلط ملط خیالات کا آماجگاہ بنا دیا کہ دوسری اقوام میں جو برگزیدہ ہستیاں گزری ہیں ان سے تو در کنار خود اپنی ہی قوم اور ملت و مذہب کے رہنماؤں حکمرانوں اور اولو العزم ہستیوں کے بارہ میں اس کے خیالات ڈانواڈول بلکہ کسی حد تک برے ہونے لگے یہ وہ بنیادی خرابی تھی اور اب بھی کسی حد تک اکثر مقامات پر پائی جاتی ہے۔ اس میں یہ غیر ذمہ دار اور نا فرض شناس اہل قلم کا زیادہ حصہ ہے غیر مفید کو رواج دے رہے ہیں۔ پیش نظر کتاب "رود کوثر" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کے عنوان پر ہی "ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ" لکھ کر اس کے مقصد کی بہت کچھ اجمالی کیفیت اور اس کے ڈھانچ کا خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔ شیخ محمد اکرام نے جس تحقیق اور کاوش سے اسے مرتب کیا ہوگا اسے تو وہی جانیں اس لئے کہ ہمارے ہاں علمی و ادبی مستند ذخائر کی متقدمین کے بارہ میں کافی کمی ہے یہی وجہ ہے کہ انھیں جس قدر مواد مل سکا اس کی سند کے بعد اسے اصل کے قریب قریب شرح و بسط کے ساتھ پیش [illegible] علاوہ پورے طول نمایاں ہونے کے اہمیت اور اعتبار کا پہلو زیادہ غالب ہے۔ [illegible] تاریخ نے جہاں

اپنے فطری طبائع کے اجازت نامے لے کر داخل ہوئے۔ بعض ایسی دلدل میں جا پھنسے کہ جس قدر کوششیں کرتے رہے اور دھنستے گئے اور کچھ مدت بعد بھی تو دہ خاک میں دب کر رہ گئے۔ یا جنھوں نے ماضی پر گہری نظر رکھی اور ماضی و حال کے پہلو میں کھڑے ہو کر غور کیا اور حال کو ساتھ لیا۔ اس نے اپنی طبیعت کے انداز سے جو نمونہ اس نمائش میں لا رکھا وہ در خور اعتنا رہا اور اپنی استعداد و صلاحیت مرتبہ اور حسن کے لحاظ سے نوازا گیا۔

زیر نظر "مقامات" احسان دانش کے اس مجموعۂ اشعار کا نام ہے۔ جس پر یہ نظریہ اور اصول ثابت و قائم کیا جا سکتا ہے۔ مطالعہ سے اس کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے نظیر اکبر آبادی و انیس کے شاہکاروں پر گہری توجہ صرف کی اور اپنی شاعری کے لئے ایک طرح زمین ہموار کی یہ تو تھا ان کا ماضی کا مطالعہ اس سے اپنی طرف لوٹتے ہوئے انھیں راہ میں اقبال ملے یہاں انہوں نے استغنائے وقت کے نقوش دیکھے جن کے خد و خال میں شباب کے تیز دوڑنے والے خون کی رنگت ابھری ہوئی تھی اور جس میں ظاہری علمی دنیا کے خاکے روحانی کیف و سرور سے حسین بنائے گئے تھے جہاں اطمینان قلب اور سکون تخیل کے پورے سامان آراستہ تھے۔ یہاں احسان اپنے مقام پر آئے اور یہاں انہوں نے اپنے ذاتی جوہر اور فطری صلاحیت سے اپنے لئے ایک سب سے نئی ہوئی ایک طرز بنائی۔ جس کو تماشائیوں کے ہجوم اور اہل ذوق کی ازدحام نے اچھی خاصی سجی ہوئی دنیا بنا دیا۔ جسکے ایک حصہ کا نام "مقامات" ہے۔ !!

سرخ چین کا رہنما

مصنف ۔ اسرار احمد آزاد۔ فن تاریخ سیاسی
ناشر ۔ پروگریسیو پرنٹرز اینڈ پبلشرز دہلی۔ شاہدرہ۔ **ضخامت صفحات** ۔ ۲۴۰
کاغذ سفید۔ کتابت و طباعت متوسط
قیمت ۔ ۱۲ روپے

دنیا میں جو انقلابات آتے رہے ہیں قومیں جب بنتی اور بگڑتی ہیں تو اس میں انکی اخلاقی حالت کو بہت دخل ہوتا ہے۔ یہی نظریہ حکومتی اور سیاسی رجحانات پر حاوی سمجھنا چاہیئے کیونکہ ہر حکومت کا ایک سیاسی عقیدہ اور ہر قوم کا ایک اخلاقی نظریہ ہوتا ہے۔ زمانہ ماسبق میں بھی ایسے کسی رجحانات اور کسی قسم کے عقائد پر سلطنتوں کی بنیادیں قائم کی جاتی

رہی ہیں۔

زیر نظر کتاب "سرخ چین کا رہنما" ان سیاسی انقلابات کی تاریخ ہے جو جاپان کے چین پر حربی اقدامات اور چین کے مدافعانہ جذبہ سے پیدا ہوئے۔ جاپان نے جس جس طرح چین کو دبا لینے اور مسخر کرنے کی جو تدبیریں سوچیں ان کی مدافعت کے لئے نئی دنیا کے نئے حربے کے ذریعہ جسکا قالب کمیونسٹ تھا عام پروپگنڈے کے عنوان مدافعت کا جذبہ پیدا کیا گیا جس کی ریخت و نمود میں چین کی عظیم مرتبت رہنما "ماؤ زے تنگ" کا بڑا حصہ تھا۔ ماؤ تنگ کی کوششوں اور نظریے نے چین میں ایک نئی روح پھونک دی اور دوست نما دشمن چینی "جو فاشیت" کے پنجوں میں پھنس کر اپنی ہی قوم پر داغ غلامی لگانے کے درپے تھے اس پروپیگنڈے اور اس کے اثرات و عوامل سے گھبرا گئے۔ چین نے ایک کروٹ لی اور نئے شباب کے ساتھ جنگ کا پانسہ بدل دیا۔

پیش نظر کتاب ان تمام انقلابی ادوار کی بہ تسلسل ایک تصویر ہے۔ جس کے ذریعہ ہر شخص اس ہنگامہ خیز انسانی سفاکی اور خود غرضی دفاع اور قوت کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اس تصنیف کے توسط سے آزاد نے اس سیاسی دلچسپی کی دنیا میں بہترین پیشکش کا خراج تحسین حاصل کیا ہے جو ان کی اس کوشش کے لئے زیبا ہے!!

کیفیہ

مصنف برجموہن دتاتریہ کیفی۔ فن تاریخ ادب
ناشر انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔
ضخامت صفحات ۳۰۸۔ سائز ۲۰×۲۶/۱۶
کاغذ سفید کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ **قیمت** ہے ۱۲

ہر زبان کا ادب جب تک سرمایہ دار نہیں اس کے فنون نامکمل اور ادھورے ہیں۔ اور ادب کی تکمیل میں جس قدر تاریخی نقد و تبصرہ کی تحریک کو دخل ہے کسی دوسرے طریق کار کو اتنی دسترس نہیں۔ ہر زبان الفاظ کے ذخیرے سے دولت مند اور بے مایہ کہی جاتی ہے۔ زبان اردو پر جب اصول کو عائد کر کے دیکھا جاتا ہے تو نظر آتا ہے کہ اس کی تدوین میں زیادہ حصہ ان شعراء کا ہے جو ہماری زبان کی تاریخی تجذبت اور اس کے مراحل طے کئے اور ساتھ ہی ساتھ دور حالیہ و مستقبل کے لئے چراغ جلایا۔ انہیں منجملہ دیگر کوششوں کے پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی کی جزو رسی اور مذاق سخن کی داد دینی

پڑے گی۔ جنہوں نے منثورات کیفی
کے بعد "کیفیہ" کے نام سے اپنا
تحقیقی نظریہ "تاریخی انداز میں پیش کرکے
ایک بڑے گروہ کا بار اپنے بوڑھے
کاندھوں پر لے لیا۔

زیرِ نظر کتاب میں حروف منفردہ سے
مرکبہ تک۔ الفاظ کے مادوں سے اردو
کی ساخت تک، آمیزشِ الفاظ سے
اس کی حسین ہیئت تک جتنے مراحل
تاریخی گزرے ان کا مفصل ذکر اور ان سب
کے بارہ میں اصول کی توضیح [illegible]
آئین ملتا ہے۔ اس پر مستزاد تقسیم [illegible]
کے بار ہلکا کرنے کا اتنا بڑا احسان ہے
جو اس وقت کے قدر شناس علماء میں
ممنونیت سے بھی نہیں اتر سکتا۔ ان کا
"متحمل کہتا ہے کہ ہماری زبان کی قدر
شناسی اور خراجِ تحسین بجا کرتے ہیں
ہے۔ اپنے ادب کو سنوارو اور نکھارو
کسی قابل بن جاؤ تو سمجھو اسے سمجھا [illegible]
اور بولو بھی اس کا اعتراف تحسین ہے
اور یہی حقیقی داد ہے

بہرکیف انجمن ترقی اردو (ہند) نے
منجملہ دوسری تصانیف کے اس کے ذریعہ
اپنی خدمات کا وہ زریں اور قابلِ ستائش
سلسلہ جاری رکھا ہے جو زبان کے ساتھ ہمیشہ
قائم رہنے والا ہے۔ تو نظریے بدل
جاتے [illegible] سمجھ میں آ جاتی ہیں۔
[illegible]
[illegible] اپنی عمارت [illegible]
جائے گی

بس نہیں ہوتا بلکہ معتبر معلومات اور تنقید است کے علاوہ زبان اردو کی حسین تاریخ بھی ہے جا سکتے ہیں۔ یہ رسالہ ہر ذوق کے لیے جس کو اپنی زبان سے کچھ بھی تعلق ہے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ضخامت صفحات ۲۰۲ قیمت مجلد ۵ ر ۴ ر

مقالات گارساں دتاسی حصہ دوم مترجمہ پروفیسر عزیز احمد شعبہ انگریزی جامعہ عثمانیہ و ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری

مستشرق مذکور کے ۱۸۵۰ء سے ۱۸۶۹ء تک کے خطبات کے اردو تراجم ہیں جن کی افادیت ظاہر ہے۔ اور یہ بھی انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی نے شائع کیے ہیں۔ ضخامت صفحات (۳۹۴) قیمت مجلد ۵ ر ۴ ر

علمی استفسارات

ادارہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب ہماری کتابیں!
تسلیمات۔ آپ کے رسالہ میں جو جوابات
شائع کیے جا رہے ہیں اگر میرے اس استفسار
کا جواب بھی مرحمت فرما کر سرفراز فرمایا جائے
تو ممنون ہوں گا۔۔۔ اکبر۔ حالی اور اقبال
کے کلام میں کیا فرق ہے؟

عابد رشید عثمانی سہارنپور

جواب۔ اکبر کا زمانہ اکبر کے لئے عین
مقتضائے فطرت تھا، مسلمانوں کے زوال
کا ماتم حالی نے کیا ہے۔ اور مرثیہ کا دور
حالی کے ساتھ ہی ختم بھی ہو گیا۔ حالی کی
شاعری کا اخلاقی پہلو اس اعتبار سے نہایت
اہم اور بلند ہے کہ ان کا مرثیہ "تخریبی"
ہونے کے بجائے "تعمیری" تھا۔ ان کے
آدی ماتم میں تخلیقی شان تھی۔ خاندانوں
کی زندگی سے ملتی جلتی ہی زندگی اقوام کی
بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی خاندان
کو لے لیجئے اور فرض کیجئے کہ کسی ظالم یا
غاصب نے خاندان کو یکسر تباہ اور غارت
کر دیا۔ پسماندگان فرطِ غم و الم سے زمین و
آسمان ایک کر دیتے ہیں اور کچھ عرصے
تک کم و بیش یہی عالم رہتا ہے۔ لیکن
جوں جوں دن گزرتے جاتے ہیں حادثہ کی
شدت کم ہوتی جاتی ہے۔ بایں ہمہ اپنی حالت
بہتر بنانے یا غاصب سے انتقام لینے کی
کافی سکت نہیں ہوتی۔ اس وقت تھوڑا
بہت ماتم بہت کچھ طعن و تشنیع اور ہجو و
ہزل سے دل کا بخار کم کیا جاتا ہے۔ یہ
دور بھی ختم ہوتا ہے اور پسماندگان اپنی
حالت کو تدریج سے ٹھیک پر لانے اور ظالم سے
انتقام لینے پر خود کو جری پانے لگتے ہیں
یہ وقت رجز اور رعب و غضب کا ہوتا
ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہماری سوسائٹی
ہماری شاعری اور ہمارے شعراء کی بھی

ابتدا، ارتقا اور انتہا ہوئی ہے حالی نے سلطنت مغلیہ کے زوال پر اسلام اور مسلمانوں کا ماتم کیا۔ اکبر نے طنز اور ظرافت سے کام لیا اور اقبال نے نعرۂ جنگ بلند کیا انھیں وجوہ کی بناء پر ہمارے نزدیک حالی ماضی کے، اکبر حال کے اور اقبال مستقبل کے شاعر قرار دئے جاسکتے ہیں چنانچہ حالی نے خود ایک جگہ اس کی تصدیق کر دی ہے

ہے یہ یاس بھول جائیگا کیونکر کوئی
بھول جائے صبح ہوتے ہی وہ سب شب کا سماں
بزم کو برہم ہوئے مدت نہیں گزری بہت
اُٹھ رہا ہے گل سے شمع بزم کے اب تک دھواں

اور اقبال فرماتے ہیں

ع۔ میں صدائے شاعر فردا ہوں (یعنی مستقبل کے شاعر کی آواز ہوں) یا دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں

ع دیکھتا ہوں دوش کے آئینہ میں فردا کو میں

امید ہے کہ اس اجمال میں آپ کا جواب تشفی بخش مل جائیگا۔!!

اچھے مضامین

از جناب ثالث صاحب

ماہ اگست کے بعض رسالوں کے اچھے
مضامین درج کئے جاتے ہیں۔

---

(۱) اردو ادب کی تاریخ کیلئے ایک نصب العین
(معارف اعظم گڑھ) ڈاکٹر محمد حفیظ سید صاحب
پروفیسر جامعہ الہ آباد نے اس مضمون میں درج
کیا ہے کہ زبان کا وجود انسان کے تمام افکار
و اعمال کے اظہار کا ضامن اور ذمہ دار ہے
اور پھر آگے چل کر اس کی وضاحت کی ہے
کہ نظم و نثر کے امتزاج سے ادب پیدا
ہوتا ہے۔ اور اُن کی تاریخ اور احوال کے
ضبط کا نام تاریخ ادب ہے۔ اس کی
تفصیل کے بعد واضح کیا گیا ہے کہ
اردو ادب کی تاریخ کی جانب ابتدا
میں کوئی توجہ نہیں کی گئی تھی۔ اگرچہ توجہ
ہوئی تھی تو وہ صرف شاعری اور شعرا
کی حد تک تھی۔ زمانہ حال کے تذکرہ نویسوں
نے اس کی جانب توجہ کی ہے لیکن ہنوز
بہت کچھ کام ہونا ہے، ڈاکٹر صاحب
کی رائے ہے کہ جب تک مختلف ادوار
کی ادبی تحریک کا پتہ نہ لگایا جائے، اور
تاریخ انسانی کے ساخت میں جو شخصی اور
غیر شخصی افکار اور رجحانات کے باہمی اثرات
کار فرما رہتے ہیں ان کی توضیح اور نشان
دہی نہ ہو صحیح تاریخ ادب مرتب نہیں ہو سکتی

(۲) اردو افسانہ نگاری پر [illegible] تبصرہ۔
(ادب لطیف لاہور) پروفیسر اختر حسین رائے پوری
کا یہ مضمون دراصل خدیجہ مستور صاحبہ کی ایک
زیر اشاعت کتاب کا دیباچہ ہے۔
اس میں بتایا گیا ہے کہ شروع سے آج تک اردو
ادب میں عورت کا [illegible] عجیب سا تھا اور
اردو شاعری بھی عورت ذات سے ایسی
کبھی بچاتے تھے۔ اکثروں کے محبوب بھی
جنس پرستی ہوتا تھا بیسویں صدی کے
اردو ادب نے عورت سے اپنا حجاب

کو چھوڑا اور بے تکلف اس کا ذکر ہونے لگا اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ ایک موضوع کی حیثیت سے عورت نے اردو ادب میں اپنا مقام بنا لیا ہے، ۱۹۳۰ء کے بعد بعض خواتین نے اپنی جنس کے لئے نقطۂ نظر کا اظہار ادب میں شروع کیا ہے، اس اظہار نے افسانہ کا پیرایہ ڈھونڈا۔ سو آج بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو افسانہ نگاری میں انھوں نے اپنی جگہ بنائی ہے۔

(۳) ہندستان میں لسانی خلفشار۔

(ترقی رسالا لاہور) یہ مضمون رفیق صدیقی صاحب نے المستند لکھا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہندستان میں جس وقت جو سوال شدید ترین وجہ افتراق اور باعث نزاع بنا ہوا ہے۔ وہ قومیت زبان ہے تمہید کے بعد بیان کیا ہے کہ علم اللسان کے اصول کے مطابق سو زبان کا مشتد اور تصرف عام کرنے کے لئے دو باتوں پر غور کرنا چاہیے، (۱) وسعت بہ حیثیت قوت اخذ و اتحاد جذب و انجذاب اور رسم الخط وغیرہ (۲) ادبی چاشنی اور صلاحیت اسالی امور سے مضمون میں بحث ہے اور ثابت کیا گیا ہے اردو کا رسم الخط ہندی سے بہتر ہے اور اردو ہندوستان کے ہر حصے میں بولی

جاتی ہے۔ زیادہ تر جواب پہلے سوال کا دیا گیا ہے

(۴) اسپین کا ایک نامور مسلمان حکمراں۔

(ندیم پٹنہ) سید ریاست علی صاحب ندوی رفیق دار المصنفین نے اس مضمون میں اسپین کے خلیفہ عبد الرحمٰن الناصر پر تبصرہ کیا ہے۔ اس کے زمانہ کی ترقی وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ یورپین ممالک کے جو وفد اس کے دربار میں آیا کرتے تھے انکی تفصیل کی ہے۔ اور قصر الزہرہ کا مختصر حال لکھا ہے

(۵) اردو ادب میں تمثیل نگاری۔

(رسالہ آج کل بابتہ ۱۵ اگست) محمد اشہد فضلی نے کا یہ مختصر مضمون ہے۔ اس میں اولاً اس کو واضح کیا ہے کہ تمثیل نگاری سے کیا مراد ہے پھر بتایا گیا ہے کہ تمثیل نگاری کے لئے قصہ کا دلچسپ ہونا ضروری ہے اور جو اخلاقی سبق بھی سکھاتا ہو، دیومالا یا علم الاصنام بھی تمثیل نگاری کی ایک قسم ہے، اس کے بعد مضمون میں مولانا آزاد اور مرزا فرحت اللہ بیگ اور راشد الخیری تمثیل نگاری کا ایک ایک نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ عنوان کے لحاظ سے مضمون زیادہ وسعت کا محتاج تھا۔

۵۰۰۰ نہایت اہم کمیاب کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) نے اردو منزل اردو گلی حیدرآباد دکن سے شائع کیا

Inkotesh Press, Hyd-Dn

ہماری کتابیں
تکملہ - تبصرہ
تذکرہ
اردو پرچے
اردو پرچے

منظورہ
سررشتہ تعلیمات سرکار عالی و گورنمنٹ سندھ

ہماری کتابیں

فی پرچہ ۳/	مدیر سید علی شبر حاتمی بی۔ ایس سی (عثمانیہ)	چندہ سالانہ عا/
نمبر ۱۲	ماہ بہمن ۱۳۵۵ ف م دسمبر ۱۹۴۵ء	جلد (۳)

اداریہ

اردو شاعری نے جن افراد کو ملک و قوم سے روشناس کرایا اور شعر نے جن کی بدولت اونچا رتبہ پایا انہیں میں مرزا غالب کا ذکر سب سے بڑھ چڑھ کر ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اگر غزل گو شعرا میں کسی نے جامعیت و ایجادات کے لحاظ سے ہندوستان سے باہر ممالک میں بھی شہرت حاصل کی جس کے کلام کو یورپ نے بھی اپنے ارتقائی دور میں اسی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جس قدر ایشیا نے تو غالب کے سوا شاید ہی کوئی دوسرا مقبول المتقول غزل گو شاعر پیش کیا جا سکے گا۔ پتیا نظر جدیدہ کے سلسلۂ تذکرہ کو اسی بے مثال شاعر اور آسمان سخن کے سب سے درخشندہ ستارے مفکر ناظم اور عدیم النظیر شخصیت کے ادبی کارناموں کے ذکر سے شرف حاصل ہو رہا ہے جس قدر صفحات کی گنجائش نے اجازت دی اجمالاً لکھا گیا ہے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں ان پر سیر حاصل بحث و تذکرہ کا حق ادا کر دیا گیا لیکن اس اختصار میں جہاں تک جگہ مل سکی ہے خال و خد نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تبصرہ میں اس مرتبہ حسن اتفاق سے زیادہ حصہ ادبی تنقیدی کتابوں کا ہے جن کے بارہ میں بقدر وسیع تجزیہ کیا گیا ہے۔ ہمارے نقد و تبصرہ میں گو خیال ہے لیکن اس کی تکمیل میں اشارات کافی دینے کی سعی کی گئی ہے۔

ہمارے معیاری پبلکیشنز کے لئے مستقبل و حال کی وسعت درکار ہے اور یہ سب کچھ اپنے ملک کے حوالے سے ہے یہ ذوق سلیم زیب ناظرین ہے۔

استفسارات کے جوابات حتی الوسع وقت پر دینے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اگر کچھ دیر ہو جائے تو جریدہ کے صفحات سے وابستہ حضرات حالات کے پیش نظر کچھ انتظار کی تکلیف گوارا فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

تذکرہ

مرزا غالب

از:- ابو البیان ناطق

آج سے بہت پہلے انتزاع سلطنت مغلیہ اور زوال حکومت کے دور میں جب اسلامی سلطنت کا چراغ سرزمین ہند میں ٹمٹما کر بجھنے کو تھا اور دربار شاہی شعر و سخن کے ذریعہ زبان اردو کی تربیت میں آئینہ بندی کی حتی الوسع کوششوں میں مصروف تھا جب قدما سے رہے سہے ہندی الفاظ بھی نکالے جا رہے تھے اور فارسیت کو فروغ ہوتا جا رہا تھا سرزمین دہلی شعر و شاعری کے نغموں سے فردوس گوش بنی ہوئی تھی۔ شعر اردو کو نئے انداز، اسلوب تشبیہ و استعارات سے دولتمند بنانے کی جد و جہد جاری تھی امراء و روساء کے دیوان خانے مشاعروں کے لئے وقف تھے۔ ہر فن کار سبقت کے لئے بے چین تھا جنہے نئی راہ کھولکر اپنے رنگ و سخن سے اس بزم کا نقشہ ہی بدل دیا اور اپنے لئے آنے والوں سے آسمان ادب کا سب سے درخشندہ ستارہ اپنے زمانہ کا استاد کامل اور فلسفی شاعر لکھوا لیا، وہ صرف غالب ہی تھے۔

نام تخلص اور خطاب

اسد اللہ خاں نام ہے۔ ابتداء میں اسد تخلص اختیار کیا لیکن بعد میں غالب پسند کیا اور دربار بادشاہی سے نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ کے معزز القاب سے سرفرازی پائی۔

پیدائش وطن و خاندان

۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۶ء اکبر آباد (آگرہ) میں پیدا ہوئے لیکن تربیت اور شاعری کا وطن دہلی ہے خاندانی سلسلہ افراسیاب شاہ توران سے جا ملتا ہے مرزا صاحب کے دادا سلجوقیہ سلطنت کے زوال کے بعد دہلی آئے اور شاہ عالم کے بعد ذوالفقار الدولہ کی بدولت لکھنؤ جاکر مرزا کے والد عبد اللہ بیگ نواب آصف الدولہ بہادر کے دربار میں پہونچے زاں بعد حیدرآباد (دکن) میں تین سو سواروں کی جمعیت سے نواب نظام علی خاں کی سرکار میں ملازم ہوگئے وہاں سے چلے تو اور میں راجہ بختاور سنگھ کے ملازم ہوگئے اور یہیں ایک

جنگ میں کام آ گئے۔ اس کے بعد نصر اللہ بیگ
خان نے جو مرزا کے حقیقی چچا تھے ان کی تربیت
پر توجہ مبذول کی اور سونک سون پرگنہ
جاگیر میں حاصل کیا۔ نواب بعد سات سو روپیہ
کی تنخواہ پائی۔ لیکن چچا کو بھی مرگ ناگہانی نے
ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔

لہ ۱۸۳۰ء میں کلکتہ گئے گورنر

عام حالات جنرل نے پارچہ خلعت تین
رقم جیغہ مرصع اور مالائے مروارید عنایت
کئے لیکن جاگیر کی بازگزاشت کے بارے میں
ناکام واپس ہوئے۔ ایام جوانی اچھی طرح
گزرے یہی نہیں کہ بزرگوں کے سرمایہ سے
تہی کیسہ دہلی واپس لوٹے اپنے علو حوصلہ خودداری
بلند نظری اور پاس وضع سے پریشان لیکن
باغیرت غم کو غم جان کر خاطر میں نہیں لائے اور

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

اپنی زندگی کے ساز پر الاپتے اور گزارتے
رہے۔ پھر کیف کلکتہ سے واپسی پر مرزا نے
لکھنو بنارس کی بھی سیر کی اور لکھنو میں ایک
قصیدہ نصیر الدین حیدر شاہ اودھ کی
خدمت میں پیش کیا جس کے صلہ میں پانسو روپیہ
سال مقرر ہو گئے جو واجد علی شاہ کی سرکار
سے بھی ملتے رہے لیکن انتزاع سلطنت اودھ
کے بعد وہ بھی موقوف ہو گئے مرزا ۱۸۴۶ء
میں کوتوال شہر دہلی سے دشمنی کے سبب تین ماہ
قید رہے لیکن قید میں بھی حسب مرتبہ ان کا
احترام کیا گیا۔ ۱۸۴۲ء دہلی کالج میں ایک
فارسی پروفیسر کی جگہ کے لئے طلبی ہوئی مرزا
بھی گئے لیکن چونکہ مسٹر ٹامسن سکریٹری گورنمنٹ
نے ان کا استقبال نہ کیا اس لئے یہ واپس چلے
آئے بعد پھر نہ گئے۔ ۱۸۴۹ء مطابق ۱۲۶۶ھ
دربار شاہی سے خطابات نجم الدولہ دبیر الملک
نظام جنگ عطا ہوئے اور پچاس روپیہ
تاریخ تیموریہ (مہر نیم روز) لکھنے پر مامور کئے
گئے۔ پھر ۱۸۵۴ء میں ذوق کے انتقال کے
بعد مرزا استاد شہ ہو گئے۔

غدر کے ایام میں بوجہ سلسلہ ملازمت
و تقرب شاہی مرزا بھی مصائب میں مبتلا رہے
پنشن بند ہو گئی اور تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا
لیکن جب وہ ان الزامات سے بری ثابت
ہوئے تو ان کی پنشن بحال ہو گئی اور عزت
سابق واپس دی گئی

مرزا کے شاگردوں اور قدر دانوں
کی ایک بڑی جماعت تھی دوستوں کے ساتھ سلسلہ
خط و کتابت کو نہایت باقاعدگی سے جاری رکھتے
اور دور دور از شاگردوں کو بھی خطوں کے
ذریعہ اصلاح دیا کرتے تھے۔

طبعی عادات میں نمایاں ان کی
ہمدردی اور محبت ہے

لہ تاریخ ادب اردو سکسینہ صفحہ ۲۰۶

جیسا کہ ان کے خطوط اور مراسلات سے بھی ظاہر
ہے۔ مرزا مذہبی تعصب اور اس میں غلو سے
کوسوں دور رہے اور اگر حقیقت پوچھئے تو
وہ بنی نوع بشر کی ہمدردی اور محبت کے لئے
پیدا ہوئے تھے[1] باتوں کے علاوہ گو دنیا نے
اپنی دولت سے انہیں فارغ البال اور
مرفہ الحال نہیں کیا لیکن اس تہیدستی اور رکم
مائگی میں بھی جو کچھ تھا وہ احباب اور ضرورت
مندوں کے لئے وقف تھا۔ سخاوت کے ساتھ
صاف گوئی اور صاف باطنی میں بھی اپنے زمانے
کے مشہور شخص تھے۔ خلق[1] و تواضع کے ساتھ
ان میں خودداری حد درجہ تھی اور پاس
ناموس کے بہت پابند۔ امرا سے وہ ضرور
ملتے رہے لیکن اپنے علو مرتبت کو کبھی نیچا نہیں
دیکھنے دیا۔ ہاں[2] کبھی کبھی ان کا یہ خیال بہت
بلند ہو جاتا لیکن اپنے برابر والے احباب
کے ساتھ وہ ہمیشہ عاجزی، انکساری و تواضع
ہی سے ملتے رہے بعض[3] مورخین کا خیال ہے
کہ انہیں اپنے خانگی حالات و تعلقات میں
خاصکر اپنی بیوی سے شکایات رہیں اور یہ
تعلق ان کا شگفتہ نہ رہا۔ لیکن حقیقت یہ ہے
مرزا جب سے آزاد اور وسیع القلب تھے
اور مخیر انسان کو معیشت کی تنگی اس ازدواجی
ذمہ داریوں کے بارے میں ہمیشہ نادم رکھتی وہ
ہمیشہ فقدان راحت کے شاکی رہے انہیں زندگی
بھر آرام کچھ قلت وسائل کچھ خودداری
کی بدولت میسر نہ ہوا ایسے میں ان کا جذبہ
خودداری و وضعداری اگر کسی پہ چوٹ کھا
اتارتا تو وہ اپنے ہی خانگی حالات کے سبب
میں نمودار ہوتا۔

وہ شراب پیتے رہے لیکن بدمست نہیں
ہوئے انہیں اپنی وضعداری کو نباہنے اور
خودداری کو قائم رکھنے کے لئے کئی کئی مصائب
سے مقابل ہونا پڑا جس کے باعث وہ ہر لحہ
روحانی تکالیف سے دوچار ہوتے رہے
انہوں نے غم غلط کرنے کی خاطر شراب بھی پی
گناہ کبیرہ کیا لیکن ہمیشہ اسے یاد کر کر کے
روتے رہے خود کو تحریروں میں عاصی گنہگار
اور دنیا کا بدترین انسان لکھتے رہے اس کے
علاوہ مرزا نے بیجا تفاخر نہیں کیا اور جہاں
کیا وہ شاعرانہ تعلی کی صورت میں اور وہ
بھی اس طرح کہ کلام کی قدرت بڑھا دی مثلاً
مولانا ظہوری کے مقابل میں خاقانی غالب

میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں
مرزا[4] کی شوخی و ظرافت ان کی طبیعت کا وہ
بہتر اور قابل قدر جوہر ہے جس نے انہیں ایک
مہذب و شائستہ حریف لطیف اور حبیب لبیب
بنائے رکھا۔ ان کے کلام نظم و نثر کو اسی
کے بانکوں سے وہ پرواز میسر آئی کہ وہاں
تک دوسروں کا طائر فکر بھی نہ پہنچ سکا

---

[1] دیکھئے یادگار غالب۔ [2] تاریخ ادب اردو دیکھئے صفحہ ۱۲۹۔ [3] تاریخ ادب اردو دیکھئے صفحہ ۲۶۹۔ [4] دیکھئے اوگا ...

در اصل شوخی و ظرافت کو ان کی طبیعت سے
ہی لگاؤ تھا جو ستار کے سروں کو اس کے
تاروں سے ہوتا ہے اک ذرا چھیڑا تا ہے پھر
دیکھئے کیا ہے یہ محل اس کی مثالیں پیش کرنے کا
نہیں۔ اکثر فکر شعر رات کو کیا کرتے شعر
لکھتے رہتے اور ازار بند میں گرہیں لگاتے
رہتے حافظہ کا یہہ عالم کہ صبح ایک ایک گرہ
کھولتے جاتے اور اشعار لکھتے جاتے۔

انداز شعر گوئی شروع میں مشکل پسند طبیعت ہونے کے
سبب مرزا بیدل کی طرز پر مائل ہوا لیکن کچھ
دنوں بعد ہی سلامت طبع، احباب کی روک
ٹوک اور شگفتہ مزاجی کے باعث اس کاوش
و انداز کو یہہ کہہ کر

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

ترک کر دیا اور سلاست و صفائی کے ساتھ
بلند مضامین کی جانب متوجہ ہو گئے حالی کے[1]
بیان کے مطابق میر تقی میر نے ان کے ابتدائی
کلام کو سنکر کہا کہ اگر اس کی طبیعت بہک گئی
تو مہمل کہنے لگے گا اور اگر کوئی بہتر رہنما مل گیا
یا طبیعت افادت کی جانب متوجہ ہوئی تو بہترین
کا یہہ ناز شاعر ہوگا حقیقتاً مانع نظری یا
پیشین گوئی تھی جو ان کے حق میں پوری ہوئی

ذریعہ معاش میں علاوہ مذکورہ اسباب کے
نواب یوسف علی خاں والئی رامپور نے
بھی شاگرد ہونے کے بعد سو روپیہ ماہوار
مقرر کر دئے اس کے علاوہ قصیدوں[2] کے
صلے فتوح غیبی کے طور پر کبھی کبھی مل جاتے۔
علاوہ ازیں نواب امین الدین خاں والئی
لوہارو بھی آداب خود داری کے ساتھ خدمت
کرتے رہے۔

تعلیم ابتدائی صرف و نحو آگرہ میں ہی
کسی سے پڑھی اور فارسی کی تعلیم
اپنی نسلی زبان ہونے کے ایک پارسی سے جس
کا نام پہلے ہرمزد اور مسلمان ہونے کے بعد
عبد الصمد تھا تکمیل کی لیکن اس کا قیام صرف
دو سال بتایا جاتا ہے ایسی کم سنی میں اس قدر
استفادہ مبہم تھا خود مرزا کا قول ہے کہ مجھے
سوائے مبدا ار فیاض کے کسی سے تلمذ نہیں "

شوق کتب بینی جس طرح انہوں نے اپنی آزادہ روی
کی بدولت کبھی مکان نہیں خریدا اسی طرح
کبھی کوئی کتاب نہیں خریدی ایک شخص تھا
جس کا کام ہی کرایہ پر کتابیں مہیا کرنا تھا کتابیں
منگواتے اور دیکھ کر واپس کر دیتے حافظہ
ایسا پایا تھا کہ ہر کتاب کے مضامین ان کے لوح
دل پر نقش کالحجر ہو جاتے۔

مرزا غالب کی شاعری کے تین دور قرار دیے جا سکتے ہیں پہلا

---

[1] دیکھئے یادگار غالب۔ [2] تذکرہ گل رعنا صفحہ ۳۰۹

اسی قسم کی لہریں پیدا کرتے ہیں مثلاً

مضحمر مرنے پہ ہو جسکی امید
نا امیدی اسکی دیکھا چاہیئے

پروفیسر سینسبری رابرٹ براؤننگ کے بارے میں جو اسی عہد میں انگلستان کا مشہور فلسفی شاعر تھا کہتے ہیں کہ وہ اس کا بڑا کمال یہ ہے کہ وہ روح کا تجزیہ کرتا ہے" مرزا غالب گو تجزیہ اس قدر نہیں کرتے مگر رموز روحانی کی گہرائیوں کو دریافت کرتے ہیں وہ حقائق کی جھلکیاں دیکھتے ہیں۔ ان کا کلام مثنوی مولانا روم کی طرح سر اپا اسرار تصوف نہیں اور نہ شروع سے آخر تک فلسفہ ہی فلسفہ ہے مگر حقائق اور رموز کا ان کے کلام میں جا بجا پتہ موجود ہے اس لحاظ سے انہیں "دوصوفی براؤننگ" کہنا بجا ہے لیکن اس کے قطع نظر براؤننگ گہرے ہیں اور اکھڑ ہیں۔ مرزا غالب کا کلام پاک ہے مضامین حزن و یاس میں ان کا مقابلہ جرمنی کے شاعر "ہینی" سے خوب ہو سکتا ہے لیکن یہاں بھی غالب ہی غالب رہیں گے۔ ان سب کے بعد اگر فی الحقیقت کوئی فلسفی شاعر ان کا مد مقابل یورپ میں گزرا ہے تو وہ جرمنی کا مشہور و معروف شاعر "گیٹے" ہے غالب میں ان تینوں چیزوں کا اجتماع ہو گیا ہے۔ فلسفی کی عقل و ادراک۔ صوفی کی نگاہ دوربین۔ حیا نگہ ستے

مصور کا نازک ہاتھ ان کی خدمت پر کاری اور پرکاری صنعت ہے حسن حق ہے اور حق حسن ہے ان کا تصوف کوئی شغل دلچسپی نہیں اور نہ ان کی شاعری محض خیالی شاعری ہے بلکہ وہ واقعات اور واردات سے لبریز ہے اسی وجہ سے ان کا شمار دنیا کے بہترین شعرا میں کیا جا سکتا ہے

تلامذہ غالب میں نمایاں حسب ذیل ہیں نواب ضیاء الدین خاں نیر۔ میر مہدی مجروح۔ مرزا قربان علی بیگ سالک۔ خواجہ الطاف حسین حالی۔ منشی ہرگوپال تفتہ۔ نواب علاء الدین علوی۔ مرزا عزیز مشتاق جوہر وغیرہ۔

وفات آخر اس چہچہانے والے بلبل اور فریاد کے سنانے والے شاعر کو ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء بعمر ۷۳ سال چار ماہ قابض ارواح نے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا مرنے سے پہلے یہ شعر ورد زبان تھا۔

دم واپسیں بر سر راہ تھا
عزیزو بس اللہ ہی اللہ ہے

تصانیف ایک دیوان اردو (۱۸۰۰) اشعار کا منتخب ہے۔ اردوئے معلیٰ۔ عود ہندی۔ ادبی خطوط غالب۔ تینوں کتابیں ان کے اردو خطوط کا

مجموعہ ہیں ۔ لطائف غیبی ۔ مباحثہ میں سیف الحق
کے فرضی نام سے لکھی ہے ۔ تیغ تیز ساطع برہان
ادبی تنقیدی رسالے ہیں ۔ فارسی دیوان
کلیات نثر فارسی ۔ نامہ غالب مناظرہ پر
لکھی ہیں ۔ پنج آہنگ میں فارسی انشا پردازی
کے مختلف نمونے ہیں ۔ مہر نیم روز تاریخ خاندان تیموریہ
ہے ۔ دستنبو میں غدر کے حالات ہیں ۔ سبد چین
چند قصائد و قطعات فارسی کا مجموعہ ہے اور کچھ
خطوط بھی ۔ اب چند اشعار نمونۃً ملاحظہ کیجئے ۔

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

مژدہ اے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے
دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس

کیوں ہوتی باقی ہیں یا رب وہ نگاہیں دل کے پار
جو میری کوتاہی قسمت سے مژگاں ہو گئیں

ہر چند سبکدست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گراں اور

قابل مطالعہ کتاب

ہماری نفسیات

ابوالبیان ناطق اے بورڈ الہ آباد، بی ٹی (پنجاب):

ہر انسان کو اپنے آپ کو سمجھنے کی ضرورت
اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ اپنے تخیلات اور حیات
کا جائزہ لینے میں پھنس کر رہ جائے۔ اسے یہ
خبط مقبلا تو ہم کر دے اور وہ ہمیشہ اپنی
ہی ادھیڑ بن میں لگا رہے اور اپنے ہی بارے میں
غور کرتا رہے لیکن جو شخص خود کو بخوبی سمجھ لیتا ہے
وہ ضرورت سے زیادہ اپنے تخیلات اور حیات
پر نظر نہیں رکھتا۔ اب سوال یہ ہے کہ خود ہمیں سمجھنے
کی کیوں ضرورت ہے؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے
کہ اس سے ہماری مسرتوں میں اضافہ ہوتا ہے
پیش نظر کتاب میں اس کا حل اس طرح پیش کیا
گیا ہے کہ بہت سے اشخاص جو ناخوشی سے زندگی
گزارتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر وہ
اپنی احتیاج سے واقف نہیں ہوتے جو کچھ ہم
جانتے ہیں اس کا جاننا [illegible] کے لئے بہت فائدہ
مند ہے لیکن ہم میں سے اکثر یہ بات نہیں جانتے
بس ہم اتنا جانتے ہیں کہ ہمیں چین و اطمینان
حاصل نہیں ہے اور ہم پر ناکامی چھائی ہوئی
ہے۔

اس کے علاوہ ہماری بہت کچھ ناخوشی
کی وجہ ہمارے اندرونی اختلافات ہیں
اور ہمارے دل میں خانہ جنگیاں برپا ہیں اگرچہ ہم
ان خانہ جنگیوں سے واقف نہ ہوں۔ ہم متضاد
خواہشات اور متضاد ارادے رکھتے ہیں
ہماری طبیعت میں یکسوئی نہیں اور ہمارا
شیرازۂ خاطر درہم برہم ہے اور یہی وجہ ہماری
پریشانی کی ہے لیکن ہمارے اکثر اندرونی
اختلافات سلجھائے جا سکتے ہیں اگر ہم نفسیات سے
کسی قدر واقف ہو جائیں کیونکہ اکثر صورتوں
میں معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ اختلافات کیا ہیں اور

ان کو کیونکر دور کیا جا سکتا ہے اور کم از کم
یکسوئی حاصل ہو سکتی ہے۔

ہمیں خود کو جاننے اور سمجھنے کی اور وجوہ
سے بھی ضرورت ہے۔ اس سے نہ صرف ہماری
مسرت میں بلکہ ہماری قابلیت میں بھی اضافہ ہوگا
ہمیں لوگوں کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کیونکہ انہیں
سمجھنے کے بعد ہی ہم ان کے ساتھ اچھی طرح برت
سکتے ہیں اور اپنے منشا کے مطابق ان پر اثر ڈال
سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے بچوں کو بھی سمجھنے کی ضرورت
ہے اور ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ہم کس
طریقہ کی تربیت سے ان کو اپنی منشا کے مطابق
بنا سکتے ہیں۔ کس طرح بعض پسندیدہ اوصاف و
کردار ان میں پیدا کئے جا سکتے ہیں اور کیونکر
کمزوریوں اور بری عادتوں سے انکو بچایا جا سکتا
ہے۔ بیوی یا شوہر کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے
اپنے دشمنوں اور دوستوں کے رجحانات و
مزاج کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ عشق و محبت
میں بھی طرفین کے لئے ایک دوسرے کو سمجھنے کی
ضرورت ہے تاکہ اچھی واقفیت پیدا کر کے
پیدا ہونے والی آئندہ زندگی خوشگوار ہو سکے اور
نہ یہ کہ وہ ایک دوسرے کی طبیعت سے
ناواقف رہ کر بہ مصیبت کے ساتھ زندگی
گزاریں۔ اپنے کاروبار کی ترقی کو بھی سمجھنے کی
ضرورت ہے۔ استاد کے لئے اپنے شاگردوں
کے خصائص ان کے احساسات اور ان کی ضروریات

سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ انہیں
سمجھ کر ان سے کام لے۔ مالک کو اپنے ملازمین
کی طبائع سے کچھ واقفیت ضروری ہے تاکہ انہیں
سمجھ کر ان سے کام لے اور ملازمین
کے لئے بھی یہ فائدہ مند ہے کہ وہ اپنے مالک
کے طبیعت شناس بن سکیں۔

ان اولیات کے بعد اس کتاب کے بارے میں
یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس اصل کتاب کے
مصنف مشہور ماہر نفسیات ای۔ اے۔ مینڈر ہیں کتاب
کا اصل نام "سائیکالوجی فار ایوری مین اینڈ
وومین" ہے جس کا ترجمہ شفیع احمد نے کیا۔
اور انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی نے ۱۹۳۹ء
میں شائع کیا ہے۔ مصنف نے اسے تین حصوں
پر تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول خواہشات۔ حصہ دوم
ہماری بنیادی خواہشات۔ حصہ سوم شخصی
کردار کی تخلیق۔ حصہ اول خواہشات کے
بارے میں ہمیں ان کی بنیادی سمجھ پیدا کرنا ضروری
ہے اس سے مراد وہ خواہشات ہیں جو انسان
میں ورثتاً پائی جاتی ہیں۔ جو عادات کی طرح
ہیں کہ اس کے طرز عمل اور احساسات میں
ظاہر ہوتی ہے جن کے نہ ملنے سے آدمی لبریز
اور عدم تکمیل کے باعث پریشان غیر مطمئن اور
ناخوش رہتا ہے۔ آدمی کے طرز عمل کا باعث
بالواسطہ یا بلاواسطہ بنیادی خواہشات
یا کوئی ایک عادت ہے جو انہی خواہشات سے

ہمارے سکون و اطمینان پر کاری ضرب لگاتے
ہماری صحت کو تباہ اور ہماری قابلیت و
مستعدی کو ملیامیٹ کر دیتے ہیں۔ انہیں بعض
اختلاجات ہفتوں مہینوں اور برسوں ہمیں
پریشان رکھتے ہیں۔

حصہ سوم شخصی کردار کی تخلیق۔ شخص
کی قیمت وہ ہے جو اس نے ادا کی ہے اور شخص
جیسا طرز عمل کو چھوڑ کر ہر شخص وہ کرتا ہے جس کی
قیمت اس نے ادا کی ہے قیمت کے معنی اس مقام
پر کسی قسم کی مسرت یا حظ سے تمتع حاصل کرنا ہے اس
قیمت کا تعلق محض مادی منفعت سے یا حظ محض
جسمانی ہی ہونا ہی ضروری نہیں بلکہ یہ حظ
دماغی بھی ہو سکتا ہے ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ہر وقت
حظ یا مسرت حاصل ہونا ضروری ہے جب کہ
عادات کی داغ بیل پڑتی اور شخصی کردار
بننے لگتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارا موجودہ
طرز عمل اس شعوری یا نیم شعوری خیال کے تحت
ہوتا ہے کہ ہمیں اس سے کس قدر حظ اور مسرت
حاصل ہو سکتی ہے لیکن یقیناً ہمارے تمام موجودہ
احساسات اور طرز عمل کی یہ علت نہیں قرار
دی جا سکتی۔ پھر ایسے عمل کی جو نتیجہ خیز نہ ہو کیا
توجیہ ہو سکتی ہے؟ ایسے عمل کی بہترین توجیہ یہ
ہے کہ اسکو ہم نے اس وجہ سے اختیار کیا ہے کہ
ہماری فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے لیکن پھر اس
فطرت کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے اس توجیہ کے لئے پھر
ہم اصول کی جانب لوٹتے ہیں کہ گو اب ہمیں حظ
اور مسرت نہ ہو لیکن ہمیں اس طرز عمل سے ابتداء
میں ضرور حظ اور مسرت حاصل ہوئی وغیرہ۔

اگر ابتدا میں سچائی اور راست بازی
سے تکلیف ہو تو پھر سچائی اور راست بازی
طبیعت ثانی نہیں ہو سکتی۔ والدین اور اساتذہ
کو اس بات سے واقف ہونا چاہئے کہ وہ یہ دیکھیں
کہ اچھے کام کرنے سے بچے کے دل میں مسرت پیدا
ہو اور یہ کسی نہ کسی طریقہ سے تعریف و تحسین
سے یا اپنی خوشنودی کا اظہار کر کے یا بچہ کا
دل بڑھا کر پیدا کی جا سکتی ہے۔ برے کام سے
ان میں مسرت پیدا نہ ہونے دی جائے آغاز
زندگی میں کچھ دن گزارنے کے بعد بچہ چاہتا ہے
کہ لوگ اس کو دیکھیں اور اس کی تعریف کریں
وہ تحسین کا سبب اپنی ان خاص حرکتوں کو اور
ان لوگوں کو گردانتا ہے جن کے ذریعہ تکمیل ہوتی ہے اور
پھر آگے چلکر اس طرز عمل کو اختیار کرتا ہے
جو زمانہ ماضی میں اس کے لئے اطمینان اور مسرت
کا باعث تھا۔ اس لئے ان تمام رجحانات اور
میلانات کو معلوم کرنا ضروری ہے جن کے ذریعہ
اسکو بچپن کے بدی اور اچھی ڈگر پر ڈالا
جا سکے۔ اسی کے ساتھ ایک خاص قسم کی
عادت، طبیعت ثانی اور شخصی کردار کا نشوونما
ہوتا ہے۔ یہ مختصر بیان کی وجہ ہے کہ شخص کو
اس کے تجربات زندگی سے زیادہ دلچسپی ہو سکتی ہے

یہی وجہ ہے کہ ابتدائی بچپن کے تجربات آئندہ
نشوونما کا رخ بتاتے ہیں۔ مطالعہ نفسیات کی
رو سے ہر مثال میں ہم اسی ایک نتیجہ پر پہونچیں
گے کہ ہماری زندگی کے گذشتہ تجربات میں جن
چیزوں سے ہمیں فائدہ اور مسرت حاصل ہوا ہے
اسی کے لحاظ سے ہمارا شخصی کردار بنتا ہے اور
جب ایکبار عادت اور شخصی کردار [illegible]
تو پھر بچہ یا بڑا اسی طریقہ پر رہتا ہے۔
اس کے علاوہ یہ بحث کہ جبلتیں مستحکم یا ضعیف
کی جا سکتی ہیں۔ مختصراً اس طرح جان لینا چاہیئے کہ
ایک شخص میں ان خواہشات اور جبلتوں کی
قوت [illegible] اصل نشوونما کا زیادہ
تر دار و مدار اس کی غذا اس کے ماحول اور
اس کے تجربات پر ہے اسی کے ساتھ عادت کو
اس طرح جانئے کہ اگر ہم ایکبار کسی خاص طریقہ
سے کسی کام کو انجام دیتے ہیں اور اگر اس
کام کا نتیجہ کسی بنیادی خواہش کی تکمیل یا بالفاظ
دیگر کوئی خوشگوار احساس ہوتا ہے تو اسی قسم
کے حالات پیش آنے کی صورت میں ہم پھر بالکل
اسی طریقہ سے کام کرنے پر مائل ہوں گے اس
لحاظ سے ہر عادت ہر قسم کی تعلیم کی اصل ہے۔
اور یہی عادتیں ہمارے کردار ہیں۔ اب
عادتوں کا قیام اور ترک کے آئین وضوابط
معلوم کرنا۔ اچھی عادتیں معلوم کرنا۔ [illegible]
کی وجہ سے محبت اور نفرت کی تخلیق کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
کیفیت ہے جس قدر معلوم ہو [illegible] اس کی تفصیل سے
نہایت دلچسپ انکشافات کی امید رکھنی چاہیئے

ابو البیان ناطق اے۔ یو (الہ آباد) ایچ۔ پی (پنجاب)

جدید اردو شاعری۔ مصنف عبدالقادر
سروری۔ فن ادبی تنقید ضخامت صفحات
۴۲ ـ ۳۲۱ آز ۔ ناشر عزیز احمد مہتمم کتب
خانہ عزیزیہ حیدرآباد دکن۔ کاغذ سفید
کتابت و طباعت متوسط۔ قیمت ہے۔

ہر زبان کی تنقیدی ادب سے سرسری تحقیق اور
وسیع ہوتی ہے۔ زبان اردو میں اس ادب
کی جس قدر کمی رہی اس کے نتائج ہیں وسعہ
ہمارے ادبی ارتقاء میں ملی ہے۔ اردو کی تنقیدیں
اکثر دو حدیوں کے ماتحت لکھی گئیں یا معائب
شماری اور نکتہ چینی کی جانب توجہ کی گئی تو محاسن
سے اعراض ضروری سمجھا گیا۔ اور جہاں محض
محاسن بیانی شیوہ تنقید قرار پایا وہاں کسی کمزوری
کا ذکر اپنے مبلغ نظر کی شکست قرار دے دیا گیا
ضرورت اس کی مقتضی ہوئی کہ ایک بے لاگ
لکھنے والا صاحب فہم طبقہ معرض وجود میں آئے
جو مصنفین سے کوئی خاص رشتہ ناطہ نہ رکھتا ہو
جو کسی عنوان ذاتیات سے بحث نہ کرے اسی
تخلیقی دور کی ایک یادگار پیش نظر کتاب ہے
جس میں ایک پہلو ضرور ملحوظ رکھا ہے کہ سلف
کے بارہ میں بے لاگ اور آزادی سے آراء
قلمبند کی ہیں لیکن مابعد شعراء کے بارہ میں کسی
حد تک احتیاطی پہلو غالب ہے جہاں تک نفس مضمون
کا تعلق اور فن کا اقتضاء ہے مصنف نے اپنی
نجی تحقیقات کو پیش کرنے میں کسی بخل اور رواداری
کو ملحوظ نہیں رکھا۔ تنقیدات کا مطالعہ صاحب
مصنف کی وسعت معلومات اور زیر بحث لٹریچر
کے عمیق مطالعہ کا پتہ دیتا ہے۔ مصنف نے جس
قدر سرمایہ انہیں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔
وہ اپنی جگہ بہت سلیقہ اور شعور سے اسی
طرح عمیق مطالعہ کا پتہ دیتا ہے۔ مصنف نے جس
قدر سرمایہ اس میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے

اور لکھنؤ نے زور شروع کیا۔ اس دباؤ میں
دکن تو دب کر رہ گیا۔ دلی اور لکھنؤ کا دور دو سو
و بالا رہا اور مسائل تغیرات دونوں مقامات
میں شاعران باکمال کے اختلافات ایسے نمایاں
ہو گئے کہ وہ کوئی نمایاں شان پیدا نہ کر سکے
زیر نظر کتاب ان تمام کوششوں کی تنقیدی
تاریخ سے شروع ہوتی ہے جس کے دو حصے
ہیں۔ دوسرا حصہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کتاب
میں دوسری کتابوں کے مقابلہ اردو شاعری
سے بحث کی ابتدا کر کے ادبی نقطہ نظر سے
نہایت دلچسپ اور پر از معلومات ذخیرہ پیش
کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ تاریخ ادب
کے ساتھ ہی تنقیدی نظر اردو کے لیے جس حد
تک مفید ہو سکتی ہے اسمیں اہتمام کرتے ہوئے فاضل
مصنف نے اس ادب میں تنقید کا ایک جدید باب
کا اضافہ کیا ہے اسمیں مختلف اصناف سخن پر
تنقید کرتے ہوئے کسی مصنف کو نظر سے اوجھل
نہیں ہونے دیا ہے اور جس طرح اپنی رائے
کا اظہار کیا ہے اس پر اضافہ کی بہت ہی کم امید
کی جا سکتی ہے ان سیر حاصل مباحث کی رو سے کتاب
مذکورہ ازحد مفید اور اردو ادب کے
تشنگان کے لیے تاریخ کے خزانہ کی کنجی بن گئی ہے
اور دوسرے باب میں جس ادبی حیثیت سے
ریویو کیا گیا ہے وہ بے حد مرتب اور ہر پہلو
سے مکمل ہے زبان اس قدر سلیس و فصیح انداز
اس قدر دلچسپ اور دلپذیر ہے جو دوسری
تصانیف کو بہت کم حاصل ہوا ہے اور یہی
نہیں بلکہ مثالوں کے ذریعہ اسے اردو شعراء
کی ایک بسیط تاریخ و تذکرہ کی شان بھی دیدی
ہے جس کے باعث دلچسپیوں میں معتدبہ اضافہ ہو گیا
ہے ضرورت ہے اور تنقیدی ادب اسی انداز
دلنشیں میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے اور
عام رجحان کو اسکی جانب متوجہ کر کے اصلاحی کام
کو تقویت دی جائے کتاب اپنی نوعیت اور مضمون
کے لحاظ سے زبان اردو میں صف اول کی تصانیف
کے سامنے ممتاز درجہ کی مستحق ہے۔

<u>اردو شاعری پر ایک نظر</u>۔ <u>مصنف</u> کلیم الدین
احمد۔ فن ادبی تنقید۔ <u>ناشر عظیم</u> پبلشنگ ہاؤس
پٹنہ، بہار۔ <u>ضخامت</u> صفحات ۲۰۴۔ <u>کاغذ</u>
سفید۔ <u>کتابت</u> و طباعت متوسط قیمت ہے

اردو میں جس قدر فن تنقید کی بے
مائیگی کا ماتم کیا جاتا ہے اسی قدر تنقید نگاروں
کا ایک زبردست طبقہ پیدا ہو کر اس کمی کو
پورا کرنے میں منہمک ہے ضرورت اور احساس
نے جب تنقیدی تصانیف کو ہاتھوں ہاتھ لینا
شروع کیا تو ایک جانب اہل قلم اور وسیع
النظر صاحب فہم تنقید نگاروں کے حوصلے بڑھے
اور انہیں کہیں کے لگائے ہوئے پودوں سے
امید کے خلاف جلد پھل ملنے لگے تو اسی رو میں
ایسے تنقید نگار بھی پیدا ہو گئے جنہیں کسی نہ

کسی طرح خود کو روشناس کرانے کے لئے اس
میدان میں کودنے کی خواہش ہوئی لیکن وسعت
نظر کا فقدان تھا اور نظر یک بینی کی عادی
تھی اس لئے جو عمارت بنائی وہ اپنی کمزور
بنیاد پر زیادہ نہ ٹھہر سکی اچھی تصانیف کو کمزور
تصانیف سے زمانہ خود ہی تمیز کر دیتا ہے کہ اچھی
پیشکش امتداد زمانہ کے ساتھ اثر و رسوخ
زیادہ حاصل کرتی جاتی ہے اور دوسری نگاہوں
سے محو ہوتی جاتی ہیں اسکے علاوہ آج کل ہندوستان
میں ایسے طبقہ کی کمی نہیں جو ایشیائی شاعری کو یورپ
کی عینک سے دیکھتے اور اسکے سانچہ کو ہی بدل
دینا چاہتا ہے زیر نظر کتاب بالکل اسی طبقہ
کی یادگار تو نہیں کہی جا سکتی لیکن اپنے مسلک کے
لحاظ سے اس کا کوئی اصول ہی معلوم نہیں ہوتا
دوسرے اوصاف و محاسن شماری میں جس قدر
تحمل برتا گیا ہے اسی قدر معائب شماری میں
بھی گہرائی کا وجود نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
مصنف سطح پر ہاتھ پھیر کر وہیں ٹھٹک گیا ہے اور
تعقلی گہر وندے بنانے کی کوششوں میں اپنی
تنقیدی عمارت برف پر بنا رہا ہے انداز
عبارت میں بھی رنگینی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی
ہے لیکن جب نفس مضمون میں جان نہ ہو جب بڑھیا
کے چہرے پر غازہ کوئی شگفتگی نہ پیدا کر سکتا ہو
تو اس کا کیا علاج ہے۔ مصنف کے مسلک میں قنوطیت
اسلامیہ پائی جاتی ہے کہ اس سے کوئی مذاق سلیم
ان کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں کر سکتا
اور بعض جگہ تو مذمت میں اس قدر غلو کیا ہے
کہ کہیں مسلم الثبوت استاد شعرا کا نام ہی صفحۂ شعر
سے نکال دینے کی ناکام کوشش کی ہے وہ ہر مقام
پر کلام کو اس قدر مضامین کی الجھنوں میں پھنسا
دیتے ہیں کہ خود اس کا سلجھانا خود ان کے لئے
دشوار ہو جاتا ہے جہاں تک بیان سخن سے پتہ
چلتا ہے وہ دوسروں کی آراء سے متاثر ہیں
اور وہ بھی مغربیوں کے تنقیدی مضامین سے
جن کو ایشیا سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ بہرکیف مصنف
کو مایوس نہ ہونا چاہئے اور آئندہ اپنی سعی و
تردد میں سلجھاؤ اور وسعت مطالعہ کو بھی شریک
کر لینا چاہئے۔

بلکہ ہر پڑھنے والا اس کے اتباع میں اگر
انتہا رنگ کلام بھول جائے تو کوئی تعجب نہیں
ان سب پر طرہ یہ کہ ۴۴۸ صفحات کی ضخامت
اور ان خصوصیات کے ہوتے ہوئے اسکی قیمت صرف
للعہ ۔ گویا مفت پیشکش ہے اور منجملہ دیگر خدمات
کے ایک جدید خدمت کا سکہ رواں۔

مرتبہ کرشن چندر
نئے زاویے جلد دوم اشاعت کردہ
مکتبہ اردو لاہور ۲۵ عنوانات پر افسانوں
اور مضامین کا مجموعہ ہے جس کے ذریعہ ایشیاء
کی روح بیقرار کو چند خاکوں میں سمو دینے کی کوشش
کی گئی ہے اور یہ کہ جدید رجحانات و نظریوں کا
مخلوط نمونہ بن گیا ہے جسمیں ہر مذاق کے لئے سامان
دلچسپی اور کافی مسالہ جمع کر دیا گیا ہے علاوہ بریں
ہندوستان کے بہترین ادیبوں کے منتخب ادب پارے
یکجا پیش کرنے کے لحاظ سے بہت مفید پیشکش
ہے ضخامت ۴۰۰ قیمت لعہ

مصنفہ شہنشاہ ظہیر الدین بابر
توزک بابری اردو میں مکتبہ اردو
لاہور نے ترجمہ کر کے شائع کی ہے۔ کتاب مذکور
کی جو اہمیت فن تاریخ میں ہے وہ محتاج بیان
نہیں اس کے علاوہ شہنشاہ بابر ان عظیم ہستیوں
میں سے تھا جس کی شخصیت کا ادراک تلوار اور قلم
دونوں کے ادراک سے ملا۔ شاید ہی کسی کو اس قدر
بلند مرتبہ نصیب ہوا ہو جو اسکو نصیب تھا جس کی نظر

ترجمہ کے ذریعہ زبان اردو میں ایک مفید کتاب
کا اضافہ کے باعث مکتبہ مستحق ستائش ہے ضخامت
صفحات ۷۶۵ ۔ قیمت ۹ر۱ر۔

مصنفہ جے بی۔ بیوری جبکو
تاریخ یونان مکتبہ اردو لاہور نے
اردو میں ترجمہ کر کے پیش کیا ہے اور ترجمہ
بھی بصورت تلخیص کیا گیا ہے زبان سلیس اور
خوب ہے جسمیں زمانہ شجاعت و یونانیوں کی نو
آبادیوں سے سکندر کی موت تک کی تاریخ جدید
اصول تاریخ نگاری کے ماتحت لکھی گئی ہے کتاب
افادی نقطۂ نظر سے اچھی ہے۔ ضخامت صفحات ۸۶۵
قیمت ۴ر۱۰ر۔

مصنفہ جے بی بیوری
سلطنت روما جس کو مکتبہ اردو لاہور
نے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے اور یہ
بھی مذکورہ کتاب کی طرح اصل تصنیف کا خلاصہ
ہے جسمیں آگسٹس سیزر سے رومی سلطنت کی تاریخ پر
نظر ڈالی گئی ہے ترجمہ بہت فصیح اور سلیس زبان
میں کیا گیا ہے۔ ضخامت صفحات ۵۰۰ قیمت ۴ر۱۰ر

سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری مصنفہ چودھری
رحمت علی ہاشمی نے شائع کردہ انجمن ترقی اردو
(ہند) دہلی۔
ہندوستان کو اپنی آبادی کے لحاظ سے دنیا
کے اکثر و بیشتر ممالک میں برتری حاصل ہے لیکن

پیداوار کا یہ عالم کہ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۱ء
تک دس سال میں ۵ کروڑ افراد کا اضافہ ہوا
ہے جس کو کتاب ہذا میں دس مستقل عنوانات کے تحت
صحیح طریقہ پر پیش کیا گیا ہے۔ اور باوجود اس
قدر وسیع مضمون کے اس کی ضخامت صرف ۱۱۱
صفحات پر مشتمل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت
نے انجمن ترقی اردو سے وابستہ امیدوں سے کہیں
بہتر حالت میں اس کے خدمات وقت شناسی اور
ہمہ گیری کا سکہ دلوں پر جما دیا ہے اور اس پر
لطف یہ کہ اس مشکل مضمون کو باوصف زبان
اس قدر بہتر اور ستھری اور طرز بیان اتنا
دلنشین پیش کیا ہے کہ اس موضوع سے دلچسپی نہ
رکھنے والا بھی کتاب کو ہاتھ میں لینے کے بعد بغیر
ختم کئے بند نہیں کر سکتا ان سب امور کے مقابل
قیمت صرف [illegible] ہے جو [illegible] روپے
شائع ہو چکے [illegible] کتابوں کے مقابل کم ہے
اور [illegible] اہمیت کے پیش نظر کتنی ہی پیش بہا [illegible]
سے بھی تعلق رکھتی ہے۔

اچھے مضامین

ماہ اکتوبر ۱۹۴۵ء کے بعض پرچوں میں جو اچھے مضامین پائے گئے ان کی صراحت حسب ذیل ہے:-

(۱) کیا اکبر ان پڑھ تھا (ہمایوں) سعید احمد رفیق صاحب ایم اے بی ٹی نے اس مضمون میں اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ اکبر ان پڑھ نہیں تھا۔ بعض مورخین اور سیاحوں نے اکبر کے ان پڑھ ہونے کی جو صراحت کی ہے، ان واقعات کے مدنظر غلط قرار دینی چاہیے۔ آخر پر آپ نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی میں ظفرنامہ کا ایک قدیم نسخہ ہے جس میں بہزاد کے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصاویر موجود ہیں۔ یہ نسخہ اکبر، جہانگیر، شاہجہاں کے کتب خانوں میں رہ چکا ہے۔ اس ظفرنامہ کے سرورق پر اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے قلم کی لکھی ہوئی عبارتیں ہیں۔

(۲) اردو نثر کا سماجی پس منظر (ہمایوں) جناب ظہیر کاشمیری نے اس مضمون میں اردو نثر کی ابتدا پر سرسری نظر ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ نثر کی جو ابتدائی کتابیں لکھی گئیں وہ زیادہ تر مذہبی تھیں۔ اس کے بعد فورٹ ولیم کالج کے بعض کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور پھر اس کے بعد کے دور پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے ۱۹۱۴ء کی جنگ کے ادب پر پہنچ گئے ہیں۔ تحریک خلافت تحریک ترک وغیرہ کے تبصرے کے بعد موجودہ حالت پر نظر ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ یہ دور مختصر افسانہ نگاری کے لحاظ سے بہت جامع ہے۔ ملک کے گوشے گوشے میں اس صنف ادب کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ آخر پر واضح کیا ہے کہ پیٹ کی خاطر مفلسی سے بچنے کے لئے ادیبوں نے بھی دیگر باشندوں کی طرح معاش کے مستقل ذرائع تلاش کر رہے ہیں چنانچہ ان میں سے بعض [illegible]

ملازم ہو گئے ہیں اور بعض غلام کمپنیوں میں ملازم ہیں۔

(۳) حالی، سعدی، صدرانی (رسالہ ندیم پٹنہ) مولانا سید عبداللہ ندوی نے اس مضمون میں عربی، فارسی، اردو کے تین شعرا کا مختصر ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ تینوں شاعر اگرچہ زبان کے لحاظ سے مختلف ہیں مگر ان میں ایک مشترک خصوصیت پائی جاتی ہے۔ ان تینوں کی شاعری حقیقی جذبات کی آئینہ دار ہے، سادگی ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیت ہے۔

(۴) ولی گجراتی (معنف بابتہ اکتوبر) قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھی نے اس مضمون میں یہ ثابت کیا ہے کہ ولی اورنگ آبادی نہیں گجراتی تھا۔ مضمون معلومات آفریں اور دلچسپ ہے۔ اس میں ولی کے خاندانی شجرہ سے ان کا اصلی نام ولی اللہ اور وطن گجرات ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور اس دعوے کو تحقیقی طور پر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۵) مغل شہزادے میدان شاعری میں (آج کل بابتہ یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء) کیف سہسرامی نے اس مضمون میں مغلیہ شہزادوں کی اردو شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔ شاہ عالم ثانی المتخلص بہ آفتاب، جہاندار شاہ جہاندار، مرزا معز الدین ثابت، مرزا ایزد بخش سلطان، مرزا سلیمان شکوہ سلیمان، اکبر ثانی شعاع، مرزا غلام محی الدین حشمت تخلص کرتے تھے۔ ایک ایک دو دو شعر بھی دے گئے ہیں۔

(۶) عہد علاء الدین خلجی کے چند ثقافتی پہلو (آج کل بابتہ اکتوبر) پروفیسر ودیربال کا محققانہ دلچسپ مضمون ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے اسلام کے روحانی پیغام صلاح و فلاح کی اشاعت مسلم بزرگوں اور مرشدوں کی قیادت میں ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک ہوتی رہی جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے آپس کے تعلقات کو خوشگوار بنائے۔ حضرت نظام الدین اولیا، شیخ علاء الدین، شیخ تاج الدین وغیرہ کی نمایاں شخصیت تھی جنہوں نے اپنے علم و فضل زہد و تقویٰ سے شہرت حاصل کر لی تھی۔ اس عہد میں بہت سے مشہور اطبا تھے جوتش اور نجومی تھے، قادر الکلام شاعر تھے۔ فن تعمیر میں بھی ترقی ہوئی تھی۔

(۷) رتن ناتھ سرشار (آج کل ۱۵ اکتوبر) لفٹننٹ کرنل فیض احمد فیض نے پنڈت رتن ناتھ سرشار کے حالات دلچسپ پیرائے میں بیان کئے ہیں۔ انہوں نے اردو زبان میں جو خدمت کی ہے اس کی تفصیل کی ہے۔

(ثالث)

عبدالحق اکیڈیمی

۱۔ کلیات فانی — فانی بدایونی
۲۔ یاد ایام — عبدالرزاق کانپوری
۳۔ مقالات — مولوی عبدالحق
۴۔ روزنامچہ — قاضی عبدالغفار
۵۔ نقش فرہنگ — " "
۶۔ طوفان — ممتاز احمد
۷۔ مقدمات چہار خد — حسن الدین خوش
۸۔ ماں کی مامتا — " "
۹۔ نئے افسانے — عزیز احمد

دارالاشاعت سیاسیہ

۱۔ سفرنامۂ بلاد اسلامیہ — قائد ملت بہادر یار جنگ علیہ الرحمہ
۲۔ خطبات بہادر یار جنگ — ادارہ
۳۔ تقاریر بہادر یار جنگ — ادارہ
۴۔ سوانح بہادر یار جنگ — ادارہ
۵۔ اقبال اور وطنیت — عبدالقدوس
۶۔ پولٹیکل ڈکشنری — " "
۷۔ قرآنی تصور مملکت — شاہ حسین رزاقی
۸۔ معاہدات آصفیہ — عمر یافعی
۹۔ ہمارے کارخانے — منظور الحسن ہاشمی
۱۰۔ سیاسی نظمیں — نظر حیدرآبادی
۱۱۔ دساتیر عالم — شاہ حسین رزاقی

سول ایجنٹ: کتاب خانہ انجمن ترقی اردو ہند حیدرآباد دکن

تکملہ نشان ۱۲

ماہ بہمن ۱۳۵۵ ف

گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) شاہراہ عثمانی حیدرآباد دکن

نوٹ:- براہ کرم شمار کا بوقت وارد و تعداد فن اور نشان فن کا حوالہ ضرور دیں

تعداد کتب = ۶۲۱۰ + ۳۱ = ۶۲۴۱   تعداد مصنفین = ۱۵۵۱ + ۴ = ۱۵۵۵

نشان فن	نام کتاب	مصنف مؤلف یا مترجم	سنہ طبع	ناشر یا مطبع	قیمت	نشان سلسلہ
	اسلامیات					
۱۸۸	تیسیر ملت	محمد شریف عینی	۱۹۴۵ء	کتاب خانہ پنجاب لاہور	۱۲/ [illegible]	۶۲۱۱
۱۸۸/۲	" " (نسخہ ثانی)	" "	"	" "	"	"
۱۸۹	تعارف قرآنی	ایم عبدالرحمٰن خان	"	ایم ثناء اللہ [illegible]	[illegible]	۶۲۱۳
۱۹۰	افادات حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی	صدرالدین اصلاحی	"	اقبال اکیڈیمی لاہور	[illegible]	۶۲۱۴
۱۹۱	اسلام کے معارف	مرتضیٰ احمد خان	"	تاج کمپنی لاہور	[illegible]	۶۲۱۵
۱۹۲	قرآن اور تصوف	میر ولی الدین	"	انتظامی پریس لاہور	[illegible]	۶۲۱۶
۱۹۳	مضامین مولانا احمد سعید	محمد سعید	"	دینی بکڈپو دہلی	[illegible]	۶۲۱۷
۱۹۳/۱	" " (نسخہ ثانی)	"	"	" " "	"	۶۲۱۸

ڈراما

۱۶۹	دنیا کے بہترین ڈرامے	خلیل	۱۹۴۵ء	تاج کمپنی لاہور	۱۵ مجلد	۶۲۱۹
افسانہ ب ۲						
۵۹۱	انگڑائیاں	شیام سندر منور	۱۹۴۵ء	جے ایس سنت سنگھ لاہور	۱۴	۶۲۲۰
۵۹۲	جام شکستہ	ایم اسلم	"	دار البلاغ لاہور	۱۲	۶۲۲۱
۵۹۳	رنگین سپنے	کوثر چاندپوری		سید عبدالرزاق تاجر کتب حیدرآباد	۳	۶۲۲۲
۵۹۴	سرخ افسانے	اسرار احمد آزاد	۱۹۴۵ء	نیا کتاب گھر دہلی	۱۱ مجلد	۶۲۲۳
۵۹۴/۱	" " (نسخہ ثانی)	" "	"	" " "	"	۶۲۲۴
ناول ب ۳						
۸۱۵	آرینا کا چاند	منشی صادق علی		پیسہ اخبار لاہور	۱ مجلد	۶۲۲۵
۸۱۶/۱	" " " (نسخہ ثانی)	" "		" " "	"	۶۲۲۶
۸۱۶/۲	جنگ صلیب و ہلال	" "		" " "	"	۶۲۲۷
مضامین و مقالات ب ۶						
۱۰۴	کاروان	مجید ملک	۱۹۴۴ء	کاروان پبلشنگ ہاؤس لاہور	[illegible]	۶۲۲۸
ادبی تنقید ب ۷						
۱۹۳	فن داستان گوئی	کلیم الدین احمد		دائرہ ادب پٹنہ	۱۲ مجلد	۶۲۲۹
ادبی سوانح ب ۸						
۷۱	مولانا شبلی کا مرتبہ اردو ادب میں	عبداللطیف اعظمی	۱۹۴۵ء	شبلی اکاڈمی دہلی	۱۱ مجلد	۶۲۳۰
تاریخ ادب ب ۹						

نمبر	نام کتاب	مصنف	سنہ	ناشر	قیمت	نمبر
۴۴	اردو زبان کی تاریخ کا خاکہ	مسعود حسن خان	.	مسلم یونیورسٹی علیگڈھ پریس	۸/	۶۶۳۱
			نظم ب ۱۱			
۴۹۹	تجلیات	جگر عثمانی	۱۹۴۵ء	مکتبہ قصر الادب آگرہ	[illegible]	۶۶۳۲
۵۰۰	رم جھم	احمد ندیم قاسمی	"	ادارہ فروغ اردو لاہور	[illegible]	۶۶۳۳
۵۰۱	شب تاب	اسرار الحق مجاز	"	ہندوستانی پبلشرز دہلی	[illegible]	۶۶۳۴
۵۰۲	شمع حیات	خورشید احمد جامی		منزل بکڈپو حیدرآباد	[illegible]	۶۶۳۵
۵۰۳	مرقع جذبات	شیخ عالم علی	۱۹۴۳ء	حنیفہ بکڈپو دہلی	[illegible]	۶۶۳۶
۵۰۴	تغییر غم	سیماب اکبرآبادی	۱۹۴۵ء	مکتبہ قصر الادب آگرہ	[illegible]	۶۶۳۷
			تاریخی سوانح ج ۱۴			
۱۱۹	کرنل لارنس	قاضی خیر الدین	۱۹۴۵ء	نفیس اکیڈمی حیدرآباد	[illegible]	۶۶۳۸
			سوانح ژ			
۱۲۸	دلی کی چند عجیب ہستیاں	اشرف صبوحی دہلوی	۱۹۴۳ء	انجمن ترقی اردو ہند دہلی	[illegible]	۶۶۳۹
			سیاسیات ز			
۲۱۶	[illegible] ہندوستان میں	جواہر لال نہرو	۱۹۴۵ء	اردو مرکز ترقی الادب دہلی	[illegible]	۶۶۴۰
۲۱۷	سوویت یونین کی قومیں	او چکار	"	قومی دارالاشاعت دہلی	۱۵/	۶۶۴۱
"	"	"		"	"	۶۶۴۲
						۶۶۴۳
						۶۶۴۴
						۶۶۴۵

بحضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پاک بیبیاں

عبدالحق اکیڈمی